کوثر معرفت

(ترجمۂ الانوار اللامعة فی شرح الزیارة الجامعة)

کتاب: کوثر معرفت

(ترجمۂ الانوار اللامعۃ فی شرح الزیارۃ الجامعۃ)

مولف: آیت اللہ سید عبد اللہ شبر طاب ثراہ

مترجم: سید محمد قیصر، کوشامبی

تعداد: ۱۰۰۰

سن اشاعت پہلی بار: ۱۴۴۱ھ ۲۰۲۰ء

ناشر: الزہراء پبلیکیشن،

امام باڑہ باقریہ، ممبئی ۴۰۰۰۰۳۔ انڈیا

https://downloadshiabooks.com/

فہرست

عرض مترجم ۵
مؤلف کے بارے میں ۷
تقریظ ۹
سخن مولف ۱۴
پیش گفتار ۱۷
اعمال و آداب زیارت ۱۹
شرح زیارت جامعہ ۲۷
پہلا حصہ ۲۷
دوسرا حصہ ۷۰
تیسرا حصہ ۸۹
چوتھا حصہ ۱۱۲
پانچواں حصہ ۱۲۲
چھٹا حصہ ۱۴۲

https://downloadshiabooks.com/

قنوتِ نمازِ جُمُعَہ

(امام علی رضا علیہ السلام نے نمازِ جمعہ کے قنوت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ عَبْدَكَ وَخَلِیْفَتَكَ بِمَا اَصْلَحْتَ بِہٖ اَنْبِیَآئَكَ وَرُسُلَكَ وَحُفَّہٗ بِمَلٰٓئِكَتِكَ وَاَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مِنْ عِنْدِكَ وَاسْلُكْہُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ رَصَدًا یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَاَبْدِلْہُ مِنْ بَعْدِ خَوْفِہٖ اَمْنًا. یَعْبُدُكَ لَا یُشْرِكُ بِكَ شَیْئًا وَلَا تَجْعَلْ لِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ عَلٰی وَلِیِّكَ سُلْطَانًا، وَائْذَنْ لَہٗ فِیْ جِهَادِ عَدُوِّكَ وَعَدُوِّہٖ، وَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَنْصَارِہٖ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

(جمال الاسبوع۔ص ۲۵۶)

https://downloadshiabooks.com/

عرض مترجم

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت اور حجت خدا اروا حنالہ الفداء کی توجہ سے شرح زیارت جامعہ کبیرہ کا مکمل ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ مجلسیؒ دوم، فقیہ بزرگ، محدث ثقہ، زاہد و عالم ربانی، صاحب اوصاف حمیدہ علامہ سید عبد اللہ بن محمد رضا بن محمد بن احمد بن علی علوی حسینی موسوی شبر طاب ثراہ نے نہایت عمدہ روش اور آسان و سلیس انداز میں تالیف فرمائی ہے۔ جس میں مرحوم علامہ شبر نے زیارت جامعہ کے تمام فقروں کی تشریح میں حتی الامکان خود ائمہ معصومین علیہم السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث و روایات کا سہارا لیا ہے اور بعض الفاظ کی شرح میں قابل اعتماد عربی لغت کو معیار قرار دیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب خود معصوم یعنی امام علی نقی علیہ السلام کے دہن مبارک سے ادا ہونے والے نورانی فقروں اور ان فقروں کی دیگر معصومین علیہم السلام کے نورانی کلمات سے مزید شرح کے ہمراہ معارف اہل بیت علیہم السلام کا انتہائی بیش بہا اور گرانقدر سرمایہ بن جاتی ہے کہ اگر انسان ایک مرتبہ ابتداء سے انتہاء تک مطالعہ کر لے تو معرفت اہلبیت علیہم السلام کا مکمل دورہ حاصل ہو جایئے گا اور تب احساس ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے آل محمد علیہم السلام کو کس درجہ بلندی عطا فرمائی ہے۔اسی لئے اس شرح زیارت کا نام "کوثر معرفت" رکھا ہے۔

یہ کتاب مرحوم علامہ شبر طاب ثراہ کے مختصر مقدمہ، اور زیارت جامعہ کبیرہ کی سندی

https://downloadshiabooks.com/

روایت کی وضاحت اور اس کے بعد زیارت سے قبل کے آداب اور اعمال کی تشریح پر مشتمل ہے اور اس کے بعد اس میں شرح زیارت کی بحث شروع ہوتی ہے۔ مکمل زیارت جامعہ کبیرہ کی شرح چھ حصوں پر مشتمل ہے اور ہر حصہ کے اسناد و مدارک سیریل نمبر کے مطابق قرار دئے گئے ہیں یعنی ہر حصہ کا آغاز نئے شمارہ کے حوالہ نمبر سے کیا گیا ہے۔ جو قارئین کی سہولت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے آخر کتاب میں حوالہ نقل کرنے کے بجائے ہر صفحہ پر اس کا حوالہ درج کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں اپنے استاد گراں قدر وکیل مطلق حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج آقائے سید علی حسینی سیستانی مدظلہ الوارف، و مدیر حوزات علمیہ (نجفی ہاؤس) حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج آقا السید احمد علی عابدی صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں کہ اپنی مصروف ترین زندگی سے قیمتی وقت کتاب پر ایک نظر کرنے اور اس پر ایک بیش بہا تقریظ لکھنے کے لئے صرف کیا۔ اسی طرح برادر محترم مسئول جامعہ امام باقر علیہ السلام حجۃ الاسلام آقائے شیخ فیروز حیدر صاحب قبلہ ممبئ کا بھی ممنون ہوں جن کی نگاہ دقیق سے کتاب آراستہ ہوئی۔ یہ کتاب کا ترجمہ ہے ترجمہ کا حسن یا نقص ترجمہ کرنے والے بہتر سمجھتے ہیں کہ مطالب کو عام فہم بنا کر قابل قرائت قرار دینے کی کوشش کی ہے اور اب تو بس بقیہ ہر طرح کی تعمیری تنقید کا خندہ پیشانی سے استقبال ہے۔

خداوند عالم اس ادنیٰ کاوش کو غیبت امام مہدیؑ ارواحنا فداہ میں خدمت دین اور حضرت ولی عصر علیہ السلام کے ظہور پُر نور کا مقدمہ قرار دے، اور روز آخرت اسے میری اور میرے والدین کی مغفرت کا وسیلہ قرار فرمائے۔ آمین۔

۱۵/ ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ

https://downloadshiabooks.com/

مؤلف کے بارے میں

صاحب کتاب علامہ سید عبد اللہ بن محمد رضا بن محمد بن احمد بن علی علوی حسینی موسوی شُبر مذہب امامیہ کے بزرگ و عظیم الشان فقہاء و مجتہدین میں شمار ہوتے ہیں اور شیعہ محدثین میں ثقہ و مورد اعتماد نیز صاحب زہد، متقی اور اخلاق حمیدہ اور بہترین صفت کے حامل رہے ہیں۔ عبادات خصوصا ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارتوں کا بے پناہ شوق اور پابندی سے بجالانے کے ساتھ ساتھ علوم شرعیہ پر خوب مہارت بھی رکھتے تھے۔ آپ نے علم حدیث، تفسیر، اخلاق، کلام، اصول فقہ میں انتہائی گرانقدر اور مفید کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ اپنے زمانہ میں مجلسیٔ دوم کے نام سے بھی شہرت رکھتے تھے۔ آپ کے پاس نقل حدیث کیلئے عظیم ترین بزرگ علماء جیسے شیخ جعفر کاشف الغطاء، میرزای قمی، صاحب ریاض رضوان اللہ تعالی علیہم سے اجازہ بھی موجود تھا۔ ریحانۃ الادب[1] کتاب میں آپ کی تالیفات اور تصنیفات کا ذکر کیا گیاہے۔

آپ کی مشہور کتابوں میں اسرار العبادات، تفسیر القرآن، جامع المعارف، شرح نہج البلاغہ کبیر، صفاء القلوب (اخلاق) صفوۃ التفاسیر، کشف المحجۃ، الانوار اللامعۃ فی شرح زیارت الجامعۃ (جس کا ترجمہ کوثر معرفت ہے) اس کے علاوہ المناھج بھی ہے۔ کتابوں کی تالیف کے بارے میں صاحب کتاب خود کہتے ہیں کہ انہیں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف سے تالیف کتاب کیلئے مامور کیا گیاہے۔ یہ ساری تصانیف و تالیفات امام علیہ السلام کے فیوض و برکات کا

---

[1] ریحانۃ الادب، محمد علی، مدرس

https://downloadshiabooks.com/

نتیجہ ہیں کہ عالم خواب میں امام علیہ السلام نے قلم عنایت کر کے لکھنے کا حکم فرمایا۔

آپ نے سنہ ۲۴۲ھ میں ۵۴/ سال کی بابرکت عمر گذار کے دار فانی سے کوچ کیا اور جوار امامین کاظمین علیہما السلام میں اپنے پدر بزرگوار کے قریب دفن کر دئے گئے۔

خداوند عالم دونوں کو غریق رحمت اور آخرت میں بلند ترین درجہ عنایت فرمائے۔

https://downloadshiabooks.com/

تقریظ

حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج آقای السید احمد علی عابدی صاحب قبلہ حفظہ اللہ

(وکیل مطلق حضرت آیۃ اللہ العظمی الحاج آقای السید علی الحسینی السیستانی دام ظلہ الوارف)

بسمہ وبذکر ولیہ

اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات میں زیارت ائمہ معصومین علیہم السلام اور خاص کر زیارت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ زیارت تقاضائے ولایت ومودت بھی ہے مغفرت گناہ بھی اور سب سے اہم خداوند عالم کی قربت کا بہترین اور معتبر ترین ذریعہ ہے۔ خداوند عالم نے انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور عبادت کا مقصد قربت خداوندی ہے۔ اس بنا پر ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت مقصد تخلیق کی تکمیل کا بہترین ذریعہ ہے۔ چونکہ شیطان کا ہدف انسان کو خدا کی عبادت اور قربت سے دور کرنا ہے اس بنا پر مختلف انداز سے زیارت پر شکوک وشبہات ایجاد کراتا رہتا ہے۔

صاحبان لغت نے زیارت کی تعریف اس طرح کی ہے۔ "المیل والعدول"۔[۲] ایک طرف رجحان وشوق اور دوسری طرف سے دوری یہ بہت ہی واضح ہے جب ایک طرف شوق ورجحان ہو گا تو دوسری طرف سے دوری بھی ہو گی۔

---

[۲] معجم مقاییس اللغۃ ۳/۳۶

https://downloadshiabooks.com/

زائر جب زیارت کے ذریعہ اہل بیت علیہم السلام سے نزدیک ہو گا ان کے دشمنوں سے اتنا ہی دور ہو گا اس بنا پر زیارت میں تولّیٰ اور تبریٰ دونوں پایا جاتا ہے۔ عام طور سے زیارتوں میں جہاں ایک طرف درود و سلام ہے وہیں دوسری طرف دشمنوں سے برائت و بیزاری بھی ہے بلکہ ان پر باقاعدہ لعنت بھی ہے اگر زائر میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتی ہیں تو وہ حقیقی زائر نہیں ہے۔ مزاج عبادت یہی ہے جس قدر خدا کی بارگاہ میں قربت میں اضافہ ہو گا اتنا ہی شیطان اور شیطانی طاقتوں وافکار سے دوری بھی ہو گی یہ ممکن نہیں ہے انسان خدا سے بھی قریب ہو اور شیطان سے بھی۔ جس قدر شیطان سے قربت زیادہ ہو گی اتنا ہی خدا کی بارگاہ سے دوری ہو گی۔

زیارت میں جس قربت کو مد نظر رکھا گیا ہے وہ جسمانی قربت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے ایک شخص ضریح کے سامنے کھڑا ہو مگر قلبی طور سے کوسوں دور ہو اور ہو سکتا ہے ایک شخص کوسوں دور ہو لیکن قلبی طور پر امامؑ سے بہت ہی نزدیک ہو۔ لہذا یہ بہت ممکن ہے اس قریب کھڑے ہونے والے کو سلام کا جواب نہ ملے اور دور سے سلام کرنے والے کو فوراً جواب مل جائے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمارا یہ عقیدہ ہے تمام شہدائے راہ خدا زندہ ہیں اور ائمہ معصومین علیہم السلام نہ صرف زندہ ہیں بلکہ باقاعدہ صاحب اختیار ہیں وہ ہماری ہر ایک بات سے پوری طرح واقف ہیں۔

سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

https://downloadshiabooks.com/

”وہ اپنے زائرین کو دیکھ رہے ہیں وہ ان کو بہتر طریقے سے پہچانتے ہیں ان کے اور ان کے اباء واجداد کے نام سے واقف ہیں وہ ان کے سامان سفر کو ان کی اولاد سے بہتر جانتے ہیں وہ ان لوگوں کو بھی دیکھ رہے ہیں جو ان پر گریہ کررہے ہیں وہ ان کے لئے استغفار کررہے ہیں اور اپنے والد بزرگوار سے ان کے لئے استغفار کی درخواست کررہے ہیں اور گریہ کرنے والے سے فرماتے ہیں:

اے رونے والے اگر تم کو معلوم ہو تا خدا نے تمہارے لئے کیا کیا آمادہ کررکھا ہے تو تم غمزدہ ہونے سے زیادہ خوشحال ہوتے ان کی گناہ وخطا کے لئے استغفار کرتے ہیں۔[۳]

ائمہ معصومین علیہم السلام ہمارے تمام حالات سے باقاعدہ واقف ہیں اس سلسلہ میں جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

”یقیناً حضرت رسول خداؐ اور ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام سے ان کی وفات کے بعد شیعوں کے حالات پوشیدہ نہیں ہیں خداوند عالم ان کو برابر باخبر کرتا رہتا ہے۔

جو ان کے مزارات مقدصہ میں ان سے مناجات کرتا ہے وہ اس کی باتیں سنتے ہیں یہ ان پر خداوند عالم کا ایک خاص لطف کرم ہے۔“[۴]

چونکہ رسول واہلِ بیت علیہم السلام کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے اس بناپر ان کی زیارت خدا کی زیارت ہے۔ یہ زیارت خدا جسمانی نہیں ہے بلکہ قربت معنوی ہے۔شاید اسی لئے ہر زیارت کے بعد نماز کو مستحب قرار دیا گیا ہے تاکہ

---

[۳] کامل الزیارات ص ۲۰۶ باب ۲۲ حدیث ۲۹۲

[۴] اوائل المقالات ص ۷۲

https://downloadshiabooks.com/

زیارت کا اثر ظاہر ہو جائے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کی متعدد زیارتیں ہیں مگر ان زیارتوں میں

- زیارت عاشورہ
- زیارت امین اللہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی زیارت
- زیارت آلِ یٰسین امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت
- زیارت جامعہ کبیرہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

زیارت عاشورہ اور زیارت جامعہ کبیرہ کے بارے میں حضرت امام زمانہ علیہ السلام نے جناب سید رشتی سے تاکید فرمائی ہے۔ جو لوگ ان زیارتوں کے پابند ہیں انہوں نے اس کے اثرات باقاعدہ محسوس کئے ہیں۔

زیارت جامعہ فضائل و کمالات اہل بیت علیہم السلام کی ایک جامع زیارت ہے اس کی سند بھی معتبر ہیں اور اس کے معانی و مطالب بھی نہایت اعلیٰ ہیں۔

مختلف علماء نے اس کی شرح کی ہے اس سلسلہ میں جناب حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ آقائے سید عبد اللہ شبر طاب ثراہ کی شرح کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ زیارت کو ان کے معانی مطالب کے ساتھ پڑھنے کا ایک خاص لطف ہے یہ زیارت اور اس کی یہ شرح معرفت امامت اہلِ بیت علیہم السلام میں اضافہ کا سبب ہو گی یہ معرفت ہی سب سے بڑا اگراں سرمایہ ہے۔

حجۃ الاسلام جناب مولانا محمد قیصر صاحب نے اس کا اردو میں ترجمہ کر کے بڑا اہم کارنامہ انجام دیا ہے خدا ان کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے اور ان لوگوں کو بھی بہترین اجر و ثواب

https://downloadshiabooks.com/

مرحمت فرمائے جو اس کار خیر میں شریک ہیں۔

والسلام

عابدی

https://downloadshiabooks.com/

سخن مولف

اللہ سبحانہ وتعالی کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد بجالاتا ہوں کہ "حمد" بھی اس کی ایک نعمت ہے اور اس کی بخشش و کرم پر شکر خدا ادا کرتا ہوں کہ "شکر" بھی تو اس کی عطا ہے۔ درود و سلام ہو حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین سردار انبیاء و اولیاء اور درود ہو ان کی پاکیزہ ذریت و خاندان پر جو ان کے بہترین جانشین اور امانت دار ہیں۔

خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ گنہگار، نیاز مند بے بضاعت بندہ (عبد اللہ محمد رضا الحسینی) کہ اللہ تعالی اس کی زندگی کا انجام بخیر اور دنیا وآخرت کی سعادت نصیب فرمائے۔ کہتا ہے کہ یہ بات کسی بھی صاحب بصیرت اور اہل دقت نظر دانشمند، عقل سلیم اور صحیح فکر والوں سے پوشیدہ نہیں ہے کہ زیارت جامعۂ کبیرہ، عظمت و منزلت کے اعتبار سے اہم ترین اور بہترین زیارتوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کے الفاظ اور جملوں کی فصاحت اور معانی و عبارتوں کی بلاغت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ زیارت ایسے صاف و شفاف چشمہ سے جاری ہوئی ہے جس کا سرچشمہ وحی والہام اور منبع و مصدر آسمانی والٰہی ہے۔ اس کے مفاہیم و حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پاک اور بلند علوم کی حامل زبان سے اور نابغۂ دین اور ملت کے بزرگ مرتبہ افراد کے دہن مبارک سے ادا ہوئی ہے۔ ہاں یہ زیارت، کلام خالق کے بعد، مخلوقات کے کلام سے افضل وبرتر زیارت ہے۔ جس میں اصول دین کی معرفت اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اسرار و رموز کی نسبت سے بقدر ضرورت دلیل و برہان شامل ہے اور اس میں صفات پروردگار کے مظاہر بھی جابجا عیاں ہیں۔ اور اس میں تو خوش نما باغات اور سرسبز

https://downloadshiabooks.com/

و شاداب باغیچے اور درخت بھی ہیں جو علوم و معارف و حکمت کے خوبصورت پھولوں سے آراستہ اور اہل بیت عصمت کے اسرار و رموز کی شکل میں عمدہ، لذیذ اور بہترین پھل نظر آتے ہیں۔

یہ عظیم المرتبت زیارت اگر ایک طرف "اولو الامر" کی نسبت سے ذمہ داریوں اور مکمل حقوق کے بیان پر مشتمل ہے کہ جن کی اطاعت و فرماں برداری کے بارے میں خداوند عالم نے لوگوں کو امر فرمایا ہے، تو دوسری طرف "ذوی القربیٰ" اور "اہل ذکر" کون ہیں ان کے حقوق کی صراحت بھی اسی زیارت میں پائی جاتی ہے جن سے محبت اور ہر طرح کی معلومات حاصل کرنے کا پروردگار عالم نے حکم دیا ہے۔

یہ زیارت انتہائی عظیم الشان زیارت ہے، اس میں قرآنی آیتوں، پیغمبر ﷺ کی حدیثوں، اسرار الہی، غیب کے علوم، واقعی اور حقیقی مکاشفات اور سب سے بڑھ کر پروردگار عالم کی حاکمیت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

میں نے ایسی کوئی مکمل شرح جس میں اس زیارت کے دقیق معانی سے پردہ اٹھایا گیا ہو اور اس کے تمام قابلِ بیان اور قابلِ وضاحت جملوں کی بقدر کافی تشریح کی گئی ہو، نہیں دیکھی سوائے دو بزرگوار کے جو بحار الانوار اور شرح فقیہ[۵] میں علامہ مجلسی اور ان کے پدر بزرگوار مجلسی اول نے انجام دیا ہے۔ اس وجہ سے اس زیارت کی شرح کرنے کا خیال ذہن میں آگیا۔ مگر اس میدان میں میری کم علمی اور ناچیز معلومات، عظیم کارنامہ کو انجام دینے کے لئے مانع

---

[۵] روضۃ المتقین فی شرح الفقیہ، ج ۵، باب زیارۃ جامعۃ لجمیع الائمۃ، ص ۴۵۰ از علامہ محمد تقی مجلسی۔ بحار الانوار ج ۱۰۲، باب ۸ رقم ۴، ص ۱۲۷، از علامہ محمد باقر مجلسی۔

https://downloadshiabooks.com/

تھی، اور میں بخوبی سمجھ رہا تھا کہ اس زیارت کے عظیم الشان مفاہیم کو درک کرنے کی صلاحیت میرے جیسے بے بضاعت اور تمام علوم سے کما حقه باخبر نہ ہونے والے کے بس میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے الفاظ و کلمات میں تأمل و تحقیق مشکل اور طاقت فرسا کام ہے۔ اس لئے حالات کے ناساز گار ہونے اور فکری انتشار کے باوجود "**المیسور لا یسقط بالمعسور**" (کسی فعل کے تمام امور کو انجام دینا مشکل ہو تو اس کے وہ امور جو آسانی سے انجام دیے جاسکتے ہیں انہیں ترک نہیں کیا جاسکتا) کے حکم کی بنا پر جو کچھ ناچیز کی قدرت میں ہے اس کے مطابق اس زیارت کی شرح کے لئے قدم اٹھایا اور چونکہ معصومین علیہم السلام کا کلام خود دوسرے کلام کی وضاحت و تشریح کرتا ہے، اس زیارت کے ساتھ ساتھ گراں قدر حدیثوں اور عظیم الشان روایتوں کو بھی ضمیمہ کیا کہ وہ انتہائی خوبصورتی کے ساتھ زیارت کے مفاہیم اور مشکلات کو حل کرکے تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہیں۔

خداوند متعال کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں، کامیابی، ہدایت، تقویٰ و پرہیز گاری، استقامت و پائداری کی توفیق مرحمت فرمائے کہ وہ سب سے زیادہ قریب، بزرگ و برتر اور عزت دار اور لائقِ حمد ہے۔

سید عبد اللہ شبر

https://downloadshiabooks.com/

پیش گفتار

اس زیارت جامعہ کو علوم اہل بیت علیہم السلام کے حامل، بزرگان دین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ نیک خصلت اور شائستہ شیعیان اہلبیت علیہم السلام کے درمیان یہ زیارت اسی طرح روشن و آشکار ہے جیسے روز روشن میں آفتاب روشن و آشکار ہوتا ہے۔ اس کے روشن معانی اور مفاہیم خود واضح اور بلکل نمایاں ثبوت ہیں کہ یہ روایت علوم پروردگار کے حاملین اور صاحبانِ اسرار قرآن کے پاکیزہ دلوں سے صادر ہوئی ہے جو انوار الہی سے خلق ہوئے ہیں۔

یہ زیارت ائمہ معصومین علیہم السلام کے دیگر کلام کی طرح (نہج البلاغہ، صحیفہ سجادیہ اور جملہ دعا و مناجات) کلام کی فصاحت اور معنی کی بلاغت ،اس کی سند کی تحقیق سے ہمیں بے نیاز بنادیتی ہے۔

شیخ الطائفہ شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "تہذیب"[6] اور رئیس المحدثین شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "فقیہ" اور "عیون اخبار رضا علیہ السلام"[7] میں اور دوسروں نے قابل اعتماد راوی محمد بن اسماعیل برمکی سے انہوں نے موسیٰ بن عبد اللہ نخعی[8] سے اور انہوں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے اس زیارت کو نقل کیا ہے۔

---

[6] تہذیب، طبع نجف، جلد ۶، باب ۴۶، ص ۹۵

[7] فقیہ، طبع مکتبۃ الصدوق، ج ۲، زیارۃ جامعۃ۔۔۔، رقم ۳۲۱۳، ۶۰۹

عیون اخبار الرضا علیہ السلام، طبع حیدریہ نجف، ج ۲، زیارۃ جامعۃ۔۔۔، رقم ۱، ص ۲۷۲

حموینی نے فرائد السمطین ج ۲، ص ۱۷۹-۱۸۶ میں اس زیارت کو شیخ صدوق سے روایت کی ہے۔

[8] عیون میں موسی بن عمران نخعی آیا ہے

https://downloadshiabooks.com/

کتاب ”عیون اخبار رضاؑ“ میں اس زیارت کی سند اس طرح بیان ہوئی ہے:” دقاق“، ” شیبانی یا سنانی“،[۹] ”وراق“، ”مکتب“، اور ان سب نے ”اسدی“ سے اور انہوں نے ” برمکی“ سے برمکی نے ”نخعی“ سے روایت نقل کی ہے کہ نخعی نے کہا: میں نے علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کوئی ایسا جامع کلام مجھے تعلیم دیجئے، آپ بزرگواروں میں سے جب کسی ایک کی زیارت کی خواہش ہو تو اسے کمال بلاغت سے بجالا سکوں۔ تو فرمایا: جب آستانۂ مقدس کے دروازہ پر پہونچ جاؤ تو کھڑے ہو کر (۳۰/ مرتبہ) ” اللہ اکبر“ کہو، پھر نہایت اطمینان سے آگے بڑھو اور آرام و سکون سے قدم بڑھاتے ہوئے ٹھہر جاؤ اور (۳۰/ مرتبہ) تکبیر بجالاؤ، اس کے بعد قبر مبارک کے قریب جاؤ اور (۴۰/ مرتبہ) تکبیر کہو تا کہ سو تکبیریں مکمل ہو جائیں۔ اس کے بعد زیارت بجالاؤ۔ امام علیہ السلام نے اس کے بعد اس زیارت جامعہ کی قرأت فرمائی۔ واضح رہے کہ کتاب ”فقیہ“ میں بھی یہ روایت اسی طرح نقل ہوئی ہے۔

---

[۹] عیون میں سنانی ہے

https://downloadshiabooks.com/

اعمال و آداب زیارت

اس مقام پر زیارت کے سلسلہ میں بعض اعمال و آداب کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے تاکہ زائر پورے احترام اور آمادگی کے ساتھ بارگاہ معصومین علیہم السلام میں اظہارِ عقیدت کر سکے۔ "وقوف" (ٹھہرنے) سے مراد آستانۂ حرم کے دروازہ پر رکنا اور کلمۂ شہادت جاری کرنا ہے۔ اور کلمۂ شہادتین پڑھنے کا راز یہ ہے کہ وہ ایمان کے مراتب کا سب سے پہلا درجہ ہے یا اس کا سبب مقدس کلمات سے برکت حاصل کرنا ہے۔ اور بارگاہ ائمۂ معصومین علیہم السلام کی عظمت و جلالت کا مشاہدہ کرتے وقت تکبیر کہنے کا راز ممکن ہے یہ ہو کہ کائنات میں خواہ کتنی ہی عظیم الشان بارگاہ میں حاضری کیوں نہ ہو مگر پروردگار عالم کی بزرگی اور عظمت و جلالت سے بڑھ کر کوئی بارگاہ نہیں ہو سکتی ہے۔ تمام عالم کو اسی بارگاہ سے فیض پہونچتا ہے۔ کیونکہ ہر طرح کی عظمت و جلالت سے مخصوص ہے۔ یا اس کا راز یہ ہو کہ انسان جب اس قدر عظیم المرتبت اور شان و شوکت فضا میں قدم رکھتا ہے تو ایک طرح کی وحشت و اضطراب کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو ذکر الٰہی کے توسل سے قلب کو تسکین عطا کرتا ہے۔

اور بارگاہ حرم معصومین علیہم السلام میں "اطمینان و سکون" کے ساتھ وارد ہونے سے مراد ذکر خدا اور اس کی عظمت و جلالت کو مدّ نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کے اولیاء اور منتخب بندوں کی شان و بزرگی کے تصور سے دل کو مطمئن رکھنا اور یہ کہ انہیں جو بھی عظمت و بزرگی ملی ہے وہ خدائے عظیم ہی کے فیض کا حصہ ہے۔

اور "آرام و سکون سے" قدم بڑھانے سے مراد جسم کا ظاہری آرام و سکون ہے۔ بعض نے "

https://downloadshiabooks.com/

سکینہ "یعنی ظاہری آرام وسکون اور "وقار" باطنی آرام وسکون کا معنی بیان کیا ہے۔

اور قبر مبارک کے نزدیک قدم رکھنے کا مقصد یا تو زیادہ اجر و ثواب حاصل کرنا ہے، اس لئے کہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کے وقت ہر قدم کے لئے معین ثواب قرار دیا گیا ہے۔ شاید اس کا مقصد یہ ہو کہ اس وقت زائر مکمل وقار و آرام کے ساتھ اپنے بدن کو قرار دے (تا کہ ساری توجہ مبذول رہے) اور بہت ممکن ہے ائمہ معصومین علیہم السلام کی عظمت و منزلت کا احترام اور رعایت کرنا مقصود ہو۔

یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ یہ مبارک زیارت سند کے اعتبار سے تحقیق کی محتاج نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے مضامین کی بلاغت اور معانی کی فصاحت سند کی کیفیت کی تحقیق سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ جس طرح صحیفۂ سجادیہ اور نہج البلاغہ اور دوسری دعائیں مشہور ہیں اسی طرح یہ زیارت بھی شہرت رکھتی ہے۔

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ اس زیارت کی شرح میں فرماتے ہیں:

یہ زیارت تمام ائمہ معصومین علیہم السلام کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے جامع اور مکمل زیارت ہے۔ اس زیارت کے ذریعہ زائر تمام ائمہ علیہم السلام کی زیارت بجالا سکتا ہے خواہ وہ کسی امام کے مرقد مطہر کے سامنے حاضر ہو خواہ کسی ایسے امام کی زیارت کرنا چاہتا ہو جس کے مرقد مطہر سے دور اور فاصلہ پر کھڑا ہو۔ اور اگر ہر بار زیارت بجالانے کے وقت ایک امام کو امامِ اول سے بالترتیب قصد کرے اور دیگر ائمہ علیہم السلام کا ضمنی طور پر قصد کرے، جیسا میں نے انجام دیا ہے، تو بہتر ہے۔ میں اسی طرح اسے بجالاتا ہوں کہ رویائے صادقہ (سچے خواب) میں امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام نے اس روش کی تائید فرمائی اور اسے پسند فرمایا ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

علامہ مجلسی امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی بارگاہ میں:

علامہ مجلسی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک زمانہ کے بعد جب خداوند عالم نے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام اور وہاں اطراف میں مزارات کی زیارت وریاضت کی توفیق عطا فرمائی تو اپنے آقا و مولا کی برکت سے مکاشفات کے دروازے میرے لئے وا ہوئے، جنہیں ضعیف اور ناقص عقلیں تحمل نہیں کر سکتی ہیں۔ "رواق عمران" میں بیٹھا ہوا تھا کہ عالم خواب میں اور اگر خواب و بیداری کے درمیان کہوں تو غلط نہ ہو گا۔ دیکھا "سامراء" میں ہوں جہاں امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام کا مرقد مطہر نہایت عالی شان، بلند و بالا آراستہ اور مزین ہے۔ اسی وقت اپنے اور تمام لوگوں کے آقا حضرت امام زمانہ علیہ السلام کا مشاہدہ کیا کہ چہرۂ مبارک دروازہ کی طرف اور قبر کی طرف پشت مبارک ہے۔ جس وقت میری نظر حضرت علیہ السلام کے رخ انور پر پڑی تو میں نے مدح سرائی کرنے والے کی طرح بلند آواز سے زیارت جامعہ پڑھنی شروع کر دی۔ جب زیارت سے فارغ ہوا تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: کتنی عمدہ اور حسین زیارت ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے آقا! میری جان آپ پر قربان ہو، یہ زیارت آپ ہی کے جدّ بزرگوار کی ہے ساتھ ہی میں نے قبر مطہر کی طرف اشارہ کیا، اس کے بعد فرمایا: ہاں، تو ذرا اندر آیئے، میں داخل ہوا اور دروازہ کے نزدیک رک گیا۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: اور آگے آیئے۔ میں نے کہا: آقا آپ کے حضور میں ادب کا لحاظ کرنے سے ڈرتا ہوں کہیں کافر نہ ہو جاؤں۔ فرمایا: اگر ہماری اجازت سے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تھوڑا اور آگے قدم بڑھایا مگر خوف سے بدن لرز رہا تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اور آگے آیئے اور آگے آیئے۔ میں قریب گیا یہاں تک کہ حضرت علیہ السلام سے نزدیک ہو گیا۔ فرمایا: بیٹھو۔ عرض کیا:

https://downloadshiabooks.com/

ڈرتا ہوں۔ فرمایا: ڈرو نہیں۔ میں ایک عظیم الشان آقا کی بارگاہ میں ذلیل بندہ کی طرح حضرت علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گیا۔ فرمایا: چار زانو ہو کر آرام سے بیٹھو۔ اس لئے کہ تم پابرہنہ اور پاپیادہ راہ طے کرکے آئے ہو، تم تھک چکے ہو۔

خلاصہ یہ کہ اس وقت اپنے عزیز اور مہربان آقا و مولا کی طرف سے اس بندۂ حقیر کے لئے جو لطف و عنایت شامل ہوئی اسے شمار نہیں کر سکتے ہیں۔ اور آقا سے اس وقت انتہائی محبت آمیز اور کریمانہ گفتگو ہوئی، جس کا زیادہ حصہ فراموش کر دیا ہے۔ اس کے بعد خواب سے بیدار ہوا۔

حضرت علیہ السلام کا یہ فقرہ کہ "آرام سے بیٹھو تھک گئے ہو" اس کا راز یہ تھا کہ ایک مدت تک مزارات مقدسہ کی زیارت کا راستہ بند تھا اور بڑی سختیاں تھیں، مگر زیارت کے اسباب فراہم ہوئے تو پاپیادہ اور پابرہنہ راہِ سفر طے کرکے بارگاہ معصومین علیہم السلام میں زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔

اسی طرح ایک شب مزار مقدس میں حاضر تھا، کئی مرتبہ اس زیارت کی قرأت کی اور متعدد بار پڑھنے کا شرف حاصل ہوا تو اس کی برکت سے خود اس مقام پر راہ سفر میں عجیب و غریب کرامتیں بلکہ میرے لئے عظیم معجزات ظاہر ہوئے، جن کا ذکر بہت طویل ہو جائے گا۔ بہر حال اس حقیقت میں کوئی شک اور شبہہ نہیں ہے کہ یہ عظیم الشان زیارت ابو الحسن امام علی نقی علیہ السلام کے ذریعہ ہم تک پہونچی ہے۔ جس کی تائید امام زمانہ علیہ السلام نے بھی فرمائی۔ یہ زیارت بہترین اور کامل ترین زیارتوں میں ہے۔ اس خواب کے بعد اکثر و بیشتر جب بھی ائمہ طاہرین علیہم السلام کے مزارات مقدسہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا تھا تو فقط ان کی اس زیارت

https://downloadshiabooks.com/

کے ذریعہ شرفِ زیارت حاصل کرتا۔

خداوند عالم علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے درجات کو بلند فرمائے[10]۔ یقیناً وہ ثقہ، قابل اعتماد اور عادل نیز سچے ہیں۔ بعض لوگوں نے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے اس بیانِ خواب میں توہم کا اظہار کیا ہے کہ پہلے بیان کیا کہ "عالم خواب بلکہ اگر عالم خواب اور بیداری کہوں تو غلط نہ ہو گا" اور آخر میں یہ بیان کرنا کہ "اس کے بعد خواب سے بیدار ہوا" ان دونوں جملوں میں تضاد نظر آتا ہے۔ حالانکہ کسی طرح کا تضاد نہیں ہے اس لئے کہ ان کا خواب یعنی اس عالم بشری میں طبیعت سے روح کا جدا ہونا تھا کہ جہاں قلب عوالم ملکوت میں بیدار اور متوجہ ہوتا ہے۔ اور لطف الٰہی اور اس کے فیض و فضل کے ذریعہ انفاس قدسیہ تجلی کرتے ہیں۔ اور نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی جانب خوش و خرم ہوکر واپس ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ خواب کی کیفیت ایسی تھی اس لئے ناقص عقلیں اسے درک کرنے سے عاجز ہوتی ہیں اور کم فہم افراد اسے عظیم امر اور گراں تصور کرتے ہیں۔ اس لئے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی پہلی تعبیر "خواب میں دیکھا" کو بدل کر "خواب و بیداری کے درمیان" فرمایا۔ یقیناً اس طرح کی حالت اور کیفیت دوسروں کے لئے بھی پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے آخر میں اس کے لئے "رویا" خواب تعبیر فرماتے ہیں۔

سوال: کسی کے ذہن میں یہ سوال نہ آئے کہ عالم خواب کے علاوہ دیگر حالات میں کیسے ممکن ہے کوئی امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے دیدار کا دعویٰ کرے جب کہ حضرت علیہ السلام نے علی بن محمد سیمری کے لئے توقیع مبارک میں اس طرح فرمایا ہے جسے "احتجاج" اور

---

[10] روضۃ المتقین، ج۵، ص۴۵۰۔

https://downloadshiabooks.com/

"اکمال الدین" میں ذکر کیا گیا ہے۔

"عنقریب میرے شیعوں میں کچھ لوگ دعوی کریں گے کہ انھوں نے اپنے امام زمانہ علیہ السلام کا مشاہدہ کیا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ۔ جو بھی ایسا دعویٰ کرے کہ امام زمانہ علیہ السلام کو خروج سفیانی اور صیحہ (ندائے) مخصوص سے قبل مشاہدہ کیا ہے تو وہ جھوٹا اور تہمت لگانے والا ہے۔[11]"

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خبر اس موقع کے لئے درست اور صحیح کہی جائیگی جب امام زمانہ علیہ السلام کا مخصوص نائب لوگوں کے درمیان موجود ہو اور امام علیہ السلام کی جانب سے ضروری باتیں سفیروں اور نواب کے ذریعہ شیعوں تک پہونچ رہی ہوں۔ جب کہ اس وقت ایسا کچھ نہیں ہے۔ اس لئے کہ متاخرین اور متقدمین دونوں زمانہ کے قابل اعتماد اور موثق جماعت کی طرف سے کثرت کے ساتھ احادیث وارد ہوئی ہیں کہ زمانۂ غیبت کبریٰ میں امام زمانہ علیہ السلام کے دیدار کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس کے علاوہ علماء اور محدثین نے اپنی کتابوں میں "دیدار امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف" یا "تشرف امام علیہ السلام" کے عنوان سے مخصوص باب قائم کیا ہے۔ خصوصاً علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار[12] میں اس سلسلہ میں بحث کی ہے اور اسی اشکال و شبہہ کو برطرف کرنے کی خاطر مذکورہ توقیع مبارک یا اس سے مشابہ

[11] احتجاج، ج ۲، ص ۴۷۸۔ اکمال الدین، ج ۲، باب ۴۵، توقیع ۴۴، ص ۵۱۶۔

[12] بحار الانوار، ج ۵۲، باب نادر فی ذکر من رآہ علیہ السلام فی الغیبۃ الکبری، ص ۱۵۹-۱۸۰، اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

الف: کمال الدین، ج ۲، باب ۴۳ فی ذکر من شاھد القائم علیہ السلام ورآہ و کلّمہ، ص ۴۳۴

ب: کافی، ج ۱، باب تسمیۃ من رآہ علیہ السلام، ص ۳۲۹۔

ج: الغیبۃ شیخ طوسی، فصل فیما روی من الاخبار المتضمنۃ من رآہ، ص ۱۵۲۔

https://downloadshiabooks.com/

روایتوں کو زمانۂ غیبت صغریٰ اور نواب خاص کے موجود ہونے کے وقت سے مخصوص قرار دیا ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

https://downloadshiabooks.com/

شرح زیارت جامعہ

پہلا حصہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا أَھْلَ بَیْتِ النُّبُوَّةِ:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ: اس جملہ کے سلسلہ میں مختلف نظریات بیان کئے گئے ہیں: بعض نے اسے "دعا" کے معنی میں بیان کیا ہے، یعنی آپ تمام برائیوں اور بلا سے محفوظ رہیں۔ بعض نے اس کا وہی معنی بیان کیا ہے جو "السلام علیکم" سے ہم سب مراد لیتے ہیں یعنی "آپ کے لئے سلامتی ہو"، جو دراصل "اسم اللّٰہ علیك" کے معنی میں ہے یعنی "آپ خداوند عالم کے حفظ وامان میں رہیں" جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ خداوند عالم آپ کے ساتھ رہے۔ اور جب " السلام علینا" یا "السلام علی الاموات" (ہم پر یا مُردوں پر سلامتی ہو) کہا جاتا ہے تو اس سے " ہماری یا مردے کی سلامتی ہرگز مراد نہیں ہوتی ہے، بلکہ صاحب دعا کے لئے ہر آفت وبلا یا عذابِ آخرت یا پھر دونوں سے محفوظ رہنے کی آرزو کے معنی میں ہوتا ہے"۔ اس کے بعد شارع مقدس نے اس لفظ کو بشارت اور تحیت کے عوض سلامتی سے قرار دیا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ شارع مقدس نے فقط "السلام" کو کیوں انتخاب فرمایا اور اسے تحیت اور بشارت کے معنی کے، کیوں قرار دیا ہے؟ اس کے مختلف اسباب ہیں؟

(الف): ان معانی کے سبب جو فقط "السلام" میں پائے جاتے ہیں۔

(ب): یا اس لئے کہ یہ لفظ (السلام) اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اسماء میں شمار ہوتا ہے۔ برکت کے

https://downloadshiabooks.com/

عنوان سے اس کا انتخاب کیا ہے۔ اسلام سے پہلے یہ تحیت کے معنی میں بہت کم استعمال ہوتا تھا۔ دوسرے لفظ زیادہ استعمال ہوتے تھے۔ لیکن دین اسلام آنے کے بعد یہ فقط تحیت و سلام کے عنوان کے لئے مخصوص ہو گیا۔ لفظ اسلام مادہ سلام (سلامتی) سے اخذ ہوا ہے۔

لفظ "السلام" کو نکرہ بھی پڑھ سکتے ہیں اور معرفہ بھی۔ نکرہ کی صورت میں سلامٌ علیکم ہو گا جیسا کہ قرآن کریم میں ذکر ہوا ہے* اور معرفہ کی شکل "السلام" ہو گی اور شاید معرفہ کی شکل میں یہ استعمال معنی اور لفظ دونوں اعتبار سے نہایت خوبصورت ہو گا۔ اور اگر "السلام" سے اسمِ خدا کا ارادہ کیا جائے اس لئے کہ رحمت اور سلامتی خدا کے نام کی خصوصیت ہے یا اس سے ذات خداوند مقصود ہے کہ وہ سلامتی سے موصوف ہے تو اس کا معنی اس طرح ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ بعید ہے کہ جو چیزیں آپ کے لئے شائستہ و نیک نہیں ہیں وہ انہیں روا رکھے، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرتا رہے اور سختیوں اور دشواریوں کو آپ سے دور قرار دیتا رہے۔

یَا أَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ: اہل بیت علیہم السلام سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔ اس لئے کہ یہی لوگ خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت بھی انہیں کے گھر میں نازل ہوئی تھی۔ اور گھر والے گھر کی باتوں کو دوسروں کی نسبت زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ امام معصوم علیہ السلام نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آل محمد علیہم السلام کے لئے صدقہ حرام ہے[1]۔ حضرت امام صادق علیہ السلام سے جب "آل" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو

* وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ۔ (مریم – ۱۵/) وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ۔ (نمل – ۵۹)

[1] بحار الانوار، ج ۲۵، باب ۶ فی معنی آل محمد و اھل بیتہ۔۔۔ حدیث کا مضمون ہے، رقم ۲۰، ص ۲۲۱ نقل

https://downloadshiabooks.com/

فرمایا: آل، ذریتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہیں۔ اور جب آپ سے "اہل" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: اہل سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں[2]۔ اور کتاب "معانی الاخبار" میں منقول ہے کہ معصوم امام علیہ السلام سے جب آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: اس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان مراد ہے۔ اور اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: اس سے ائمہ معصومین علیہم السلام مقصود ہیں۔ اور کسی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: اس سے اصحاب عبا مراد ہیں۔ (مقصود اہل بیت اور حدیث کساء کی طرف اشارہ ہے)۔ اور پھر کسی نے امتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ تو فرمایا: یہ مومنین ہیں[3]۔

بعض صاحبان کمال اور عظیم المرتبت شخصیتوں نے آل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شناخت و معرفت کے سلسلہ میں ایک اور تحقیق پیش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: جو بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھتا ہے وہ "آل" میں شامل ہے۔ اور یہ دو طرح کے لوگ ہیں۔

۱) جو جسم اور شکل و صورت نیز نسب کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہوتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور وہ لوگ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسب و نسب سے نزدیک ہیں اور وہ آپکا اتباع کرتے ہیں۔ اور اسلام میں ان پر صدقہ حرام ہے۔

---

[1] از عیون اخبار الرضا علیہ السلام۔

[2] معانی الاخبار، باب معنی الآل والاہل والعترۃ والامۃ، رقم ۲، ص ۹۴۔

[3] وہی کتاب اور وہی باب، رقم ۳، ص ۹۴

https://downloadshiabooks.com/

۲) وہ افراد ہیں جو معنوی و روحانی طور سے آنحضرت ﷺ سے نسبت رکھتے ہیں، کہ لوگ پیغمبر اسلام ﷺ کے روحانی فرزندوں میں شمار ہوتے ہیں جیسے ایمان و عقیدہ پر ثابت قدم اولیاء اور چاہنے والے، یا علماءِ ربانی، حکماءِ الٰہی، جنہوں نے خاتم النبیین ﷺ کے چہرۂ پر نور کے چراغ سے نور علم و دانش حاصل کیا ہے۔

اور اس بات میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہے کہ دوسری قسم والے جو نسبت رکھتے ہیں وہ پہلے گروہ کے مقابلہ میں زیادہ درجہ رکھتے ہیں اور اگر کسی میں دونوں نسبتیں جمع ہو جائیں تو اسی کو نور علی نور کہا جاتا ہے۔ جس کی مثال ائمہ معصومین علیہم الصلاۃ و السلام ہیں جو آنحضرت ﷺ کے پاکیزہ خاندان بھی ہیں اور باب مدینۃ العلم بھی۔

جس طرح آنحضرت ﷺ کی حسبی و نسبی اولاد پر ظاہری صدقہ حرام ہے، اسی طرح پیغمبر ﷺ کے روحانی و معنوی اولاد پر صدقہ معنوی بھی حرام ہے یعنی اپنے آپ کو علوم الٰہی، اسلامی علوم و معارف اور احکام شریعت میں بیگانوں اور غیروں کے افکار و نظریات کا پابند بنانا۔

النبوۃ: لفظ نبوت اصل میں رفعت و بلندی کے معنی میں ہے اور آنحضرت ﷺ کو "نبی" کہا گیا اس لئے کہ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں آپ ﷺ کو بلندی اور شرافت حاصل تھی۔ "نبی" اس انسان کو کہتے ہیں جو بشر کے واسطہ کے بغیر خداوند کی طرف سے خبر دیتا ہے۔ خواہ صاحب شریعت ہو جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خواہ مستقل دین و شریعت نہ لایا ہو جیسے حضرت یحیٰ علیہ السلام۔ اور بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ: پیغمبر کو نبی اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے خبر دیتا ہے کہ لفظ نبی مادّہ "نبأ" سے اخذ ہوا ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

زرارہ ناقل ہیں: امام باقر عَلَیہِ السّلام سے آیت "وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا" (اور اسماعیل کو یاد کیجئے کہ وہ رسول اور نبی تھے) کے بارے میں سوال کیا کہ رسول کون ہے اور نبی کسے کہتے ہیں؟ امام عَلَیہِ السّلام نے فرمایا: نبی اسے کہتے ہیں جو عالم خواب میں فرشتۂ وحی کو دیکھتا ہے اور اس کی آواز بھی سنتا ہے مگر آنکھوں سے فرشتہ کو نہیں دیکھتا ہے۔ اور رسول اسے کہتے ہیں جو عالم خواب میں فرشتہ کو دیکھتا ہے، اس کی آواز سنتا ہے، اور آنکھوں سے دیکھتا بھی ہے۔ زرارہ ناقل ہیں: امام باقر عَلَیہِ السّلام سے امام کی عظمت و منزلت کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: امام اسے کہتے ہیں جو فرشتۂ وحی کی آواز کو سنتا ہے لیکن اسے عالم خواب و بیداری میں نہیں دیکھتا ہے۔ اس کے بعد امام عَلَیہِ السّلام نے آیۂ کریمہ "وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ" (ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول کو نہیں بھیجا) کی تلاوت فرمائی یعنی آپ سے پہلے رسول، نبی اور محدث نہیں بھیجا[۴]۔

امام رضا عَلَیہِ السّلام سے جب رسول، نبی اور امام میں فرق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: رسول اسے کہتے ہیں جس پر جبرئیل نازل ہوتے ہیں، وہ جبرئیل کی آواز سنتا ہے اور انہیں دیکھتا ہے اور اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور کبھی خواب میں رسول پر وحی ہوتی ہے جیسے حضرت ابراہیم عَلَیہِ السّلام کا خواب۔ لیکن نبی کبھی فرشتہ کی بات سنتا ہے اور کبھی خود فرشتۂ وحی کو دیکھتا ہے مگر اس کے کلام کو نہیں سنتا، اور امام اسے کہتے ہیں جو فرشتۂ وحی کے کلام کو سنتا ہے

---

[۴] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب الفرق بین الرسول و النبی و المحدث، رقم ۱، ص ۱۷۶۔

کلمہ "لا محدث" قرائت اہل بیت علیہم السلام میں آیا ہے اور اس باب کی روایت چہارم اس مطلب پر دلالت کرتی ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

مگر اسے دیکھتا نہیں ہے[۵]۔

ایک دوسری روایت میں حضرت امام باقر، امام صادق علیہما السلام سے نقل ہوا ہے کہ فرمایا: رسول اسے کہتے ہیں جس پر فرشتۂ وحی ظاہر ہوتا ہے اور وہ باہم گفتگو کرتے ہیں۔ اور نبی اسے کہتے ہیں جو عالم خواب میں فرشتۂ وحی کو دیکھتا ہے اور کبھی نبوت و رسالت ایک شخص میں جمع ہو جاتی ہے۔ اور محدث اسے کہتے ہیں جو فرشتہ کی آواز تو سنتا ہے مگر اس کی شکل نہیں دیکھتا۔ تو کسی نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خداوند عالم آپ کو نیک اور شائستہ قرار دے، انسان کو کیسے معلوم ہوگا کہ وہ جس چیز کو خواب میں دیکھ رہا ہے وہ حقیقت ہے، یا کوئی اور نہیں فرشتۂ الٰہی ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے شناخت و معرفت کی توفیق عنایت کر دی ہے[۶]۔

مَوْضِعَ الرِّسَالَةِ:

(موضع) کو نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو (اہل) پر عطف ہے۔ یعنی اہل بیت علیہم السلام علوم و اسرار انبیاء کے خزانہ دار ہیں۔ اس کا ایک اور معنی ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم نے رسالت کو اس خاندان میں قرار دیا ہے۔ مگر پہلا معنی زیادہ آشکار ہے۔

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں: جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شرفیاب ہوتا تھا اور گوشۂ تنہائی چاہتا تھا تو ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمرے سے باہر چلی جاتی تھیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں سوائے میرے کوئی نہیں رہتا تھا مگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہائی میں ملاقات کے لئے میرے گھر تشریف لاتے تھے تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور

---

[۵] وہی کتاب و باب، رقم ۲، ص ۱۷۶

[۶] وہی کتاب و باب، رقم ۳، ص ۱۷۶

https://downloadshiabooks.com/

میرے بیٹے کمرے سے باہر نہیں جاتے تھے[7]۔(اس نشست میں موجود رہتے تھے۔)

وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِکَۃِ:

یعنی ائمہ معصومین علیہم السلام فرشتوں کے نزول وصعود اور ان کے رفت و آمد کی جائگاہ ہیں۔ اور اس وفت و آمد کی وجہ یہ ہے کہ ملائکہ معصومین علیہم السلام سے علوم الہی، اسلامی معارف اور اسرار ملکوت کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے زانوئے ادب تہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ آل محمد علیہم السلام علم و دانش کے لحاظ سے فرشتوں سے برتر ہیں جس پر عقلی و نقلی دونوں دلیلیں موجود ہیں۔ حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے کہ: آسمان میں فرشتوں کی ستّر صفیں موجود ہیں جن کی تعداد کا عالم یہ ہے کہ اگر اہل زمین مل کر ان کی ہر صف کی عدد کا اندازہ لگانا چاہیں تو ہرگز شمار نہیں کرسکتے ہیں اور وہ سارے فرشتہ ہماری ولایت پر عقیدہ رکھتے ہیں[8]۔

شیعہ و سنی دونوں کے یہاں (جابر) سے نقل ہوا ہے: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے ہیں: خداوند عالم نے مجھے، علی، فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام کو ایک نور سے خلق فرمایا ہے۔ اس کے بعد اس نور کو فشار دیا جس سے ہمارے شیعہ خلق ہوئے ہیں۔ پھر ہم نے خدائے سبحان کی تسبیح کی تو ہمارے شیعوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد ہم نے اور ہمارے بعد ہمارے شیعوں نے خدا کی تقدیس و تہلیل کی، ہم نے خدا کی تمجید بجالائی اور اس کی وحدانیت کا قصیدہ پڑھا تو ہمارے شیعوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

اس کے بعد پروردگار عالم نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ملائکہ کو خلق فرمایا جو سو سال

---

[7] کافی، ج۱، کتاب فضل العلم، باب اختلاف الحدیث، رقم ۱، ص ۶۲۔

[8] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب فیہ نتف وجوامع من الروایۃ فی الولایۃ، رقم ۵، ص ۴۳۷۔

https://downloadshiabooks.com/

تک تسبیح و تقدیس کرنا نہیں جانتے تھے۔ ہماری اور ہمارے شیعوں کی تمجید و تقدیس اور تسبیح کے بعد فرشتوں نے بھی تسبیح و تمجید و تقدیس کرنا شروع کی۔ بس ہم نے اس وقت خدا کی وحدانیت کی پرستش کی جب کسی یکتا پرست کا وجود نہیں تھا[۹]۔

امام رضا علیہ السلام نے اپنے آبا و اجداد سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں مخلوقات خدا کا سردار ہوں، میں جبرائیل، میکائیل و اسرافیل اور عرش کو اٹھانے والے فرشتوں، بارگاہ خدا کے تمام مقرب فرشتوں اور تمام انبیاء و مرسلین سے برتر ہوں۔ میں صاحب حوض (کوثر) اور شفاعت کرنے والا ہوں۔ میں اور علی علیہ السلام اس امت کے باپ ہیں۔ جس نے ہمیں پہچانا اس نے خدا کو پہچان لیا اور جو ہمارا انکار کرے گا گویا اس نے خدا کا انکار کیا ہے۔ اور اولاد علی علیہ السلام کے دو سبطِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام) جوانان جنت کے دو سردار ہیں۔ اور امام حسین علیہ السلام کی نسل سے نو فرزند امام ہیں، جن کی اطاعت میری اطاعت اور ان کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ اور امام حسین کی نسل سے نواں فرزند قائم اور مہدی ہو گا، بیشک تمام ملائکہ و فرشتے ہمارے اور ہمارے دوستوں کے خدمت گذار ہیں"[۱۰]۔ (تا آخرِ حدیث)

ممکن ہے ائمہ معصومین علیہم السلام کی بارگاہ میں فرشتہ کا نزول و صعود اور رفت و آمد ان کی بارگاہ سے برکت و شرافت کا فیض حاصل کرنے کے لئے ہو۔ اور ان کے بابرکت حضور کی لذت بخش ہم نشینی کی خاطر ہو۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور سبب ہو جیسے ملائکہ، انبیاء کے لئے خداوند

---

[۹] کشف الغمہ، ج ۲، فی فضائل فاطمۃ علیہا السلام، ص ۴۵۸۔

[۱۰] کمال الدین، ج ۱، باب ۲۴، رقم ۷، ص ۲۶۱۔

https://downloadshiabooks.com/

عالم کی جانب سے جدید خبریں لاتے ہیں۔ تو اس طرح انبیاء محدّثوں (جن سے کلام کیا جائے) میں قرار پائے۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ فرمایا: لوگ ہم اہل بیت کی سرزنش و ملامت نہ کریں۔ اس لئے کہ خدا کی قسم ہم ہی نبوت کے تناور درخت ہیں، ان کے علوم اور رحمت کے خزانہ دار، اور ملائکہ کی رفت و آمد کی جائگاہ ہیں[1]۔

امام صادق علیہ السلام اپنے آبا و اجداد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہم اہل بیت علیہم السلام شجرۂ نبوت، فرشتوں کی رفت و آمد و رسالت کی جائگاہ، منزلِ رحمت، کلیدِ حکمت اور خداوند متعال کے علوم و اسرار کا خزانہ ہیں۔ ہم بندگان خدا کے درمیان خدا کی امانت ہیں۔ ہم اللہ سبحانہ تعالیٰ کے عظیم اور بزرگ ترین حرم ہیں۔ ہم خدا کے عہد و میثاق ہیں۔ پس جس نے ہمارے عہد کو پورا کیا اس نے خدا کے عہد کو ادا کیا ہے اور جس نے ہماری زیارت بجا لائی اس نے خدا کے ساتھ عہد و پیمان کو انجام دیا[2]۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے "مسمع کردین" سے فرمایا: تم ایسے بلند مرتبہ، شائستہ قوم اور گروہ میں غذا تناول کر رہے ہو کہ جن کے فرش پر ملائکہ بیٹھ کر محو گفتگو ہوتے ہیں۔ مسمع کردین نے عرض کیا: کیا فرشتے آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے کے سر پر دست مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا: ہمارے فرزندوں کے لئے ملائکہ ہم سے زیادہ مہربان

---

[1] کافی، ج ا، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ معدن العلم و شجرۃ النبوۃ و مختلف الملائکۃ، رقم ا، ص ۲۲۱۔

[2] کافی، ج ا، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ معدن العلم و شجرۃ النبوۃ و مختلف الملائکۃ، رقم ۲و۳، ص ۲۲۱
اس مقام پر دونوں حدیثوں کا متن قابل تأمل ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

ہیں[۱۳]۔

ایک صحیح روایت میں ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ: میں علی ابن الحسین زین العابدین علیہما السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا، کچھ دیر مجھے باہر رکنا پڑا پھر میں اندر داخل ہوا دیکھا حضرت علیہ السلام کوئی چیز چن کر پردہ کے اندر ہاتھ سے ان کو دے رہے ہیں جو گھر میں موجود ہیں میں نے عرض کیا: یہ کیا چیز ہے جسے آپ چن رہے ہیں؟ فرمایا: یہ ملائکہ کے پروں کے نکلے ہوئے پر ہیں، ان کے جانے کے بعد جب ہم خلوت میں ہوتے ہیں تو ان کو جمع کر کے اطفال کے لئے تعویذ بناتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: میری جان آپ پر قربان! کیا وہ آپ کے پاس آتے ہیں؟ فرمایا: ہم اپنے تکیوں سے حرکت نہیں کر پاتے کہ وہ آجاتے ہیں[۱۴]۔

ایک اور معتبر حدیث میں علی بن ابی حمزہ نے امام رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے: جو فرشتہ زمین پر کسی امر کے لئے اترتا ہے تو وہ سب سے پہلے خدمت امام علیہ السلام میں آتا ہے اور اس امر کو امام کے سامنے پیش کرتا ہے اور بیشک خدا کی طرف سے ملائکہ امام وقت کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں[۱۵]۔

وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ

"مہبط" مسجد کے وزن پر ہے۔ یعنی نزول وحی کی جگہ۔ "باء" کو زیر اور زبر دونوں پڑھا گیا ہے۔ وحی الہام و اعلان رسالت کے معنی میں ہے۔ اور مہبط وحی کا معنی تو واضح ہے۔ ہاں جو

---

[۱۳] کافی، ج۱، باب ان الائمۃ تدخل الملائکۃ بیوتھم وتطأبسطھم وتأتیھم بالاخبار، رقم۱، ص۳۹۳۔

[۱۴] وہی کتاب وباب، رقم۳، ص۳۹۳۔

[۱۵] وہی کتاب وباب، رقم۴، ص۳۹۴۔

https://downloadshiabooks.com/

بات قابلِ وضاحت ہے وہ یہ کہ اہل بیت علیہم السلام نزول وحی کی جگہ ہیں۔ اس سے کیا مراد ہے؟ اس کی مراد یا تو اس وجہ سے انہیں نزول وحی کی جگہ کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی نازل ہوتے وقت خانۂ اہل بیت علیہم السلام میں ہوتے تھے جیسا کہ ''صاحب دیلم'' سے نقل ہوا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس وقت سنا جب آپ کے پاس کچھ لوگ کوفہ کے بیٹھے ہوئے تھے، مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے تمام علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اور ہدایت پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام نے ان سے علم حاصل نہیں کیا۔ جب کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام اور ان کی ذریت ہیں۔ ہمارے گھروں میں وحی نازل ہوئی۔ اور لوگوں کو ہمارے گھر سے علم حاصل ہوا ہے۔ (تو) کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے تو علم حاصل کیا اور ہدایت پائی اور ہم جاہل رہے۔ اور گمراہ بنے رہے، یہ امر محال ہے اور قابل قبول نہیں ہے[16]۔

''حکم بن عیینہ'' سے روایت نقل ہوئی ہے: امام حسین علیہ السلام جب ''ثعلبیہ'' کے راستہ سے کربلا جارہے تھے تو ایک شخص نے حضرت سے ملاقات کی۔ اور آپ کی خدمت بابرکت میں شرف یاب ہو کر سلام کیا، حضرت علیہ السلام نے دریافت فرمایا۔ کہاں کے رہنے والے ہو؟ عرض کیا: کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے برادر کوفی! اگر مدینہ میں ملاقات ہوتی تو اپنے گھر نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے نزول اور جبرئیل کے آنے جانے کے نشانات دکھاتا۔ اے برادر کوفی! (کیا خیال ہے؟) جو لوگ ہمارے علم و دانش کے چشمہ سے سیر اب ہوئے ہیں وہ دانا و صاحب علم ہیں اور ہم نادان ہیں؟ یہ غیر ممکن محال اور قابلِ قبول نہیں ہو

---

[16] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انّ مستقی العلم من بیت آل محمد علیهم السلام، رقم ۱، ص ۳۹۸۔

https://downloadshiabooks.com/

سکتا ہے[۱۷]۔

ممکن ہے ائمہ طاہرین علیہم السلام پر (مہبط وحی) نزول وحی کا اطلاق اس سبب سے ہو کہ ان کے لئے وحی نازل ہوتی ہے اور شب قدر یا دیگر اوقات میں دین و شریعت کے احکام کے علاوہ جیسے غیب یا دوسری خبریں لے کر فرشتے آتے ہیں اور ان سے بیان کرتے ہیں۔ اس مقام پر کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ خداوند عالم نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدست دین کو کامل کر دیا ہے۔ اور حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں کو امیر المؤمنین علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام نے اپنے تمام فرزندوں کو تعلیم فرما دیا ہے۔ اس لئے کہ اگر ائمہ معصومین علیہم السلام کے لئے احکام و شریعت لیکر فرشتہ کے نزول وحی کو فرض بھی کر لیا جائے پھر بھی اس میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے گذشتہ احکام کی تکرار تاکید کی خاطر ہو کہ اور زیادہ واضح و آشکار ہو جائیں (کیونکہ ان کی تشریح و وضاحت کا وظیفہ تو انہیں کے پاس ہے) اور اس بات پر متعدد روایتیں بھی دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ اصول کافی میں محمد بن مسلم سے نقل ہوا ہے وہ کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں "محدث" کا ذکر ہوا کہ محدث کسے کہتے ہیں؟ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: محدث اسے کہتے ہیں جو فرشتہ کی آواز سنتا ہے مگر خود فرشتہ کو نہیں دیکھتا ہے، تو میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو نیکی عطا فرمائے! انسان کو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام فرشتہ کا کلام ہے (کسی اور کا نہیں ہے؟) فرمایا: محدث کے لئے نزول وحی کے وقت خداوند متعال آرام و سکون اور ایسا وقار عطا فرماتا ہے جس سے

---

[۱۷] وہی کتاب و باب، رقم ۲، ص ۳۹۸۔

https://downloadshiabooks.com/

معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کلام فرشتہ کا کلام ہے[۱۸]۔ (یعنی جب وہ وحی نازل کر سکتا ہے تو اسے عنوانِ وحی کے ادراک کی توفیق بھی دے سکتا ہے۔ مترجم)

امام کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: ہم ائمہ کے پاس تین طرح کا علم ہوتا ہے: ماضی، غابر، حادث۔ ماضی: بیان شدہ علم کو کہتے ہیں۔ غابر: لکھے ہوئے علم کو کہتے ہیں اور حادث: وہ علم جو دلوں میں القاء (دل میں کوئی بات ڈالنے) اور کان میں صدا آنے کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ ہمارا سب سے برتر علم ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا[۱۹]۔

حرث بن مغیرہ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: آپ کے پاس جو علم ہے اس کے بارے میں آگاہ کیجئے؟ فرمایا: ہمیں علم وراثت سے حاصل ہوتا ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے ملا ہے۔ میں نے کہا: ہم نے سنا ہے کہ ائمہ علیہم السلام کے دلوں میں علم القاء ہوتا ہے اور کانوں میں آواز کے ذریعہ عطا کیا جاتا ہے۔ فرمایا: یہ بھی صحیح ہے[۲۰]۔

دوسری جگہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ ہم ائمہ کو علم، غابر، مذبور اور دلوں میں القاء اور کانوں میں صدا آنے کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ غابر یعنی ہم سے قبل والوں کا علم، مذبور وہ علم جسے ہم دریافت کرتے ہیں۔ لیکن قلب میں القاء سے خداوند عالم کی طرف

---

[۱۸] کافی، ج ۱، باب انّ الائمۃ علیہم السلام محدثون مفهّمون، رقم ۴، ص ۲۷۱۔

[۱۹] کافی، ج ۱، باب جہات علوم الائمۃ علیہم السلام، رقم ۱، ص ۲۶۴

[۲۰] کافی، ج ۱، باب جہات علوم الائمۃ علیہم السلام، رقم ۲، ص ۲۶۴

https://downloadshiabooks.com/

سے الہام مراد ہے، لیکن کانوں میں آواز کا آنا یہ جبرئیل کا کام ہے[۲۱]۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ: خداوند عالم شب قدر کے بارے میں فرماتا ہے: "اس رات میں تمام حکمت و مصلحت کے امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے"[۲۲] اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس رات میں ہر امر محکم نازل ہوتا ہے اور محکم ایک چیز ہے، دو چیز نہیں ہے (یعنی اس میں دو طرح کے مختلف فیصلے نہیں ہوتے) لہذا اگر کوئی فیصلہ کرے اور اس میں اختلاف نہ ہو تو گویا اس کا فیصلہ حکم خدا سے اخذ ہوا ہے اور اگر حکم کے بعد اختلاف ہو اور وہ خود کو اس میں حق بجانب سمجھے تو گویا شیطان اور طاغوت کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور شب قدر میں اولو الامر (معصوم علیہ السلام) کے لئے سال بھر کے امور کا حکم لے کر (فرشتہ) نازل ہوتا ہے کہ کون سا امر خود اس کے لئے اور کون سا حکم لوگوں کے لئے ہے۔ اسی طرح ہر روز خاص اور مخفی، عجیب اور خدا کے نزدیک ذخیرہ علم کو اسی طرح ولی امر کے لئے بیان کرتا ہے جیسے شب قدر میں نازل ہوتا ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی[۲۳]:

ولو انما فی الارض (لقمان۲۷)

(اور اگر روی زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر کا سہارا دینے کے لئے سات سمندر اور آجائیں تو بھی کلمات الہی تمام ہونے والے نہیں ہیں، بیشک اللہ صاحب عزت بھی ہے اور صاحب حکمت بھی ہے۔)

---

[۲۱] کافی، ج۱، باب جہات علوم الائمۃ علیہم السلام، رقم۳، ص۲۶۴

[۲۲] سورۂ دخان، آیۃ۴۔

[۲۳] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب فی شأن انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، رقم۳، ص۲۴۸۔

https://downloadshiabooks.com/

اور امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلام فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی علیہ السلام ہمیشہ فرماتے تھے: دو فرد "عدوی" اور "تمیمی"[۲۴] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریہ و خشوع کے عالم میں سورۂ "انا انزلناہ" کی تلاوت کر رہے تھے۔ دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سورہ میں کونسی چیز ہے جس کی بنا پر گریہ اور خشوع کی حالت پیدا ہوئی ہے؟ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری یہ حالت اس چیز کی بنا پر ہے جسے میرے قلب اور آنکھ نے دیکھا ہے اور میرے بعد علی عَلَیہِ السَّلام کا دل اور آنکھ دیکھے گی۔ کہنے لگے: آخر وہ کونسی چیز ہے جسے آپ نے دیکھا ہے اور علی عَلَیہِ السَّلام بھی دیکھیں گے؟ تب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاک پر اس طرح لکھا: ملائکہ اور روح (جبرئیل) اس رات میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر لیکر نازل ہوتے ہیں اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا: کیا اس کے بعد بھی کہ خداوند متعال نے فرمایا "کل امر" (ہر امر کو) نازل کر دیا ہے کوئی چیز باقی رہ جاتی ہے؟ کہنے لگے: نہیں۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بھی جانتے ہو کہ خداوند عالم اس امر کو کس پر نازل فرماتا ہے؟ کہنے لگے: آپ پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فرمایا: ہاں صحیح ہے۔ کیا میرے بعد بھی شب قدر آئے گی؟ دونوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تو کوئی چیز شب قدر میں نازل ہو گی؟ جواب دیا: ہاں۔ فرمایا: تو کیا جانتے ہو وہ کس پر نازل ہو گی؟ جواب دیا: نہیں معلوم۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درحالانکہ اپنے دست مبارک میں میرے سر کو لئے ہوئے تھے فرمایا: اگر نہیں جانتے تو جان لو کہ میرے بعد اس شخص پر وحی نازل ہو گی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات

---

[۲۴] اس سے مراد خلیفۂ اول و دوم ہیں، کہ پہلا قبیلۂ بنی عدی اور دوسرا قبیلۂ بنی تیم سے تھا۔

https://downloadshiabooks.com/

کے بعد یہ دونوں شب قدر کی عظمت و منزلت کو بخوبی جانتے تھے۔ اس لئے کہ ان کے دلوں میں اس سے متعلق خوف وڈر اور رعب طاری ہو جاتا تھا[۲۵]۔

ایک مقام پر امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: اے شیعوں! احتجاج کے مقام میں سورۂ انا انزلناہ کے ذریعہ استدلال کیا کرو۔ تاکہ کامیاب رہو۔ اس لئے کہ خدا کی قسم پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد یہ سورہ مخلوقاتِ خدا پر خدا کی حجت ہے اور یہ سورہ تمہارے دین (و عقائد) کے لئے بڑی عظمت و معرفت کا حامل ہے۔ یہ سورہ ہم اہل بیت علیہم السلام کے علوم کی انتہاء ہے۔ اے شیعوں! "حٰمٓ وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ إِنَّآ أَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ" (حم روشن کتاب کی قسم! ہم نے اس قرآن کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے۔ ہم بیشک عذاب سے ڈرانے والے تھے۔) سے (بھی) استدلال کرو اس لئے کہ یہ سورہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد ائمہ علیہم السلام اور دین کے حاکم سے مخصوص ہے[۲۶]۔ (تا آخرِ حدیث)

وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ:

معدن "دال" زیر کے ساتھ مجلس کے وزن پر ہے۔ یعنی ائمہ علیہم السلام معدن رحمت اور عطاؤں کا خزانہ ہیں۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام کو معدن رحمت کہا گیا ہے یہ اس لئے کہ:

۱) یا تو ان کا مبارک وجود خداوند عالم کی عام و خاص رحمت کے نزول کا سبب ہے۔ حتی بارش اور رزق بھی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ انہیں چیزوں کے لئے سببِ رحمت ہیں جو چیزیں رحمتِ خدا قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ جیسا کہ

[۲۵] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب فی شأن انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، رقم۵، ص۲۴۹۔

[۲۶] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب فی شأن انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، رقم۶، ص۲۴۹۔

https://downloadshiabooks.com/

"لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ" (اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نہ ہوتے تو ہرگز افلاک کو خلق نہ کرتا) اور دوسری حدیثیں اسی مطلب پر گواہ ہیں[27]۔

۲) یا اس کا سبب یہ ہو کہ اگر ائمہ معصومین علیہم السلام روئے زمین پر نہ ہوتے تو زمین اپنی آبادی کے ساتھ نابود ہو جاتی[28]۔

ابو حمزہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں: کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ فرمایا: اگر زمین بغیر امام کے ہو گی تو نابود ہو جائے گی[29]۔

محمد بن فضیل سے روایت ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا: کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کیا: ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ "اگر زمین بغیر امام کے ہو گی تو یقیناً خداوند عالم زمین یا بندوں پر غضب نازل کر دے گا"۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر امام نہ ہو گا تو زمین باقی نہیں رہ سکتی، تباہ و برباد ہو جائے گی[30]۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر ایک لمحہ کے لئے بھی زمین سے امام کو جدا کر لیا جائے تو

---

[27] بحار الانوار، ج ۱۵، باب ۱، رقم ۴۸، ص ۲۸۔۔۔وعزتی وجلالی لولاك لما خلقت الافلاك۔
اربعین، شہید اول، طبع مدرسۃ الامام مہدی علیہ السلام (قم)، رقم ۳۱، ص ۷۱: امّا النبوۃ فلمحمد عبدی و رسولی، وامّا الإمامة فلعلی حجّتی و ولیّی، ولولاھما ما خلقت خلقی۔۔۔۔ ص ۷۳ کے حاشیہ میں اس حدیث کے اور مأخذ بیان کئے گئے ہیں جو معانی الاخبار ص ۳۵۰ اور علل الشرائع ج ۱، ص ۱۷۳ سے اخذ ہوا ہے۔ آقا سید میر جہانی نے اپنی کتاب الجنت العاصمہ فی تاریخ فاطمہ کے ص ۱۴۸، ۱۵۰ میں اس حدیث کو کتاب کشف اللآلی تألیف صالح بن عرنوس حلی (متوفی ۸۴۰) جو خطی نسخہ ہے، نقل کیا ہے۔ ابن عرنوس قرن نہم کے علمائے شیعہ ہیں جن کی تفصیل الغدیر ج ۷ میں درج ہے۔

[28] رجوع کریں: کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الارض لا تخلو من حجۃ، ص ۱۷۸۔

[29] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الارض لا تخلو من حجۃ، رقم ۱۰، ص ۱۷۹۔

[30] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الارض لا تخلو من حجۃ، رقم ۱۱، ص ۱۷۹۔

https://downloadshiabooks.com/

زمین اپنی آبادی کو اسی طرح تباہ کر دیتی (دھنس جاتی) جس طرح سمندر اپنے اندر لوگوں کو نگل لیتا ہے[31]۔

۳) ممکن ہے انہیں معدن رحمت اس لئے کہا گیا کہ وہ خداوند متعال کی عطاو بخشش کے مظاہر اور جلوہ گاہِ رحمت ہیں۔ اس لئے کہ لوگوں پر ائمہ طاہرین علیہم السلام کا لطف و کرم اور اپنے جد کی امت خصوصاً اپنے چاہنے والوں کے لئے حد درجہ بلکہ انتہائی درجہ سے بھی بڑھ کر محبت و شفقت نظر آتی ہے۔ (وہ لوگوں کے ماں باپ سے بھی زیادہ اپنے چاہنے والوں کے لئے مہربان ہوتے ہیں۔)

وَخُزَّانَ الْعِلْمِ:

یعنی تمام آسمانی کتابوں اور اللہ تعالیٰ کے اسرار نیز تمام حقیقی و واقعی علم و دانش ائمہ معصومین علیہم السلام کے پاس ذخیرہ کیا گیا ہے۔ اہل بیت علیہم السلام راسخون فی العلم اور تاویل قرآن کے عالم ہیں، وہ فصل الخطاب ہیں یعنی ان کا کلام آخری کلام اور حق کو باطل سے الگ کر دینے والا ہے۔

ابو بصیر سے نقل ہوا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہم (اہل بیت علیہم السلام) راسخون علم اور تاویل قرآن سے آگاہ ہیں[32]۔

امام محمد باقر علیہ السلام یا امام جعفر صادق علیہ السلام سے یزید بن معاویہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے

[31] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الارض لا تخلو من حجۃ، رقم ۱۲، ص ۱۷۹۔

[32] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الراسخین فی العلم هم الائمۃ علیهم السلام، رقم ۱، ص ۲۱۳۔

https://downloadshiabooks.com/

آیت قرآن "وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهُ إِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ" (آل عمران ۷) (اس کی تاویل سوائے خدا اور جو راسخون فی العلم ہیں کوئی نہیں جانتا) کی تفسیر میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راسخون فی العلم کے سب سے پہلے درجہ پر فائز ہیں۔ اس لئے کہ خداوند عالم نے وہ تمام چیزیں جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی ہیں خواہ تنزیل ہو یا تاویل ان سب کی تعلیم انہیں دے دی ہے۔ خداوند عالم نے کوئی چیز نازل نہیں فرمائی جس کی تاویل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ جانتے ہوں۔ اسی طرح ان کے جانشین اور ہادیان برحق تمام امور کی تاویل و تفسیر سے آگاہ ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیہ السلام نے فرمایا: قرآن میں عام، خاص، محکم، متشابہ، ناسخ اور منسوخ کی آیتیں بھی ہیں اور راسخون فی العلم ان سب سے آگاہ ہیں[۳۳]۔

ایک دوسری روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ فرمایا: امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہما السلام اور ان کے بعد ائمہ طاہرین علیہم السلام راسخون فی العلم ہیں[۳۴]۔

ابو بصیر نے امام محمد باقر علیہ السلام کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ امام علیہ السلام آیہ "بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُوْرِ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ" (عنکبوت ۴۹) (بلکہ یہ کتاب روشن آیتوں کا مجموعہ ہے جو صاحبان علم کے سینہ میں موجود ہے) کے بارے میں اپنے سینۂ مبارک کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمارہے تھے[۳۵]۔

---

[۳۳] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب ان الراسخین فی العلم ھم الائمۃ علیھم السلام، رقم ۲، ص ۲۱۳۔

[۳۴] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب ان الراسخین فی العلم ھم الائمۃ علیھم السلام، رقم ۳، ص ۲۱۳۔

[۳۵] کافی، ج۱، باب ان الائمۃ قد اوتوا العلم و اثبت فی صدورھم، رقم ۱، ص ۲۱۳۔

https://downloadshiabooks.com/

امام جعفر صادق عَلَیہِ السّلام سے روایت ہے: ائمہ علیہم السلام صاحبان علم ہیں[36]۔

ابو بصیر مذکورہ بالا آیت کے بارے میں امام محمد باقر عَلَیہِ السّلام سے روایت بیان کرتے ہیں: امام عَلَیہِ السّلام نے فرمایا: اے ابو محمد! خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ جو اس آیت میں فرماتا ہے اس سے آگاہ رہو۔ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں، اس آیت میں کس کے بارے میں بتایا جارہا ہے؟ فرمایا: ہم اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے سوا کون اس آیت میں مراد ہو سکتا ہے[37]۔

فضل بن یسار ناقل ہیں کہ امام جعفر صادق عَلَیہِ السّلام سے میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: حضرت علی عَلَیہِ السّلام کے اندر ہزار انبیائے الٰہی کی سنتیں جمع تھیں، خداوند عالم نے حضرت آدم عَلَیہِ السّلام کے ہمراہ جو علم روئے زمین پر بھیجا تھا وہ نابود نہیں ہوا، کوئی علم صاحب علم کے جانے سے ختم نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ ایک نسل سے دوسری نسل تک بذریعہ وراثت منتقل ہوتا رہتا ہے[38]۔

عبد اللہ بن جندب ناقل ہیں کہ امام رضا عَلَیہِ السّلام نے ایک خط میں انہیں تحریر فرمایا: اما بعد! بیشک حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان خدا کے امین تھے۔ ان کی وفات کے بعد ہم اہل بیت علیہم السلام ان کے وارث ہیں۔ پس ہم ہی زمین پر خداوند عالم کے امانت دار ہیں۔ حادثات و واقعات، اموات، اور انساب کا علم ہمارے پاس ہے۔ اسلام کا آغاز اور ابتداء ہم ہی ہیں۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر اس کے ایمان و نفاق کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔

---

[36] کافی، ج۱، باب ان الائمۃ قد اوتوا العلم واثبت فی صدورھم، رقم ۲، ص ۲۱۴۔

[37] کافی، ج۱، باب ان الائمۃ قد اوتوا العلم واثبت فی صدورھم، رقم ۳، ص ۲۱۴۔

[38] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام ورثۃ العلم یرث بعضھم بعضا العلم، رقم ۴، ص ۲۲۲۔

https://downloadshiabooks.com/

ہمارے چاہنے والوں اور ان کے آباو اجداد کے اسماء درج ہیں۔ خداوند عالم نے ہم سے اور ان سے عہد و پیمان لیا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہیں اور ہماری جگہ میں قرار دیے جائیں گے۔ ہمارے اور ہماری اطاعت گذاروں کے سواء کوئی مسلمان نہیں ہے۔ ہم عظیم اور کامیاب و کامران ہیں۔ ہم انبیائے گذشتہ سے برتر ہیں۔ ہم جانشینانِ انبیاء کے فرزند ہیں۔ قرآن کریم میں خاص طور سے ہمیں یاد کیا گیا ہے۔ قرآن اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے ہم لوگوں کے درمیان سب سے برتر ہیں۔ خداوند عالم نے اپنے دین کو ہمارے لئے جعل (تشریع) کیا ہے، جہاں ارشاد فرماتا ہے: ”شَرَعَ لَکُمۡ مِنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوۡحاً“ (شوری ۱۳) (دین وآئین کو تمہارے لئے تشریع کیا جس کی تاکید نوح علیہ السلام کو کی تھی) اور خداوند عالم نے جن چیزوں کی تاکید حضرت نوح علیہ السلام کو کی تھی ہمیں بھی اس کی تاکید فرمائی۔ ”وَالَّذِیۡ اَوۡحَیۡنَا اِلَیۡکَ وَمَا وَصَّیۡنَا بِہٖ اِبۡرَاہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسٰی“ (شوری ۱۳) (جن چیزوں کی وحی آپ کی طرف کی ہے ان کی ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی تاکید کی ہے) بیشک ہم نے علم انبیاء سیکھا ہے اور اسے دوسروں تک پہونچایا ہے۔ اور وہ علم ہمارے پاس بطور امانت سپرد کیا گیا ہے۔ ہم اولو العزم انبیاء کے وارث ہیں۔ ”اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ“ (شوری ۱۳) (کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دین خدا کو قائم کرو، اور اس میں اختلاف ایجاد نہ کرو، اور ہمیشہ متحد رہو۔) تا آخرِ حدیث[۳۹]

[۳۹] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام ورثوا علم النبی وجمیع الانبیاء والاوصیاء الذین من قبلھم، رقم ۱، ص ۲۲۳۔

https://downloadshiabooks.com/

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امام محمد باقر علیہ السلام کی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روئے زمین پر سب سے پہلے جانشین جناب آدم علیہ السلام کے بیٹے "ہبۃ اللہ" تھے، دنیا سے کوئی پیغمبر علیہم السلام اپنا جانشین معین کئے بغیر نہیں گذرا ہے۔ تمام انبیاء کی تعداد ۱۲۴۰۰۰ ر ہے جن میں پانچ اولوالعزم پیغمبر علیہم السلام ہیں (جناب نوح علیہ السلام، جناب ابراہیم علیہ السلام، جناب موسیٰ علیہ السلام، جناب عیسیٰ علیہ السلام اور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور علی ابن ابی طالب علیہما السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہبۃ اللہ کی منزلت رکھتے تھے۔ ان کے پاس تمام جانشینوں کا علم موجود ہے۔ اور تمام لوگ جو ان سے پہلے گذرے ہیں ان کا علم وراثت میں حاصل کیا ہے۔ اور آگاہ ہو جاؤ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام اور ان سے پہلے آنے والے لوگوں کے علوم کو وراثت کے ذریعہ حاصل کیا ہے[۴۰]۔ (تا آخرِ حدیث)

مفضل نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت میں نقل کیا ہے کہ فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام نے داؤد سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے اور ہم اہل بیت علیہم السلام نے ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم کو میراث میں پایا ہے۔ اور توریت، انجیل، زبور اور جو کچھ الواح میں درج تھا ان سب کا علم ہمارے پاس موجود ہے۔ مفضل ناقل ہیں: میں نے دریافت کیا: کیا یہی وہ علم ہے جنہیں خداوند عالم نے آپ کو عطا فرمایا ہے؟ فرمایا: نہیں۔ وہ علم تو ان چیزوں کا ہے جو ہمیں ہر لحظہ اور ہر روز الہام ہوتا ہے[۴۱]۔

---

[۴۰] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام ورثوا علم النبی و جمیع الانبیاء و الاوصیاء الذین من قبلھم، رقم ۲، ص ۲۲۴۔

[۴۱] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام ورثوا علم النبی و جمیع الانبیاء و الاوصیاء الذین من قبلھم، رقم ۳، ص ۲۲۴-۲۲۵۔

https://downloadshiabooks.com/

ضریس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ: جناب داؤد علیہ السلام نے اپنے سے ما قبل انبیاء علیہم السلام کے علم کو میراث میں حاصل کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے داؤد علیہ السلام سے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے ارث میں حاصل فرمایا اور ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے، موسیٰ علیہ السلام کی الواح سب ہمارے پاس ہے۔ ابو بصیر نے عرض کیا: کیا یہ آپ کا وہی علم خداوندی ہے؟ فرمایا: اے ابو محمد! یہ وہ علم نہیں ہے، وہ علم تو ہر روز اور ہر ساعت شب و روز میں الہام ہوتا رہتا ہے[۴۲]۔

راوی ابراہیم نے اپنے باپ سے انہوں نے امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ پر قربان! مجھے ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں آگاہ کیجئے کیا وہ گذشتہ تمام انبیاء علیہم السلام کے وارث تھے؟ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: آدم علیہ السلام سے اپنے زمانہ تک کے (نبی کے وارث) تھے؟ (یعنی اپنے سے قبل نبی) فرمایا: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خداوند عالم کے تمام فرستادہ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔ میں نے پوچھا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکم خدا سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ فرمایا: صحیح کہتے ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی تمام پرندوں کی زبان جانتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان تمام معجزوں کو انجام دینے پر قدرت رکھتے تھے۔ اس کے بعد حضرت علیہ السلام نے فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے جب پرندوں کے جھنڈ میں ہدہد کو نہ دیکھا تو اس کے بارے میں

---

[۴۲] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام ورثوا علم النبی و جمیع الانبیاء و الاوصیاء الذین من قبلہم، رقم ۴، ص ۲۲۵۔

https://downloadshiabooks.com/

فکر مند نظر آئے اور فرمایا: "فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ" (نمل ۲۱/) (سلیمان علیہ السلام نے کہا: کیوں ہدہد نظر نہیں آرہا ہے؟ یا وہ غائب ہو جانے والوں میں ہے) اس کے بعد یہ ہدہد پر غضب ناک ہوئے اور فرمایا: " لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ" (نمل ۲۲/) (میں اسے ضرور بالضرور شدید عذاب دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا۔ یا پھر اپنے غائب ہونے کی واضح دلیل لے کر آئے۔) جناب سلیمان علیہ السلام کی ناراضگی کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہدہد پرندہ جو محض پرندہ ہی تھا۔ وہ جناب سلیمان علیہ السلام کو ہوا کے ذریعہ روئے زمین پر پانی کے موجود ہونے کی رہنمائی کرتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کے ذریعہ خبر ہوتی تھی۔ جبکہ ہوا، چیونٹی، جن وانس، شیاطین، سب کے سب ان کے فرماں بردار تھے۔ اس کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا کے ذریعہ زمین پر پانی کے موجود ہونے کا پتا نہیں چلتا تھا۔ مگر ہدہد پرندہ کو اس کا علم ہوتا تھا۔ ہاں قرآن اسی سلسلہ میں فرماتا ہے: "أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ" (رعد ۳۱/) (اگر کوئی قرآن ایسا ہو جس سے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے حرکت دی جا سکے یا زمین کی مسافت طے کی جا سکے، یا مردوں سے کلام کیا جا سکے (تو وہ یہی با اعجاز قرآن ہے)) اور ہم اہل بیت علیہم السلام اس قرآن کے وارث ہیں جس میں پہاڑوں کی جنبش، شہروں کے راستے اور مردوں کے زندہ کئے جانے کے اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ ہم اہل بیت علیہم السلام تمام روئے زمین پر بہتے ہوئے پانی و چشمہ سے آگاہ ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد آیتیں ہیں جن میں ذکر ہوا ہے کہ کوئی امر بغیر اذن پروردگار کے انجام نہیں پاتا جب کہ خداوند عالم نے گذشتہ انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کے بدست لوگوں کے لئے معجزے ظاہر کئے

https://downloadshiabooks.com/

ہیں۔ خداوند عالم نے ام الکتاب کے ان تمام علوم کو ہم ائمہ علیہم السلام کو عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے: " وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ " (زمین و آسمان میں کوئی موجود پوشیدہ نہیں ہے مگر کتاب مبین میں درج ہے۔ نمل- ۷۶/۲۷)

اس کے بعد ذکر ہوا ہے: "أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا" (پھر ہم نے اپنے برگزیدہ بندوں کو اس کتاب کا وارث بنایا ہے فاطر - ۳۲/۳۵)۔ پس ہم ہی خداوند عالم کے برگزیدہ بندے ہیں، ہم ہی کو خدائے تعالیٰ نے اس قرآن کا وارث قرار دیا ہے جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے[۴۳]۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میں قرآن حکیم کا آغاز سے انجام تک کا علم رکھتا ہوں۔ یعنی آسمان و زمین کی باتیں اور وہ تمام چیزیں جو رونما ہو چکی ہیں اور ظاہر ہونے والی ہیں سب کا علم میرے پاس ہے۔ خداوند فرماتا ہے[۴۴]: ہم نے اس آسمانی کتاب کو آپ پر نازل کیا ہے جو تمام چیزوں کو بیان کرنے والی ہے۔ (نمل ۸۹/)

دوسری روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ: اس آیت (جس کے پاس آسمانی کتاب کا کچھ علم تھا کہنے لگا: میں اسے چشم زدن سے قبل آپ کے پاس حاضر کر دوں گا۔ (نمل ۴۰/) کی تفسیر کے بارے میں آپ نے اپنی انگلیوں کو کھول کر سینۂ مبارک پر قرار دیا

[۴۳] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام ورثوا علم النبی و جمیع الانبیاء و الاوصیاء الذین من قبلھم، رقم ۷، ص ۲۲۶۔

[۴۴] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انہ لم یجمع القرآن کلّہ الاّ الائمۃ علیھم السلام و انّھم یعلمون علمہ کلّہ، رقم ۴، ص ۲۲۹۔

https://downloadshiabooks.com/

پھر فرمایا: خدا کی قسم! کتاب کا پورا علم ہمارے پاس ہے[۴۵]۔

سدیر کہتے ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے سدیر! کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: کیا تلاوت قرآن کے وقت اس آیت کو پڑھا ہے جس میں خدا فرماتا ہے: (جس کے پاس آسمانی کتاب کا تھوڑا علم تھا کہا: میں اسے چشم زدن سے قبل آپ کے پاس حاضر کر دوں گا۔) (نمل ۴۰/۲۷) عرض کیا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں! ہاں پڑھا ہے۔ فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے وہ کون تھا جس نے یہ کلام پیش کیا تھا اور کتاب کا کتنا علم اس کے پاس تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ یہ تو نہیں معلوم آپ آگاہ فرمائیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ان (آصف بن برخیا) کا علم ایک قطرۂ سمندر کی مقدار میں تھا۔ جو ایک معمولی علم تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ پر قربان ہو جاؤں! کتنا کم علم تھا ان کے پاس! اس کے بعد فرمایا: اے سدیر کیا تم نے قرآن کی اس آیت کی تلاوت کی ہے جس میں خدا فرماتا ہے: (کافر کہتے ہیں، آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کہہ دیجئے میرے اور تمہارے درمیان، خدا اور اس کی گواہی جس کے پاس کتاب کا پورا علم ہے کافی ہے۔) (رعد ۴۳/۱۳) میں نے عرض کیا: ہاں میں آپ پر قربان! اسے بھی پڑھا ہے۔ فرمایا: یہ بتاؤ جو قرآن کا پورا علم رکھتا ہے وہ بہتر سمجھتا ہے یا جس کے پاس اس کا تھوڑا سا علم ہے؟ میں نے کہا: یقیناً جس کے پاس پورا پورا علم ہے وہ بہتر سمجھتا ہے۔ اس کے بعد حضرت علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم! قرآن کا پورا علم ہمارے پاس ہے۔

---

[۴۵] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انّہ لم یجمع القرآن کلّہ الاّ الائمۃ علیہم السلام و انّہم یعلمون علمہ کلّہ، رقم ۵، ص ۲۲۹۔

https://downloadshiabooks.com/

خدا کی قسم! پورا علم ہمارے پاس ہے[46]۔

وَمُنْتَهَى الْحِلْمِ:

"منتہیٰ" اسم مکان ہے یعنی انتہائی جگہ (آخری جگہ) "حلم" حاء کو زیر کے ساتھ پڑھیں جس کا معنی بردبار اور غصہ و غضب کو سرد کرنا ہے۔ یا عقل کا معنی ہے۔ مگر پہلا معنی زیادہ واضح ہے۔ اس لئے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام غیظ و غضب کے سرد کرنے اور بردباری میں انتہائی درجہ پر فائز ہیں (جہاں کوئی نہیں پہونچ سکتا ہے) بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔

ثقۃ الاسلام مرحوم کلینی رضوان اللہ علیہ اصول کافی میں نقل کرتے ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک غلام کو کسی کام کے لئے باہر بھیجا اور اس نے آنے میں تاخیر کی تو امام علیہ السلام خود اس کی خبر کے لئے باہر نکلے۔ دیکھا غلام ایک جگہ سو رہا ہے، آپ اس کے سرہانے بیٹھ کر ہوا دینے لگے یہاں تک کہ غلام نیند سے بیدار ہو گیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے فلاں! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ رات و دن دونوں میں سوتے ہو؟ رات تمہارے سونے کے لئے اور دن میرے لئے کام کرنے کے لئے ہے[47]۔

"معتب" راوی بیان کرتا ہے: امام رضا علیہ السلام ایک کھجور کے باغ میں کھجور چننے میں مشغول تھے۔ میں نے حضرت علیہ السلام کے ایک غلام کو دیکھا کہ کھجور کی ایک تھیلی کو اٹھایا اور باغ کی دیوار کے باہر پھینک دیا۔ میں نے اسے پکڑ کے حضرت علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کیا اور عرض کیا: مولا! میں آپ پر قربان! اس غلام کو میں نے اس تھیلی کو باہر پھینکتے ہوئے دیکھا

[46] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب نادر فیہ ذکر الغیب، رقم ۳، ص ۲۵۷۔

[47] کافی، ج ۲، کتاب الایمان والکفر، باب الحلم، رقم ۷، ص ۱۱۲۔

https://downloadshiabooks.com/

ہے یہ اسے چوری کرنا چاہتا تھا، میں نے پکڑ لیا۔ امام عَلَیہِ السّلام نے غلام سے فرمایا: اے فلاں شخص! اس نے کہا: آقا حکم ہو۔ فرمایا: بھوکے ہو؟ کہا: نہیں میرے مولا۔ فرمایا: لباس نہیں ہے؟ کہنے لگا: نہیں میرے آقا۔ فرمایا: پھر کیوں اسے ادھر پھینک دیا تھا؟ کہا: ان کھجوروں کی ہوس میرے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ فرمایا: اچھا اسے لے لو اور جاؤ۔ پھر حضرت عَلَیہِ السّلام ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اسے اس کے حال پر چھوڑ دو[۴۸]۔

وَأُصُولَ الْكَرَمِ:

لغت میں کریم کے معنی عطا کرنے والا یا نیک اور صاحب فضل و شرف والی شخصیت مراد ہے۔ اور دونوں ہی معنی مکمل طور سے ائمہ معصومین علیہم السلام کے لئے سزاوار ہیں اور مطابقت رکھتے ہیں۔ اور ممکن ہے اس سے مراد یہ ہو کہ اہل بیت علیہم السلام بندگان خدا تک فیض رسانی اور اس کی عطاو بخشش کا ذریعہ ہیں۔ امام حسن عسکری عَلَیہِ السّلام کے مبارک خط کی جو تحریر ملی ہے اس میں لکھا ہے: یقیناً ہم اہل بیت علیہم السلام نبوت و ولایت کے ذریعہ بلند ترین حقائق پر فائز ہوئے ہیں۔ ہمارا نور سات طبق میں قرار پایا ہے۔ ہم شجاعت، جوانمردی اور ہدایت کے نمونے ہیں۔ ہم میدان جنگ کے شیر، باران رحمت اور دشمن کا مقابلہ کرنے والے ہیں، تلوار اور قلم ہمارے پاس ہے۔ اور آئندہ پرچم حمد ہمارے ہاتھوں میں ہو گا، ہمارے فرزند صادقانِ دین اور جانشینانِ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ راہ امت کے لئے روشن چراغ اور عطاو بخشش کی کلید ہیں۔ موسیٰؑ کلیم اللہ ہمارے بارے میں عہد کو پورا کرنے کے سبب زیورِ انتخاب سے آراستہ ہوئے ہیں۔ روح القدس چھوٹی جنتوں میں ہمارے باغوں کے ذائقہ دار پھلوں کو

---

[۴۸] کافی، ج ۲، کتاب الایمان والکفر، باب العفو، رقم ۷، ص ۱۰۸۔

https://downloadshiabooks.com/

تناول کرتے ہیں۔ ہمارے اطاعت گذار کامیاب اور نجات یافتہ گروہ ہیں، جو ہمارے محافظ اور نگہبان ہیں۔ ظالموں سے مقابلہ میں وہ ہمارے لئے پشت پناہ اور یاور و مددگار ہیں۔ عنقریب ان کے لئے چشمۂ حیات آشکار ہوگا، ان کا درد دل وھم و غم اور آگ کے شعلے سرد ہوجائیں گے۔ "الم" "طہٰ" اور "طوامیس" (وہ سورتیں جو حروف مقطعہ "طس" سے شروع ہوتی ہیں) اور یہ کتاب "قرآن" کوہ رحمت کا ایک معمولی ذرہ اور خدائے تعالیٰ کے علم و حکمت کے دریائے بیکراں کا ایک قطرہ ہے، امام حسن عسکری علیہ السلام نے اسے ۲۵۴ھ میں تحریر فرمایا ہے[۴۹]۔

وَقَادَةَ الْأُمَمِ:

"قادۃ" قائد کی جمع جس کے معنی رہبر اور قافلہ سالار کے ہوتے ہیں۔ اور ائمہ معصومین علیہم السلام رہبران امت بھی ہیں اور قافلہ سالار بھی ہیں۔ دنیا میں اپنی رہنمائی کے ذریعہ خدا کی معرفت اور اطاعت کے لئے امت کی ہدایت فرماتے ہیں۔ اور قیامت میں شفاعت کے ذریعہ اپنے چاہنے والوں کو جنت میں جگہ دلوائیں گے۔ یا اس کا ایک اور معنی ہو وہ یہ کہ ائمہ علیہم السلام آخرت میں اپنی عظیم ترین شفاعت کے ذریعہ جو صرف انہیں سے مخصوص ہے تمام گذشتہ امتوں کی رہبری فرمائیں گے، جیسا کہ خود دنیا میں گذشتہ انبیاء اور قوموں نے ائمہ معصومین علیہم السلام کے نورانی اور مقدس ارواح سے توسل کے ذریعہ ہدایت اور راہ نجات حاصل کیا ہے۔

یہ معصوم ائمہ علیہم السلام کا کلام ہے کہ: ہماری عبادت و پرستش کو دیکھ کر لوگوں نے خدا کی پرستش کی ہے، اگر ہم نہ ہوتے تو خدا ہوتا (یعنی کوئی عبادت کرنے والا نہ ہوتا) معبود نہ

---

[۴۹] بحار الانوار، ج۲۶، باب ۵، جوامع مناقبھم وفضائلھم، رقم ۵۰، ص ۲۶۴۔

https://downloadshiabooks.com/

ہوتا[۵۰]۔

ابان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن عرش سے منادی ندا دیگا: کہاں ہیں روی زمین پر خدا کے جانشین؟ تو حضرت داؤد علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوں گے۔ خدا کی جانب سے آواز آئے گی اگرچہ آپ روی زمین پر خدا کے جانشین تھے مگر آپ کو نہیں بلایا۔ پھر دوسری آواز آئے گی: کہاں ہیں روی زمین پر خدا کے جانشین؟ تو علی بن ابی طالب علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوں گے۔ خدا کی طرف سے ندا آئے گی کہ: اے لوگو! یہ علی بن ابی طالب علیہما السلام ہیں جو زمین پر خدا کے جانشین تھے اور اپنے بندوں پر (خود) خدا گواہ ہو گا۔ دنیا میں جو ان کے دامن ولایت سے متمسک رہا وہ آج بھی ان کے ہمراہ ہو جائے، ان کے نور سے اپنے کو منور کرے اور ان کی رہنمائی میں بہشت کی بلند ترین جگہ پر فائز ہو جائیں۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: اس وقت جس نے دنیا میں علی علیہ السلام کی اطاعت و پیروی میں زندگی گذاری ہو گی وہ ان کے ساتھ بہشت میں وارد ہوں گے۔ اس کے بعد خدا کی طرف سے آواز آئے گی کہ: آگاہ ہو جاؤ! دنیا میں جس نے جس نے امام کی اطاعت و پیروی میں زندگی بسر کی ہے وہ آج اسی امام کے ہمراہ قرار پائے گا۔ اس وقت اس آیت کا معنی اور آشکار ہو گا[۵۱]۔ (اس وقت جب کہ پیر اپنے مریدوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے، اور عذاب خدا مشاہدہ کریں گے اور تمام وسائل منقطع ہو چکے ہوں گے)(بقرہ ۱۶۶/)

---

[۵۰] کافی، ج ۱، کتاب التوحید، باب النوادر، رقم ۵، ص ۱۴۴۔

[۵۱] بحار الانوار، ج ۸، باب ۱۹، رقم ۳، ص ۱۰۔

https://downloadshiabooks.com/

آیت ”یَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ “ (اس دن کو یاد کیجئے جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے۔ اسراء - ۷۱/) کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: روز آخرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے ساتھ آئیں گے حالانکہ حضرت علی علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام اور وہ لوگ جو ظہور اسلام کے بعد تا قیامت دنیا سے گذر گئے ہیں بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحرائے محشر میں آیں گے [۵۲]۔

ایک اور دلچسپ روایت اس باب میں وارد ہوئی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آخرت میں ہر گروہ جس نے دنیا میں کسی کی پیروی کی ہو گی وہ اپنے رہبر پر لعنت کرے گا اور رہبر اپنی قوم پر لعنت کرے گا۔ سوائے تم شیعوں اور ہمارے اطاعت گذاروں کے اور جو تم جیسے ہوں گے [۵۳]۔

اسی طرح اسماعیل بن ہمام نے امام رضا علیہ السلام سے اسی مذکورہ آیت کے سلسلہ میں نقل کیا ہے: قیامت میں اللہ سبحانہ ندا دے گا: کیا یہ عدل خداوندی نہیں ہے کہ ہر گروہ اپنے رہبر کی پیروی کرے؟ سبھی کہیں گے: ہاں۔ تو قدرت کی طرف سے آواز آئے گی: ہر گروہ اپنے قائد کے ساتھ ہو جائے اور سب اپنے اپنے قائد کے ساتھ ہو جائیں گے [۵۴]۔

وَأَوْلِيَاءَ النِّعَمِ

ائمہ طاہرین علیہم السلام، دنیا و آخرت کی ظاہر و باطن دونوں طرح کی نعمتوں کے ولی اور مالک ہیں۔

---

[۵۲] اس مضمون کی روایتیں تفسیر برہان ج ۲ ص ۲۴۹ حر مذکورہ آیت کے ذیل میں نقل ہوئی ہیں۔

[۵۳] محاسن، کتاب الصفوة والنور، باب ۱۲، رقم ۴۲، ص ۱۴۳۔

[۵۴] نور الثقلین، ج ۳، ص ۱۹۴، رقم ۳۴۵۔

https://downloadshiabooks.com/

ان کے فیض وجود سے خدا کی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ ان کے مقدس وجود کے چشمۂ فیض سے حقیقی نعمتیں، جیسے علوم و کمالات اور معارف الٰہی حاصل ہوتے ہیں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کے خاص صحابی اصبغ بن نباتہ روایت کرتے ہیں مولا نے فرمایا: جنہوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طور طریقہ کو بدل دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کو نظر انداز کیا وہ کیا کریں گے؟ کیا وہ اس عذاب خداوندی سے نہیں ڈرتے جو نازل ہو اور اس میں گرفتار ہو جائیں؟ اس کے بعد امام علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی (کیا ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے نعمت خدا کا انکار کیا (کفر میں بدل دیا) اور اپنی جماعت و گروہ کو ہلاکت کی منزل تک پہونچا دیا) (ابراہیم ۲۸/) اور فرمایا: وہ نعمت ہم ہیں جسے خدائے تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا فرمایا اور ہمارے وسیلہ سے لوگ کامیابی کی منزل سے ہمکنار ہوتے ہیں[۵۵]۔

سورۂ رحمٰن کی آیت (اے جن و انس! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ رحمن - ۱۳/) کی تفسیر میں معصوم علیہ السلام سے روایت ہے: آیت میں کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کروگے یا جانشین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کروگے مراد ہے[۵۶]۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابو یوسف بزاز نقل کرتے ہیں: امام علیہ السلام نے: آیت (خدا کی نعمتوں کو یاد کیجئے) (اعراف ۷۴/) کی تلاوت فرمائی اور مجھ سے فرمایا: "الاٰءِ اللہ" (خدا کی نعمتوں) سے مراد خدا کی

---

[۵۵] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب النعمۃ التی ذکرھا اللہ عزوجل فی کتابہ الائمۃ علیھم السلام، رقم۱، ص۲۱۷۔
[۵۶] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب النعمۃ التی ذکرھا اللہ عزوجل فی کتابہ الائمۃ علیھم السلام، رقم۲، ص۲۱۷۔

https://downloadshiabooks.com/

سب سے برترین نعمت ہے اور وہ ہم اہل بیت علیہم السلام کی ولایت ہے[57]۔ عبد الرحمٰن بن کثیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت (کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے خدا کی نعمت کو کفرانِ نعمت سے بدل دیا) کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: جنہوں نے خدا کی نعمت کو کفرانِ نعمت سے بدلا اس سے قریش، اور وہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی اور جنگ برپا کی اور ان کے جانشین کی خلافت سے انکار کیا، مراد ہیں[58]۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو حنیفہ سے دریافت کیا تمہاری نظر میں "ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ" (تکاثر ۸/) (پھر تم سے وہاں نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جایے گا) سے کیا مراد ہے؟ تو کہا: اس سے کھانے اور پینے کی چیزیں مراد ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: روز قیامت جب بارگاہ رب العزت میں کھڑے ہو اگر خدا تم سے تمہارے کھانے پینے کے بارے میں سوال کرے گا تو بہت طول ہو گا۔ تو کہا: میں قربان! پھر اس آیت میں "نعیم" سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اس سے ہم عترت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں، کہ خداوند عالم نے ہمارے وجود کے ذریعہ تم کو نعمتیں عطا کیں، ہمارے وجود کے سبب ان کے درمیان ہم بستگی ایجاد فرمائی، اور ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے نزدیک کیا ہے۔ جب کہ وہ سب پہلے باہم اختلاف کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ خداوند عالم ہمارے وسیلہ سے اپنے بندوں کی ہدایت کا سامان فراہم کرتا ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جو نابود نہیں ہو گی۔ خداوند عالم

[57] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب النعمۃ التی ذکرھا اللہ عزوجل فی کتابہ الائمۃ علیھم السلام، رقم ۳، ص ۲۱۷۔
[58] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب النعمۃ التی ذکرھا اللہ عزوجل فی کتابہ الائمۃ علیھم السلام، رقم ۴، ص ۲۱۷۔

https://downloadshiabooks.com/

قیامت کے دن بندوں سے وجود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی عترت پاک علیہم السلام کی نعمت کے بارے میں سوال کرے گا[59]۔

وَعَنَاصِرَ:

عنصر کی جمع ہے اور "عُنْصُر" کو کبھی "عُنْصَر" فتح صاد کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس کا معنی اصل اور بنیاد کے ہیں۔ یعنی اہل بیت علیہم السلام نیک لوگوں کی اصل اور بنیاد ہیں۔

الْأَبْرَارِ:

برّ کی جمع (فتح باء کے ساتھ) نیکوکار کے معنی ہیں۔ اور "بَرَرَة" (نیکوکاران) بارّ کی جمع ہے۔ ائمہ معصومین علیہم السلام کو اس نام سے یاد کرنے کا مقصد یا تو یہ ہے کہ تمام نیکوکاروں کی اصل و اساس ہیں۔ اور انہیں سے اپنے آپ کو منسوب جانتے ہیں۔ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے وسیلہ سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ یا اس لئے انہیں "عناصر الابرار" کہا ہے کہ تمام نیکوکار ائمہ معصومین علیہم السلام کے بابرکت وجود سے نیکی کی توفیق حاصل کرتے ہیں، یا اس کی وجہ یہ ہو کہ ہر امام اپنے سے پہلے والے امام کے لئے نیکوکاروں کی نسل میں جانشین قرار پایا ہے۔ ہر ایک صورت میں ائمہ علیہم السلام اصل نیکی اور اس کی بنیاد ہیں۔

ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام کائنات کی خلقت اور نیکوکاروں کی پیدائش کا سبب ہیں، اس لئے وہ ان کے لئے اصل و اساس ہیں۔ یا پھر اس کا سبب یہ ہو کہ نیک اور صالح شیعہ ان کی فاضل طینت سے خلق ہوئے ہیں۔ یا اس لئے کہ نیکوکار شیعہ ان کی

---

[59] مجمع البیان، ج ۱۰، ص ۵۳۵، آیت مذکورہ کے ذیل میں

https://downloadshiabooks.com/

ولایت سے نسبت رکھتے ہیں اور ان کی ولایت کے معتقد ہیں۔

ابن مغازلی شافعی نے "المناقب" میں سلمان محمدی سے روایت نقل کی ہے کہ: میں نے اپنے آقا و مولا رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے: میں اور علی علیہ السلام نور کی شکل میں بارگاہ رب العزت میں مطیع و فرماں بردار تھا، اور جناب آدم علیہ السلام کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل ہم خدائے تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے۔ جب آدم علیہ السلام خلق ہوئے تو وہ نور ان کی صلب میں قرار پایا۔ وہ ایک نور تھا یہاں تک کہ صلب عبد المطلب میں وہ نور دو حصوں میں ایک میرے اور دوسرا علی علیہ السلام میں تقسیم ہو گیا[60]۔ احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اس طرح کی روایت کو نقل کیا ہے۔

منہج التحقیق میں ابن خالویہ سے سلسلۂ سند حذف کر کے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہوئی ہے کہ جابر نے کہا: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے: خدائے سبحان نے مجھے، علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کو ایک نور سے خلق فرمایا۔ پھر اس نور کو کچھ فشار دیا۔ جس سے ہمارے پیرو اور شیعہ خلق ہوئے۔ ہم نے پیشِ خدا تسبیح کی اور ہمارے شیعوں نے بھی تسبیح کی، ہم نے خدا کی تقدیس کی تو انہوں نے بھی تقدیس کی، ہم نے اس کی تحلیل کی اور اس کی عظمت و بزرگی اور یکتائی بیان کی ہمارے شیعوں نے بھی وہی کیا۔ اس کے بعد خداوند عالم نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق فرمایا۔ ملائکہ سو سال خلق ہو کر یوں ہی رہے اور تسبیح و تقدیس نہیں جانتے تھے۔ جب ہم نے اور ہمارے شیعوں نے تسبیح کی تو فرشتوں نے بھی کی، اور انہوں نے اس کی بندگی و یکتائی بیان کی۔ ہم اس وقت اس کی یکتائی اور توحید کے قائل تھے

---

[60] مناقب علی بن ابی طالب، ابن مغازلی، رقم ۱۳۰، ص ۸۷-۸۸۔

https://downloadshiabooks.com/

جب کوئی توحید پرست نہ تھا۔ اور جب خداوند عالم نے ہمیں اور ہمارے شیعوں کو سب سے ممتاز قرار دیا ہے تو اب اس کا وظیفہ ہے کہ ہمیں بہشت کی سب سے بہترین اور برترین جگہ میں قرار دے، کہ خداوند عالم ہمیں اور ہمارے شیعوں کو جسم کی شکل میں آنے سے پہلے انتخاب کیا ہے۔ اس نے ہمیں بلایا تو ہم نے جواب دیا، اس نے ہمیں اور ہمارے شیعوں کو قبل اس کے کہ اس سے طلب مغفرت کریں، خود اس نے شاملِ مغفرت کر دیا[٦١]۔

وَدَعَائِمَ الْأَخْيَارِ

"دعائم" دِعامہ کی جمع ہے (کسرۂ دال کے ساتھ) گھر کے ستون اور پایہ کا معنی ہے۔ یعنی اخیار، نیکوکار اور خلائق سب کے سب علوم الٰہی، اسرار ربانی، احکام شرعی اور اخلاق میں ائمہ طاہرین علیہم السلام ہی پر تکیہ اور اعتماد کرتے ہیں، اس لئے کہ اگر کوئی ان سے متوسل نہ ہو گا تو گمراہ ہو جائے گا۔

محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے سنا ہے: اگر کوئی شخص عبادت و طاعت اور ریاضت نفس کے ذریعہ خدا کی بارگاہ سے نزدیک ہونا چاہتا ہے لیکن اس کا کوئی امام و پیشوا نہ ہو تو اس کی عبادت بارگاہ خدا میں لائق قبول نہیں ہو گی (بلکہ) امر دین میں سرگردان اور گمراہ ہو گا۔ اور خدا اس کے اعمال کا دشمن ہے تو اس کی مثال اس بھیڑ کی طرح ہے جو اپنے چرواہے سے جدا ہو گیا ہے اور اپنے (گلہ) ریوڑ کو اس نے چھوڑ دیا ہو اور اپنی گمشدگی کے دن اپنی آمد و رفت میں مضطرب ہو۔ اس حالت میں کہ جب رات آئی تو اس نے بھیڑوں کے ایک ریوڑ کو اپنے چرواہے کے ساتھ دیکھا۔ پس وہ دھوکہ میں اس کی طرف

[٦١] کشف الغمہ، ج ۲، فی فضائل فاطمہ علیہا السلام، ص ۴۵۸۔

https://downloadshiabooks.com/

چلا۔ رات کو انہیں کے اصطبل پر رہا۔ صبح کو جب گلہ بان اپنے ریوڑ کو لے کر چلنے لگا تو اس کو یہ بھیڑ اجنبی اور غیر معلوم ہوا، لہذا اس کو اپنے ریوڑ سے جدا کر دیا۔ اب وہ حیران ہو کر اپنے چرواہے اور ریوڑ کو ڈھونڈنے لگا۔ اب اس نے ایک بھیڑ کو اس کے چرواہے کے ساتھ دیکھا۔ دھوکہ کھا کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ چرواہے نے کہا تم اپنے چرواہے اور ریوڑ میں جاؤ۔ یہاں کیسے تم اپنے چرواہے اور ریوڑ سے الگ ہو کر حیران اور پریشان پھر رہے ہو۔ اب وہ اس حالت اضطراب میں گم گشتۂ راہ تھا کہ کوئی چرواہا اس کا نہ تھا۔ ناگاہ ایک بھیڑیے نے اس کی گمشدگی کو غنیمت جانا اور پھاڑ کھایا۔ پس اے محمد بن مسلم! یہی حال اس امت میں اس شخص کا ہے جو صبح کرے اور اس کا کوئی امام من اللہ اور عادل نہ ہو تو وہ گم گشتۂ راہ اور سرگردان ہو گا۔ اگر وہ اس حال میں دنیا سے چلا جائے گا تو کفر و نفاق کی حالت میں دنیا سے گیا ہے۔ جان لو اے محمد بن مسلم! ظالم و ستمگر رہبروں اور ان کے پیروکاروں نے خدا کے دین سے کنارہ کشی کی ہے۔ وہ خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہے۔ لہذا جو ان کے اعمال ہیں وہ خاک کے مانند ہیں کہ طوفان اور تیز ہوا انہیں پراکندہ کر دے گی۔ وہ اپنے اعمال سے کوئی فائدہ نہیں پائیں گے اور یہ بدترین گمراہی ہے"[۶۲]۔

وَسَاسَةَ الْعِبَادِ:

"سایس" کی جمع ہے۔ یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام مخلوقات کی عظیم المرتبت شخصیتیں اور ان پر خدا کے جانشین ہیں۔

[۶۲] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب معرفۃ الامام والرّد الیہ، رقم ۸، ص ۱۸۳۔ حدیث کا آخری جملہ سورۂ ابراہیم کی آیت ۱۸ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کرماد اشتدت بہ الریح

https://downloadshiabooks.com/

بشیر عطار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: ہم وہ جماعت ہیں۔ خداوند عالم نے لوگوں پر ہماری اطاعت واجب قرار دی ہے۔ تم لوگ اس کی اطاعت کر رہے ہو کہ اگر لوگ اس کے حق سے آگاہی نہ رکھتے ہوں اور ان کی پیروی نہ کریں تو بارگاہ پروردگار میں کوئی عذر پیش نہیں کرسکتے[۶۳]۔

امام محمد باقر علیہ السلام آیہ ''وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكاً عَظِيماً'' (نساء ۵۴/) (اور ہم نے انہیں عظیم بادشاہت عطا کی۔) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ملک عظیم سے واجب اطاعت مقصود ہے[۶۴]۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ: ہم اس گروہ سے ہیں کہ خداوند عالم نے ہماری اطاعت و فرماں برداری کو واجب قرار دیا ہے۔ اور پاکیزہ مال و انفال ہم سے ہے (ہمارا ہے)، ہم راسخون فی العلم ہیں۔ ہم وہ اہل بیت علیہم السلام ہیں جن سے لوگ حسد کرتے ہیں۔ اور خداوند عالم اس سلسلہ میں فرماتا ہے:[۶۵]

''أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ'' (یا اس لئے کہ لوگ ان چیزوں کے مقابلہ میں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں عطا کیا ہے، حسد کرتے ہیں۔ نساء۔ ۵۴/)

ایک راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: یہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشینوں کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ ان کی اطاعت ہم پر واجب ہے اس سے مقصود کیا ہے؟ امام علیہ السلام

---

[۶۳] کافی، ج ۱، باب فرض الطاعۃ الائمہ، رقم ۳، ص ۱۸۶۔

[۶۴] کافی، ج ۱، باب فرض الطاعۃ الائمہ، رقم ۴، ص ۱۸۱۔

[۶۵] کافی، ج ۱، باب فرض الطاعۃ الائمہ، رقم ۶، ص ۱۸۱-۱۸۳۔

https://downloadshiabooks.com/

نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے: "أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ" (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور تم میں سے جو اولو الامر ہیں ان کی اطاعت کرو۔ نساء – ۵۹/)۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے پروردگار عالم نے فرمایا ہے: "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا ...." (تمہارا ولی وسرپرست صرف اللہ اور رسول ہیں اور وہ جو ایمان لائے۔۔۔۔(مائدہ – ۵۵/))

وَأَرْكَانَ الْبِلَادِ:

کائنات کا نظام اس کا نظم اور بقاء و ہم بستگی معصوم امام عَلَیہِ السَّلَام کے مقدس وجود کے وسیلہ سے ہے۔ اگر امام نہ ہو تو زمین اپنی آبادی کے ساتھ تباہ و برباد ہو جائے۔ (اس کے بارے میں گذشتہ صفحات میں بحث ہو چکی ہے[٦٧]۔)

مفضل امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلَام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ عَلَیہِ السَّلَام نے معصوم امام کے بارے میں فرمایا: خدائے سبحان نے انہیں زمین کا ستون اور پایہ قرار دیا ہے، تاکہ زمین اور اہل زمین کو تباہی سے بچا سکیں۔ ائمہ عَلَیہِمُ السَّلَام زمین کے نیچے اور زمین کے اوپر تمام خلق کے لئے خدا کی حجت اور عظیم نشانی ہیں[٦٨]۔

مفضل سے ایک اور روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ: بارگاہ خدا میں حاضری کا شرف حاصل کرنے کے لئے حضرت علی عَلَیہِ السَّلَام واحد راستہ ہیں۔ سوائے ان کے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

---

[٦٦] کافی، ج۱، باب فرض الطاعۃ الائمہ، رقم ۷، ص ۱۸۳۔

[٦٧] رجوع کیجئے فقرہ معدن الرحمۃ کے ذیل میں

[٦٨] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ ھم ارکان الارض، رقم ۱، ص ۱۹٦۔

https://downloadshiabooks.com/

اگر کسی نے دوسرا راستہ اختیار کیا تو وہ نابود اور تباہ ہو جائے گا۔ اور دوسرے معصوم امام علیہ السلام بھی اس خصوصیت کے حامل ہیں۔ اس لئے کہ خداوند عالم نے انہیں زمین کا ستون قرار دیا ہے، تاکہ زمین اور زمین والے تباہی و نابودی سے نجات حاصل کریں۔ یہ لوگ زمین کے نیچے اور زمین کے اوپر رہنے والوں کے لئے خدائے متعال کی برترین نشانیاں ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم کی جانب سے میں جنت و جہنم والوں کو الگ کرنے والا ہوں۔ میں حق و باطل کو سب سے بہتر جدا کرنے والا ہوں۔ میں صاحب عصائے موسیٰ اور میسم ہوں[٦٩]۔ (ایک نشانی لگانے کا وسیلہ جس سے مومن و کافر کو جدا کیا جاتا ہے۔)

وشّا راوی نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مولا! کیا زمین بغیر امام کے رہ سکتی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: ہم نے سنا ہے کہ وجودِ امام کے بغیر زمین باقی نہیں رہ سکتی ہے اور خداوند عالم اپنے بندوں پر غضب ناک ہو گا۔ فرمایا: ہاں، زمین بغیر وجود امام کے باقی نہیں رہ سکتی اور تباہ ہو جائے گی[٧٠]۔

وَ أَبْوَابُ الْإِيمَانِ:

یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان سوائے اہل بیت علیہم السلام کے راستہ کے اور ان کی ولایت و محبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ پس وہ خدائے سبحان کے جانشین ہیں اور ان کی پیروی واجب ہے۔ اور وہ بارگاہ خداوندی میں جانے کا دروازہ ہیں، کہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہے جس سے جایا جا سکے۔ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابو بصیر نے روایت کی ہے: امام

---

[٦٩] کافی، ج ١، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ ھم ارکان الارض، رقم ٢، ص ١٩٧۔

[٧٠] کافی، ج ١، کتاب الحجۃ، باب ان الارض لا تخلو من حجۃ، رقم ١٣، ص ١٧٩۔

https://downloadshiabooks.com/

عَلَيْهِ السَّلَام نے فرمایا: پیغمبر اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم کے جانشین ہی تنہا بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کا دروازہ ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو خداوند عزوجل پہچانا نہ جاتا، انہیں کے وسیلہ سے خدائے تعالیٰ بندوں پر احتجاج و دلیل قائم کرتا ہے [1]۔

امام جعفر صادق عَلَيْهِ السَّلَام سے یہ بھی نقل ہوا ہے کہ: خداوند عزوجل کوئی کام بغیر سبب اور علت کے انجام نہیں دیتا ہے۔ اسی لئے ہر چیز کے لئے ایک علت و سبب اور ہر سبب کے لئے ایک شرح و بیان اور ہر شرح کے لئے علم قرار دیا ہے۔ اور اس علم کے لئے ایک بابِ ناطق قرار دیا ہے۔ جو اس بابِ ناطق کو پہچانے گا وہ اس علم سے باخبر ہو گا۔ اور جو بابِ ناطق کی معرفت حاصل نہیں کریگا اسے کچھ بھی اس علم سے حاصل نہیں ہو گا۔ اور وہ بابِ ناطق پیغمبر اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم اور اہل بیت عَلَيْهِمُ السَّلَام ہیں [2]۔

وَ أُمَنَاءَ الرَّحْمٰنِ وَ سُلَالَةَ النَّبِيِّينَ وَ صَفْوَةَ الْمُرْسَلِينَ:

أُمَنَاءَ الرَّحْمٰنِ: یعنی ائمہ طاہرین عَلَيْهِمُ السَّلَام بندگانِ خدا پر خدا کے امانت دار ہیں اور شہروں میں خدا کے سفیر اور نمائندہ ہیں۔ سلیم بن قیس امیر المؤمنین عَلَيْهِ السَّلَام سے روایت کرتے ہیں: خداوند عزوجل نے ہمیں گناہوں سے پاک و پاکیزہ قرار دیا اور ہمیں خلق پر اپنا گواہ اور روئے زمین پر اپنی حجت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کے ساتھ اور قرآن کو ہمارے ساتھ

---

[1] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام خلفاء اللہ عزوجل فی ارضہ و ابوابہ التی منہا یؤتی، رقم ۲، ص ۱۹۳۔

[2] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب معرفۃ الامام والرد الیہ، رقم ۷، ص ۱۸۳۔

https://downloadshiabooks.com/

قرار دیا ہے، جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے [۷۳]۔

وَسُلَالَةَ النَّبِيِّينَ: السلالة سین کو پیش کے ساتھ پڑھیں، جس کا معنی وہ چیز جو دوسری کسی چیز سے الگ اور جدا ہو۔ جس سے انسان کا فرزند مراد ہے اور اس مقام پر ائمہ معصومین علیہم السلام مقصود ہیں کہ جو انبیاء، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے فرزند ہیں۔

وصفوۃ: صاد کو فتحہ، کسرہ اور ضمہ تینوں صورت میں پڑھا گیا ہے۔ یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام انبیاء میں منتخب اور برگزیدہ ہیں۔ ائمہ معصومین علیہم السلام سوائے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام انبیائے الٰہی سے برتر ہیں۔ امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے: خداوند متعال نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت و جانشینی کے سبب انبیاء کو نبوت عطا فرمائی ہے [۷۴]۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت اس طرح ہے: کوئی نبی، نبی نہیں بنایا گیا مگر اسے ہمارے حق کی معرفت عطا ہوئی ہے یعنی وہ حق سے آگاہ تھے، اور وہ جانتے تھے کہ ہم دوسروں پر برتری رکھتے ہیں [۷۵]۔

وَعِتْرَةَ خِيَرَةِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ:

انسان کی عترت سے اس کی نسل اور قریب کا خاندان مقصود ہے۔ "خیرۃ" خاء فتحہ اور یاء ساکن یا بفتحہ یاء برگزیدہ کے معنی ہیں۔ اس مقام پر خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصود ہیں، جو تمام

---

[۷۳] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب فی انّ الائمۃ شهداء الله عزوجل علی خلقه، رقم ۵، ص ۱۹۱۔

[۷۴] بصائر الدرجات، جزء ۲، باب ۸، رقم ۱، ص ۷۲۔

[۷۵] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب فیه نتف و جوامع الروایة فی الولایة، رقم ۴، ص ۴۳۷۔

https://downloadshiabooks.com/

کائنات میں سب سے برتر ہیں۔ جیسا کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ نے فرمایا ہے: میں نے تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑی ہیں: ایک کتاب خدا قرآن اور دوسرے میری عترت (اہل بیت)[76]۔

ورحمۃ اللہ یہ "**السلام**" پر عطف ہے۔ یا عطف بیان یا "**السلام**" کے لئے تفسیر کے عنوان سے ذکر ہوا ہے۔ اور ممکن ہے ایک جدا اور الگ معنی رکھتا ہو۔ وہ یہ کی "**سلام**" تمام ناپسند امور کو بر طرف کرنے کا معنی رکھتا ہو اور رحمت یعنی دینی، دنیوی دونوں فضل و شرف حاصل کرنے کے معنی کے لئے ہو۔ "**وبرکاتہ**" یعنی دنیا میں یا دنیا و آخرت دونوں جگہ خدائے تعالی کی برکتیں ان کے شاملِ حال ہوں۔

[76] معانی الاخبار، باب معنی الثقلین والعترۃ، رقم ۴ و ۵، ص ۹۰۔

https://downloadshiabooks.com/

دوسرا حصہ

السَّلَامُ عَلَى أَئِمَّةِ الْهُدَى:

ہمزہ کے ساتھ "ائمۃ" یا "یا" کے ساتھ "ایمہ" پڑھا جائے گا۔ امام کی جمع ہے۔ اور امام اسے کہتے ہیں جس کی دوسرے لوگ پیروی کرتے ہیں۔ اور "ھدیٰ" ہدایت کے معنی جس کے ہمراہ امام ضرور ہو یعنی وہ ہدایت جو ہمراہِ ائمہ ہو۔ گویا ائمہ علیہم السلام امر ہدایت میں لوگوں کے قائد اور امام ہیں۔ کتاب کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ فرمایا: تم نیک اور صالح نہیں ہو سکتے ہو جب تک معرفت حاصل نہیں کروگے۔ اور معرفت حاصل نہیں ہوگی جب تک راستگو اور سچے نہ بنو، اور سچے نہیں بن سکتے جب تک امر پروردگار کے سامنے تسلیم نہیں ہوگے۔ مومن کی کامیابی کے چار اسباب ہیں (توبہ، ایمان، عمل صالح، ہدایت) اگر کوئی ابتدائی تین اسباب اپنے اندر پاتا ہو مگر آخری سبب (ہدایت) سے غافل ہو تو وہ بہت ہی وحشت ناک گمراہی کا شکار ہوا ہے۔ بیشک پروردگار عالم سوائے عمل صالح اور عہد و پیمان کو اس کے شرائط کے ساتھ کسی اور چیز کو قبول نہیں کرے گا۔ پس جو خوشنودیٔ خدا کی خاطر اس کی شرط پر عمل کرے گا اور جن چیزوں کا عہد و پیمان کیا ہے انہیں انجام دے تو گویا خدائے تعالیٰ کو اپنے سے راضی کیا ہے۔ خداوند متعال نے اس سے جو وعدہ کیا ہے اسے کامل طور سے عطا کرے گا۔ خدا نے لوگوں کے لئے ہدایت و بہبودی کے راستے دکھائے اور اس کی راہ میں چراغ ہدایت روشن کیے۔ اور زندگی کے طور طریقہ کو تعلیم فرمایا: " وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ " (جو لوگ توبہ کریں، ایمان لائیں

https://downloadshiabooks.com/

اور عمل صالح انجام دیں اور اس کے بعد ہدایت حاصل کریں، تو میں انہیں معاف کر دوں گا۔ طه – ۸۲/) اور یہ بھی فرمایا: "إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ" (خداوند عالم صرف پرہیز گاروں سے قبول کرتا ہے۔ مائدہ – ۲۷/) لہذا جو شخص خدا کے احکام کی بجا آوری میں تقوائے خدا کو مقدم رکھے گا تو وہ جو کچھ حضرت ختمی مرتبت ﷺ لائے ہیں اس پر ایمان رکھنے کی حالت میں خدا سے ملاقات کرے گا۔ وہ لوگ حقیقت وواقعیت سے کتنی دور تھے جو فلاح و بہبودی سے پہلے دنیا سے گذر گئے لیکن وہ اپنے کو با ایمان سمجھتے تھے۔ جب کہ لا شعوری میں خدا کا شریک قرار دیے ہوئے تھے! یہ بات جان لو کہ جو گھر کے دروازہ سے وارد ہوتا ہے وہی ہدایت پاتا ہے۔ اور جو دوسرے در سے داخل ہوتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ خداوند عالم نے ولی امر کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ الیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے اور رسول اکرم صلی اللہ الیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی پیروی و اطاعت سے وابستہ و متصل کیا ہے۔ تو اگر کوئی خدا کے بنائے ہوئے ولی امر کی فرماں برداری اور اطاعت نہ کرے تو اس نے خدا اور سول صلی اللہ الیہ وآلہ وسلم کی بھی اطاعت سے منھ موڑا ہے۔ اطاعت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے خدا کی طرف سے جو چیزیں آئی ہیں انکا اقرار اور اعتراف کرنا ہے: "خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ" (اے فرزندان آدم! عبادت کے موقع پر مسجد میں جانے کے وقت تم اپنی زینت وآرائش کی چیزوں کو لے لو۔ اعراف – ۳۱/) اور "فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ..." (اور گھروں میں (معابد، مساجد و منازل اولیاء و انبیاء) خدا نے اجازت دی ہے کہ ان کی بلندی کا اعتراف کیا جائے اور وہاں خدا کا ذکر ہو۔ نور – ۳۶/) اس لئے کہ خداوند عالم نے تمہارے لئے ائمہ کا

https://downloadshiabooks.com/

اس انداز سے تعارف کرایا ہے۔ "رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ"

(وہ مرد میدان ہیں جنہیں ذکر خدا، نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کی غرض سے تجارت یا کوئی معاہدہ غافل نہیں کرتا اور وہ روز قیامت دلوں اور آنکھوں کے منقلب اور سر گرداں ہونے سے ڈرتے ہیں۔ نور – ۳۷/)

خداوند عالم نے اپنے احکام کے لئے انبیاء کا انتخاب کیا، ان کے لئے پیروی کرنے والوں کو چنا، تاکہ یہ لوگ انبیاء کی ہدایت و نصیحت کرنے اور آخرت سے ڈرانے کی تصدیق کریں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (کوئی امت نہیں گذری جس کے درمیان ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ فاطر – ۲۴/) جو نادان ہے وہ سر گرداں ہو گا۔ اور جو بصیرت و آگاہی حاصل کرے گا وہ کامیاب ہو گا۔ جیسا کہ خداوند متعال نے فرمایا ہے (یہ کافر ظاہراً تو اندھے نہیں ہیں مگر ان کے دل اندھے ہیں۔ حج – ۴۶/) جو بصیرت نہیں رکھتا وہ کامیاب کیوں کر ہو سکتا ہے اور جو دین دار نہیں ہے وہ صاحب بصیرت کیسے ہو سکتا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کرو اور جو چیزیں خداوند عالم کی طرف سے نازل ہوئی ہیں ان کا اعتراف و اقرار کرو، ہدایت کی آشکار نشانیوں کی پیروی کرو، اس لئے کہ ائمہ علیہم السلام امامت اور تقویٰ کی علامت ہیں اور یہ بات جان لو کہ اگر کوئی شخص حضرت عیسی علیہ السلام کا انکار کرے مگر دیگر تمام انبیاء پر ایمان رکھتا ہو تو وہ مومن نہیں ہو سکتا ہے۔ روشن (چہرے)، چمکتے ہوئے چراغوں کے وسیلہ سے راستے طے کرو اور پشت پردہ آثارِ ہدایت کی جستجو کرو، تاکہ اپنے دین کو کامل کر کے

https://downloadshiabooks.com/

اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ[1]۔

وَمَصَابِيحِ الدُّجىٰ وَأَعْلَامِ التُّقىٰ:

"مصابیح" مصباح کی جمع ہے، جس کا معنی درخشاں چراغ کے ہیں۔ اور "دجیٰ" دجیه کی جمع ضمہ دال کے ساتھ۔ ظلمت و تاریکی کے معنی میں ہے۔ اور کبھی کبھی مصباح کے لئے قوت ادراک اور فکری حرکت جو چراغ و نور سے مشابہ ہوتی ہے، استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے: فلاں شخص کے دل میں چراغِ ہدایت روشن ہو گیا۔ تو اس سے مقصود ہوتا ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام شرک و کفر، گمراہی، نادانی کی تاریکی سے نورِ ایمان کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ایک صحیح حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام سے برید عجلی نے روایت نقل کی ہے کہ امام علیہ السلام نے آیت "إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" (رعد ۷/) (آپ صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہے) کی تفسیر میں فرمایا: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈرانے والے ہیں اور ہر زمانہ میں ائمہ علیہم السلام میں سے ایک امام، ہادی و رہنما ہے جو لوگوں کو دین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں کے رہنما، حضرت علی علیہ السلام، ان کے بعد یکے بعد دیگرے معصوم ائمہ علیہم السلام ہیں[2]۔

وَأَعْلَامِ التُّقىٰ: عَلَم (عین و لام کو فتحہ کے ساتھ) کی جمع جس کے معنی، علامت، پرچم، پہاڑ یا شعلہ (آگ) جو کسی نشانی یا راستہ کی ہدایت کے لئے قرار دیا گیا ہو۔ اور تقی، تقویٰ کے معنی میں ہے جس کے مختلف درجات ہیں:

---

[1] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب معرفة الامام و الرد الیه، رقم ۶، ص ۱۸۱۔

[2] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمة علیهم السلام هم الهداة، رقم ۲، ص ۱۹۱۔

https://downloadshiabooks.com/

پہلا درجہ: عوام الناس کا تقویٰ ہے۔ جس پر وہ مامور ہیں کہ حرام چیزوں سے دوری اختیار کریں۔

دوسرا درجہ: خواص کا تقویٰ ہے۔ جس میں مکروہات سے بھی دوری اختیار کریں۔

تیسرا درجہ: خاص الخاص کا تقویٰ: اور اس میں مباح چیزوں اور ہر وہ چیز جس سے خدائے متعال نے دور رہنے کا حکم دیا ہے، جیسا کے ارشاد ہے: (اے ایمان والو! کہیں ایسا نہ ہو کہ مال و اولاد تمہیں یادِ خدا سے غافل کر دے۔ منافقون ۹/) اور دوسری جگہ فرمایا ہے:(مردِ میدان ہیں جنہیں تجارت اور کوئی معاملہ انہیں یادِ خدا سے غافل نہیں کرتا ہے۔ نور - ۳۷/)

اعلام التقیٰ سے مقصود یہ ہے کہ اہل بیت طاہرین علیہم السلام ہر ایک کے نزدیک تقویٰ وپرہیز گاری سے مشہور ہیں۔ جیسے شعلہ ہے وہ ہر ایک کے سامنے عیاں رہتا ہے مخفی نہیں ہوتا ہے۔ یا مقصود یہ ہو کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام ہی کے ذریعہ تقویٰ پہچانا جا سکتا ہے۔ اور انہیں کے وسیلہ سے سیکھا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہی سب سے زیادہ صاحب تقویٰ اور پرہیز گار ہیں۔ یعنی ائمہ علیہم السلام ہی وہ علامت اور پرچم ہیں جن کے وسیلہ سے لوگ ہدایت ور ہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ داؤد جصاص راوی بیان کرتا ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپ علیہ السلام نے آیت (اور اس نے علامتوں کو قرار دیا اور شب کے وقت ستاروں کے ذریعہ ہدایت پاتے ہیں۔ نمل- ۱۶/) کی تفسیر میں فرمایا: ستاروں (نجم) سے مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

https://downloadshiabooks.com/

اور علامتوں (علامت) سے ائمہ طاہرین علیہم السلام مراد ہیں [۳]۔

امام رضا علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ: ہم ائمہ علیہم السلام، علامت اور نشانیاں (پرچم) ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستارے ہیں [۴]۔

ایک اور روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستارے ہیں اور ائمہ علیہم السلام علامت ہیں [۵]۔

وَذَوِی النُّهیٰ:

نُہَیہ کی جمع ہے (ضمّہ نون کے ساتھ) جس کا معنی عقل ہے۔ اور عقل کو نُہیہ کہنے کا سبب یہ ہے کہ عقل انسان کو برائیوں سے منع کرتی ہے۔

وَأُولِی الْحِجیٰ وَ کَهْفِ الْوَرَیٰ وَوَرَثَةِ الْأَنْبِیَاءِ:

واولی الحجیٰ ائمہ علیہم السلام میں صاحبان عقل و فطانت ہوتے ہیں اور وہ ذہانت کی منزل پر فائز ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ کہ اولی الحجیٰ صاحب عقل کے معنی میں ہو۔ یا ذوی النہیٰ کے معنی کا مترادف ہے۔ یا پھر اس کے مغایر ہو اور وہ اس طرح کہ عقل کے مراتب اور اس کی قسمیں ہیں۔ ممکن ہے پہلے والے سے عقل معاش (یعنی دنیوی بصیرت) اور دوسرے سے عقل معاد

---

[۳] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام ھم العلامت التی ذکرھا اللہ عزوجل فی کتاب، رقم ۱، ص ۲۰۶۔

[۴] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام ھم العلامت التی ذکرھا اللہ عزوجل فی کتاب، رقم ۳، ص ۲۰۷۔

[۵] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام ھم العلامت التی ذکرھا اللہ عزوجل فی کتاب، رقم ۲، ص ۲۰۷۔

https://downloadshiabooks.com/

(آخرت کی بصیرت) ارادہ کیا گیا ہو۔

ہر صورت میں ائمہ طاہرین علیہم السلام اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح صاحب عقل بلکہ کامل عقل والے ہیں۔

حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل ہوئی ہے: خداوند متعال نے اپنے بندوں کو عقل سے بہتر کوئی چیز عطا نہیں کی ہے۔ اسی لئے عاقل کا خواب جاہل کی بیداری سے اور عاقل کا تحقیق نہ کرنا جاہل کے تحقیق کرنے سے بہتر ہوتا ہے۔ خداوند عالم نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس کی عقل پہلے کامل قرار دی۔ اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل اس کی پیروی کرنے والوں اور امت کی عقل سے بہتر ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں جو کچھ ہے وہ مجتہدین کے اجتہاد سے افضل ہے۔ اس لئے کہ بندگانِ خدا اسی وقت بہتر طریقہ سے خدا کی عبادت کر سکتے ہیں جب وہ خود عبادتوں اور ان کے فلسفہ سے آگاہ ہوں۔ دنیا کے تمام عبادت گذار عاقل کی عبادت کی فضیلت کو درک نہیں کر سکتے ہیں اور عاقل و دانا سے مقصود وہ اولوا الالباب ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے[6]۔ "إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ" (رعد - ۱۹/) (صرف صاحبان عقل و خرد ہی سمجھتے ہیں۔)

و کھف الوری: کھف پناہ گاہ کے معنی میں ہے۔ یعنی ائمہ معصومین علیہم السلام دین و دنیا اور آخرت میں لوگوں کی پناہ گاہ ہیں۔ اس سلسلہ کی روایتوں کا تذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

---

[6] کافی، ج۱، کتاب العقل والجہل، رقم ۱۱، ص ۱۳۔

https://downloadshiabooks.com/

وورثۃ الانبیاء: یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام نے تمام انبیاء کے علوم حتی ان کی تمام نشانیاں، آثار – جیسے تابوت، الواح، عصائے حضرت موسیٰؑ، حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی، حضرت ہارونؑ کا عمامہ – کو میراث میں حاصل کیا ہے۔

ابو بصیر ناقل ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے ابو بصیر! جان لو کہ خدائے تعالی نے جو جو کمال دیگر انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمایا ہے، وہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عنایت فرمایا ہے۔ اور وہ صحف ہمارے پاس ہیں جن کے بارے میں خدا نے قرآن میں فرمایا ہے: "صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ" (اور یہ باتیں (قرآن سے قبل) ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحف میں بیان کی گئی ہیں۔ اعلیٰ – ۱۹/)۔ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں، کیا اس سے وہ صحیفے مراد ہیں کہ جو "الواح" میں لکھے گئے تھے؟ فرمایا: ہاں[۷]۔ اور "وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ" (اور ہم نے ذکر (توریت) کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے۔ انبیاء ۱۰۵/) کے بارے میں راوی عبد اللہ بن سنان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس آیت میں زبور اور ذکر سے کیا مقصود ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ذکر، خدا کے پاس ہے اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب ہے۔ اور خداوند عالم کی طرف سے جو بھی کتاب نازل ہوئی ہے وہ اہل علم کے پاس ہے۔ اور ہم اہل علم ہیں[۸]۔

اسی طرح ایک اور دلچسپ روایت پائی جاتی ہے جسے محمد بن فیض نے امام محمد باقر علیہ السلام سے

---

[۷] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ ورثوا علم النبی و جمیع الانبیاء والاوصیاء الذین من قبلھم، رقم ۵، ص ۲۲۵۔

[۸] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ ورثوا علم النبی و جمیع الانبیاء والاوصیاء الذین من قبلھم، رقم ۶، ص ۲۲۵۔

https://downloadshiabooks.com/

روایت کیا ہے کہ امام عَلَیہِ السَّلام فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ عَلَیہِ السَّلام کا عصا جناب آدم عَلَیہِ السَّلام کے ہاتھ میں تھا، پھر وہ جناب شعیب عَلَیہِ السَّلام کے سپرد ہوا، ان کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیہِ السَّلام کو عطا کیا گیا۔ اور میں نے ابھی چند لمحہ قبل اسے دیکھا ہے جو میرے پاس ہے اور وہ عصا سبز رنگ کا ہے گویا ابھی درخت سے جدا ہوا ہے۔ اگر کلام کرنے کی درخواست کی جائے تو وہ کلام بھی کریگا۔ وہ عصا ہمارے قائم حضرت مہدی عجل اللہ تعال فرجہ الشریف کے لئے آمادہ کیا گیا ہے۔ اور وہ اس سے اسی انداز سے استقادہ کرتے ہیں جس طرح حضرت موسی عَلَیہِ السَّلام نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ یہ عصا جب اپنے سامنے کی چیز کو نگلنا چاہتا ہے تو اس کے وجود میں دو شگافت ہوتے ہیں ایک سرا اس زمین میں دوسرا سرا آسمان میں ہوتا ہے، دونوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہے۔ یہ عصا اپنے سامنے کی پڑی چیزوں کو زبان سے نگلتا ہے[9]۔

ابو حمزہ ثمالی ناقل ہیں میں نے امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلام سے سنا ہے: حضرت موسیٰ علیہ الیلام کا عصا اور ان کی الواح ہمارے پاس ہیں، اور ہم ہی انبیاء کے وارث ہیں[10]۔

اسی طرح ابو سعید خراسانی امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلام کے ذریعہ سے امام محمد باقر عَلَیہِ السَّلام سے نقل فرماتے ہیں: جس وقت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف مکہ میں قیام کرنے کے بعد کوفہ کی طرف کوچ کریں گے تو حضرت عَلَیہِ السَّلام کی طرف سے منادی ندا دے گا: اپنے ساتھ کھانا و پانی لے کر چلنے کی اجازت کسی بھی شخص کو نہیں ہے۔ اور امام عَلَیہِ السَّلام حجر موسیٰ بن عمران کو جس کا وزن ایک اونٹ کے بار کے برابر ہو گا اپنے ہمراہ لے لیں گے، جہاں منزل

---

[9] کافی، باب ما عند الائمۃ من آیات الانبیاء، رقم ۱، ص ۲۳۱۔

[10] کافی، باب ما عند الائمۃ من آیات الانبیاء، رقم ۲، ص ۲۳۱۔

https://downloadshiabooks.com/

فرمائیں گے وہاں اس سے چشمہ جاری ہو گا جسے پی کر بھوکے سیر اور پیاسے سیر اب ہو جائیں گے۔ پس امام علیہ السلام کے چاہنے والے اس حجر موسی علیہ السلام سے اسی طرح فیض یاب ہوتے رہیں گے، یہاں تک کہ وہ سب اپنے امام کے ساتھ پشت شہر کوفہ سے نجف (اشرف) وارد ہو جائیں گے"[11]۔

ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک عجیب و غریب روایت نقل کرتے ہیں: امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام رات کا ایک حصہ گذر جانے کے بعد اپنے بیت الشرف سے باہر آئے اور فرمایا: اس شبِ تاریک میں عجیب آواز سن رہا ہوں۔ اے لوگو! اس وقت تمہارا امام ظاہر ہوا ہے جس کے جسم پر حضرت آدم علیہ السلام کا پیراہن، اس کی انگلی میں جناب سلیمان کی انگوٹھی اور اس کے ہاتھ میں عصائے موسیٰ ہے"[12]۔

مفضل ناقل ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: تمہیں یوسف علیہ السلام کے پیراہن کے بارے میں معلوم ہے وہ کیا تھا؟ میں نے عرض کیا: نہیں معلوم۔ فرمایا: جس وقت لوگوں نے آگ جمع کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالنا چاہا تو جبرئیل علیہ السلام نے جنت کے لباسوں میں سے ایک لباس لا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنایا: جس کی بنا پر انہیں گرمی و سردی نے کوئی ضرر نہیں پہونچایا۔ اور جب ابراہیم علیہ السلام دنیا سے جانے لگے تو اس لباس کو ایک حرز میں قرار دے کر حضرت اسحاق علیہ السلام کی گردن میں ڈال دیا۔ اور اسحاق علیہ السلام نے اسے حضرت یعقوب علیہ السلام کی گردن میں ڈال دیا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام دنیا

---

[11] کافی، باب ما عند الائمۃ من آیات الانبیاء، رقم ۳، ص ۲۳۱۔

[12] کافی، باب ما عند الائمۃ من آیات الانبیاء، رقم ۴، ص ۲۳۲۔

https://downloadshiabooks.com/

میں آئے تو یعقوب علیہ السلام نے اسے جناب یوسف علیہ السلام کے بازو پر باندھ دیا، اور وہ اسی طرح بندھا رہا یہاں تک کہ وہ سارے واقعات جو حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے تھے گذر گئے۔ تو مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اس پیراہن کو حرز سے باہر نکالا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کی خوشبو محسوس کی تو فرمایا: "إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ" (ان کے والد نے کہا: اگر مجھے غلط نہ کہو تو میں بوئے یوسف کو احساس کر رہا ہوں۔ یوسف۔ ۹۴) یہ وہی پیراہن تھا جسے پروردگار عالم نے بہشت سے بھیجا تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ پر قربان ہو جاؤں! پھر وہ پیراہن کس کے اختیار میں دیا گیا؟ فرمایا: جو اس کا اہل تھا، اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر نبی کو جو کچھ علم اور غیر علم سے ملا تھا آخر میں وہ سب چیزیں اہل بیتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کر دی گئی ہیں[۱۳]۔

اسی طرح ایک روایت نقل ہوئی ہے کہ زیدی مذہب سے تعلق رکھنے والے دو شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آئے (زیدی مذہب امام زین العابدین علیہ السلام کے بیٹے جناب زید سے نسبت رکھتے ہیں، جو شیعوں کا ایک فرقہ ہے اور وہ جناب زید بن علی بن حسین کی امامت کے معتقد ہیں۔ جو یقینی طور سے غلط اور گمراہ ہیں۔) اور سلام و جواب کے بعد وہ چلے گئے تو راوی سعید سمان کہتے ہیں: امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: کیا ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ عرض کیا: ہاں آقا یہ دونوں فرقۂ زیدیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار عبد اللہ بن حسن کے پاس ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ دونوں جھوٹ بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے، خدا کی قسم! عبد اللہ بن حسن اور ان کے

---

[۱۳] کافی، باب ما عند الائمۃ من آیات الانبیاء، رقم ۵، ص ۲۳۲۔

https://downloadshiabooks.com/

والد کسی نے بھی اپنی آنکھوں سے اس شمشیر کو نہیں دیکھا۔ ہاں انہوں نے اس تلوار کو علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام کے پاس دیکھا ہے۔ اگر وہ صحیح کہہ رہے ہیں کہ وہ شمشیر ان کے پاس ہے تو پھر اس کے دستہ میں کون سی نشانی پائی جاتی ہے بتا دیں؟ نوکِ شمشیر میں جو علامت ہے اسے بتا دیں؟ جان لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار، زرہ، خود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم میرے پاس ہے۔ اگر وہ دونوں سچے ہیں تو بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ میں کیا نشانی پائی جاتی ہے؟ آگاہ ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم، نعلین، الواح، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، سلیمان ابن داوٗد علیہما السلام کی انگوٹھی میرے پاس ہے۔ وہ طشت جس میں موسیٰ علیہ السلام قربانی کا جانور ذبح کرتے تھے میرے پاس ہے، اور جنگ کے وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں اور مشرکوں کے لشکر کے درمیان مخصوص اسم قرار دیتے تھے تو مشرکوں کا کوئی تیر مسلمانوں کو نہیں لگتا تھا وہ اسم میرے پاس ہے۔ مُثُل جنہیں فرشتہ لاتے تھے۔ میرے پاس ہے۔ ہمارے درمیان اسلحوں کی مثال بنی اسرائیل میں تابوت کے مانند ہے، جس طرح بنی اسرائیل کے جس خاندان میں تابوت ہوتا تھا تو وہ خاندان پیغمبری کی صلاحیت رکھتا تھا اسی طرح ہم اہل بیت علیہم السلام میں جو ان چیزوں (سلاح) کا وارث ہو گا وہی منصبِ امامت کے لائق ہو گا۔۔۔ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ کو زیب تن کیا تو بالکل مناسب معلوم ہوئی، اور ہمارا قائم (امام مہدی) علیہ السلام جب خدا کے حکم سے قیام کرے گا اور وہ اسے پہنے گا تو اسے بھی بالکل مناسب اور درست ہو گی"[۱۴]۔

---

[۱۴] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ما عند الائمۃ من سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و متاعہ، رقم ۱، ص ۲۳۲-۲۳۳۔

https://downloadshiabooks.com/

راوی عبد الاعلیٰ کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسلحہ ہے۔ اس بارے میں مجھ سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا۔ اس کے بعد فرمایا: یہ سلاح محفوظ رہتا ہے۔ (اس کی خصوصیتوں میں ہے) کہ اگر وہ بدترین شخص کے پاس رکھا جائے تو بہترین لوگوں میں ہو جاتا ہے۔ یہ سلاح دست بدست ہوتا ہوا ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں پہونچے گا جس کے پاس کائنات کا اختیار ہو گا۔ جب خدا چاہے گا تو قیام کرے گا۔ لوگ تعجب سے پوچھیں گے: کیا حادثہ ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کو اس وقت کے تمام حالات اور لوگوں پر غلبہ عطا فرمائے گا[15]۔

ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دنیا میں شمشیر، زرہ، بکری، مخصوص خچر اپنے بعد چھوڑا ہے اور علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے تمام چیزوں کو میراث میں حاصل کیا ہے[16]۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میرے والد گرامی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زرہ (ذات الفضول) پہنی تو زمین پر خط کھینچ رہی تھی اور میں نے پہنا تو بھی بڑی تھی[17]۔ (اس سے مقصود یہ تھا کہ ہم اس کے وارث ہیں وہ ہمارے پاس ہے۔)

احمد بن ابو عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تلوار

---

[15] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ما عند الائمۃ من سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و متاعہ، رقم ۲، ص ۲۳۴۔

[16] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ما عند الائمۃ من سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و متاعہ، رقم ۳، ص ۲۳۴۔

[17] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ما عند الائمۃ من سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و متاعہ، رقم ۴، ص ۲۳۴۔

https://downloadshiabooks.com/

(ذوالفقار) کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کہاں سے آئی تھی؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: جبرئیل اسے آسمان سے لائے تھے۔ اور اس شمشیر کو چاندی سے زینت دی گئی تھی۔ اور وہ ابھی میرے پاس موجود ہے[18]۔

حمران نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ام سلمہ کو بامہر کتاب سپرد کی گئی تھی وہ کون سی کتاب تھی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رحصت ہوئے تو ان سے جو بھی دنیا میں باقی بچا علم سلاح وغیرہ تو علی علیہ السلام اس کے وارث قرار پائے۔ اس کے بعد امام حسن علیہ السلام اور اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کو حاصل ہوا۔ اور چونکہ آپ کو خوف لاحق ہوا کہ یہ کہیں تلف نہ ہو جائیں لہٰذا انہیں ام سلمہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد اس صحیفہ کو امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے اختیار میں لیا۔ میں نے عرض کیا: ان کے بعد آپ کے والد گرامی اور ان کے بعد آپ علیہ السلام کو سپرد کی گئی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں[19]۔

اس سلسلہ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے اس طرح روایت منقول ہے: ہمارے درمیان سلاح کی مثال بنی اسرائیل کے درمیان تابوت کے مانند ہے کہ وہ جہاں (جس خاندان میں) ہوتا تھا اس (خاندان) میں سلطنت و نبوت قرار پاتی تھی۔ پس جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلاح ہوگا اسی کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم و دانش پایا جارہا ہوگا[20]۔

---

[18] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ما عند الائمۃ من سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ومتاعہ، رقم ۵، ص ۲۳۴۔

[19] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ما عند الائمۃ من سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ومتاعہ، رقم ۷، ص ۲۳۵۔

[20] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان مثل سلاح رسول اللہ مثل التابوت فی بنی اسرائیل، رقم ۴، ص ۲۳۸۔

https://downloadshiabooks.com/

وَالْمَثَلِ الْأَعْلَىٰ:

مَثَل میم اور ثاء کو فتحہ کے ساتھ پڑھیں۔ جس کے معنی حجت، دلیل، کلام اور صفت کے ہیں۔ اور اس کی جمع "مُثُل" میم اور ثاء کو ضمہ کے ساتھ پڑھیں۔ اور اس مقام پر (مثل) کو دونوں حالتوں میں پڑھا جا سکتا ہے۔ (زبر اور پیش کے ساتھ)۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام خداوند متعال کی سب سے برترین حجت ہیں، اس کی مخلوق پر اسی طرح وہ صفات پروردگار سے اس طرح آراستہ ہیں گویا ان کا پورا وجود صفات خداوند ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ خدائے تعالیٰ کے اسماء و صفات کے مظہر ہیں اور ممکن ہے یہاں مَثَل سے وہ مَثَل مقصود ہو جسے خداوند عالم نے آیت نور میں اپنے نور سے تشبیہ دی ہے کہ آیت نور ائمہ معصومین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ لہذا اگر (المثل) کو (مُثُل) جمع کی صورت میں پڑھا جائے گا تو یہ زیارت کے ماقبل جملوں کے مانند ہوگا اور اگر مفرد کی صورت میں پڑھا جائے گا تو اس کی دو صورت ہوگی۔

الف: یا تو اس لئے کہ اسے تمام ائمہ علیہم السلام کے لئے بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

ب: یا اس سبب سے کہ تمام ائمہ علیہم السلام ایک ہی نور ہیں۔

کتاب کافی میں روایت نقل ہوئی ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام آیت نور کی تفسیر میں فرماتے ہیں: " اللهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ " میں "مِشْكَاةٍ" سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا مقصود ہیں اور "فِيهَا مِصْبَاحٌ" سے امام حسن علیہ السلام اور "الْمِصْبَاحُ" سے امام حسین علیہ السلام مقصود ہیں اور " فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ " کا

https://downloadshiabooks.com/

مطلب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا زنان عالم میں اسی طرح ہیں جیسے ستاروں کے درمیان، ستارۂ فروزاں ہے۔ "یُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ" میں شجرۂ مبارکہ سے، حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں۔ "زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ" یعنی نہ یہودی اور نہ نصرانی۔ "يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ" یعنی عنقریب ہے کہ اس سے علم و دانش کا چشمہ جاری ہو۔ "وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ" یعنی ایک امام دوسرے امام کے بعد آتا ہے۔ "يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ" یعنی خداوند عالم جس کی چاہتا ہے معصومین علیہم السلام کے وسیلہ سے ہدایت کرتا ہے۔ "وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ" اور خداوند عالم اس طرح لوگوں کے لئے مثال بیان کرتا ہے[۲۱]۔ (تا آخرِ حدیث)

وَالدَّعْوَةِ الْحُسْنَىٰ وَحُجَجِ اللَّهِ عَلَىٰ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ:

والدعوۃ الحسنیٰ یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام خود مجسم دعوت (وہدایت) ہیں۔ اس مقام پر ائمہ علیہم السلام کی طرف جملہ دعوۃ الحسنیٰ کی نسبت جو دی گئی ہے وہ یا تو بخاطر مبالغہ ہے۔ یعنی اہل بیت علیہم السلام نے دین خدا کی طرف لوگوں کو دعوت دینے میں جو استقامت و پایداری کا مظاہرہ فرمایا ہے اس سے ان کا خود وجود ہی نیک دعوت اور اللہ کی طرف بلانے والا ہو گیا۔ اس لئے کہ وہ لوگوں کو راہِ نجات اور کامیابی کی طرف لاتے ہیں۔ اور لوگوں میں سب سے برترین فرد ہیں جو انہیں دین خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یا پھر اس جملہ سے مراد یہ ہو کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام ہی وہ ہیں جن کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی ہے۔ جس کی طرف

[۲۱] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام نور اللہ عزوجل، رقم ۵، ص ۱۹۵۔ وسورہ نور آیت ۳۵

https://downloadshiabooks.com/

قرآن کریم میں اشارہ ملتا ہے: " فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ " (لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ دے۔ ابراہیم – ۳۷/ ۷) اس کے بعد فرمایا: " رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي " (پروردگار مجھے نماز قائم کرنے والا قرار دے اور میری ذریت سے بھی۔ ابراہیم – ۴۰/ ۷) اور اپنی ذریت کے لئے نیک دعا فرمائی جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے مراد میں ہوں[22]۔

آیت " قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ " (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے اور میں اور میرے پیروکار مکمل بصیرت کے ساتھ تمام لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ یوسف – ۱۰۸/ ۷) کی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: اس آیت سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام اور ان کے بعد ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں[23]۔

وَحُجَجِ اللّٰهِ: یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام وہ گواہ اور دلائل ہیں جن کے ذریعہ خدائے تعالیٰ نے اپنی حجت لوگوں کے اوپر قائم کی ہے اور لوگوں سے ان کی پیروی و اطاعت کا مطالبہ کیا ہے تاکہ اس کے سامنے گنہگار اور شرمندہ نہ ہوں۔

عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى: یعنی اہل بیت علیہم السلام حیرت انگیز معجزوں، روشن دلیلوں، واضح نشانیوں، کریمانہ اخلاق، ملکوتی و آسمانی فضیلتوں اور علوم و اسرار الٰہی کے ذریعہ

---

[22] تفسیر البرہان، ج ۱، ص ۱۵۱۔

[23] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب فیہ نکت ونتف من التنزیل فی الولایۃ، رقم ۶۲، ص ۴۲۵۔

https://downloadshiabooks.com/

دنیامیں خلق پر حجتِ خدا ہیں۔ اور عالمِ برزخ میں اور قیامت میں بھی ہنگام سوال، خداوند عالم نے اعمال کے لئے اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت وعدم اطاعت کو معیار قرار دیا ہے۔

الاولی: اس جملہ میں اگر اولیٰ سے مراد دنیا ہے تو اس کی دو صورت ہو گی:

الف: کلمہ 'دنیا جو اس کے قبل آیا ہے، اس کے لئے تاکید ہو گا۔

ب: یا پھر اس کلمہ کی تکرار، کلام کو مسجّع بنانے کی خاطر ہے۔ (ما قبل جملوں میں الحسنیٰ، الاعلیٰ ذکر ہوا ہے۔) یا ممکن ہے اولیٰ سے نشأت اولیٰ مقصود ہو جسے عالم ذر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (عالم ذر اس دنیا سے قبل کا عالم ہے جہاں خداوند عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے کائنات کے تمام ذرّات کو خلق فرمایا اور ان سے اپنی ربوبیت کے متعلق عہد وپیمان لیا۔)

کتاب کافی میں متعدد سند کے ساتھ دو معصوم امام موسیٰ کاظم اور امام علی رضا علیہما السلام سے منقول ہے کہ: خلائق پر خدا کی حجت اس وقت تک تمام نہیں ہو سکتی جب تک کہ امام خداوند عالم کو لوگوں کے لئے نہ پہچنوا دے[٢٤]۔

اسی طرح سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی روایت منقول ہے: خلقت سے پہلے، خلقت کے ہمراہ اور خلقت کے بعد ہمیشہ خدا کی حجت مخلوقات کے ساتھ رہی ہے اور رہے گی[٢٥]۔

مصحف ناطق امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: روئے زمین پر ہمیشہ خدا کی حجت کا وجود ہوتا ہے کہ وہی لوگوں کو خدا کے حرام وحلال کو بتاتا ہے۔ اور وہی انہیں دین خدا کی طرف بلاتا

---

[٢٤] کافی، ج١، کتاب الحجۃ، باب ان الحجۃ لا تقوم للہ علی خلقه الا بامام، رقم ١و٣، ص١٧٧۔

[٢٥] کافی، ج١، کتاب الحجۃ، باب ان الحجۃ لا تقوم للہ علی خلقه الا بامام، رقم ١و٤، ص١٧٧۔

https://downloadshiabooks.com/

ہے[۲۶]۔

ابو بصیر امام محمد باقر عَلَیہِ السَّلَام یا امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلَام سے نقل کرتے ہیں: خداوند عالم زمین کو امامِ عالم کے بغیر نہیں رکھتا ہے اگر یہ امام اور رہبر نہ ہو تو حق کو باطل سے پہچانا نہیں جا سکے گا[۲۷]۔

ایک اور روایت میں امام محمد باقر عَلَیہِ السَّلَام فرماتے ہیں: خدا کی قسم! حضرت آدم عَلَیہِ السَّلَام کے بعد سے کسی زمانہ میں خدائے سبحان نے زمین کو بغیر امام کے جو لوگوں کو اس کی طرف ہدایت کرے اور خلق پر اس کی حجت ہو، خالی نہیں چھوڑا ہے۔ اس لئے کہ زمین حجت خدا کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی[۲۸]۔

وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ:

یہ جملہ "السلام" پر عطف ہے یعنی ائمہ عَلَیہِمُ السَّلَام پر خدا کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ اور اس جملہ کی تشریح گذشتہ صفحات میں ہو چکی ہے۔

[۲۶] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الارض لا تخلو من حجۃ، رقم ۳، ص ۱۷۸۔

[۲۷] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الارض لا تخلو من حجۃ، رقم ۵، ص ۱۷۸۔

[۲۸] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الارض لا تخلو من حجۃ، رقم ۸، ص ۱۷۸۔

https://downloadshiabooks.com/

تیسرا حصہ

السَّلَامُ عَلَى مَحَالِّ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ وَ مَسَاكِنِ بَرَكَةِ اللّٰهِ وَ مَعَادِنِ حِكْمَةِ اللّٰهِ

السَّلَامُ عَلَى مَحَالِّ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ بعض نسخہ میں "محالّ" مفرد کی شکل میں "محلّ" آیا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے سوائے کوئی فرد خداوند عالم کی صحیح معرفت نہیں رکھتا، اور سوائے ان کے وسیلہ اور ان کے طریقہ کے کسی اور وسیلہ سے خدا پہچانا بھی نہیں جا سکتا۔ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ذریعہ جو خداوند عالم کی وحدانیت، صفات نیز صفت کمالیہ و جمالیہ و صفت جلالیہ یا ثبوتیہ و سلبیہ کے بارے میں حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ خود اس مطلب کے لئے بہترین دلیل ہیں۔ اور ممکن ہے اس سے مراد یہ ہو کہ اہل بیت طاہرین علیہم السلام خدا کے صفات جیسے عین، فضل و کرم، قدرت وغیرہ کے مظہر ہیں۔ اس لئے یہ بات کہی جاتی ہے کہ جس نے انہیں پہچان لیا وہ خدا کو بھی پہچان سکتا ہے۔

اور اگر مفرد (محلّ معرفة اللہ) کی شکل میں استعمال ہوگا تو اس کا معنی ہوگا کہ ائمہ علیہم السلام معرفت خدا کے مرحلہ میں ایک دوسرے امام علیہ السلام سے مختلف نہیں ہیں وہ سب اس منزل میں نفس واحدہ ہیں۔

ومساکن: مسکن کی جمع ہے۔ (برکۃ اللہ) یعنی خداوند عالم کا خیر و لطف و کرم، اس سے مراد یہ ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام خدا کے برکات و نیکیوں کے لئے صلاحیت اور شائستگی رکھتے ہیں۔ یا اس کا مطلب یہ ہو کہ اہل بیت علیہم السلام کے وجود کی برکت سے خداوند عالم دنیا میں بندوں کو رزق عطا فرماتا ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

وَ مَعَادِنِ حِكْمَةِ اللهِ: یعنی ائمہ علیہم السلام حکمت الٰہی کے معدن ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میں شہر حکمت ہوں اور علی علیہ السلام اس کے دروازہ ہیں[1]۔ حکمت سے خدا کا حقیقی علم مقصود ہے اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے علوم بھی اسی طرح تھے۔ اس لئے کہ علوم اہل بیت علیہم السلام کا سرچشمہ علوم الٰہی ہی ہے۔ اور یہ حضرات معارف ربانی اور حکمت الٰہی کے معدن ہیں۔

کتاب کافی میں سیف تمار سے روایت نقل ہوئی ہے کہ: شیعوں کی ایک جماعت کے ساتھ مقام حجر اسود میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: کوئی جاسوس ہمارے تعاقب میں ہے۔ ہم نے دائیں بائیں خوب نگاہ کی کوئی نظر نہیں آیا تو عرض کیا: آقا! کوئی بھی نہیں ہے۔ آپ فرمارہے ہیں کہ ہمارے تعاقب میں جاسوس ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت خضر علیہ السلام کے پاس ہوتا تو میں انہیں خبر دیتا۔ میں ان دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ اور انہیں ان چیزوں سے آگاہ کرتا جن کے بارے میں علم نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت موسی و خضر علیہما السلام کو گذشتہ واقعات و حادثات کا علم دیا گیا تھا۔ لیکن موجودہ اور آئندہ قیامت تک کے رونما ہونے والے واقعات کا علم انہیں نہیں دیا گیا تھا، مگر ہم اہل بیت علیہم السلام نے تمام علوم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میراث میں حاصل کیا ہے[2]۔

---

[1] بحار الانوار ج ۴۰، باب ۹۴ انہ –علیہ السلام– باب مدینۃ العلم، رقم ۳، ص ۲۰۱۔

[2] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام یعلمون علم ما کان وما یکون وانہ لا یخفی علیہم الشیء، رقم ۱، ص ۲۶۰-۲۶۱۔

https://downloadshiabooks.com/

وَحَفَظَةِ سِرِّ اللّٰهِ:

ائمہ معصومین علیہم السلام اسرار الٰہی کے محافظ ہیں، جب کہ کوئی بھی فرشتۂ مقرب اور نبیٔ مرسل ان اسرار کو اپنے سینہ میں نہیں رکھ سکتا ہے۔

اور سلمان و کمیل بن زیاد اور ان کے جیسے ہی ان اسرار کو تحمل کر سکتے ہیں، دوسرا کوئی اس قابل نہیں ہے یعنی اگر ان اسرار الٰہی کو کسی کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے تو سلمان و کمیل یا ان کے جیسے افراد۔

کتاب بصائر میں ابو الصامت سے نقل ہوا ہے: امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلَام نے فرمایا: بیشک ہمارا کلام دشوار، مشکل، ارزش مند، دقیق اور رہنمائی کرنے والا ہے۔ کوئی فرشتۂ مقرب اور نبیٔ مرسل اور وہ مومن جس کا امتحان لیا گیا ہو، اپنے سینوں میں اسے حفظ نہیں کر سکتا۔ میں نے عرض کیا: قربان ہو جاؤں، آقا پھر کون اسے اپنے سینہ میں حفظ کر سکتا ہے۔ فرمایا: ہم جسے چاہیں۔ ابو الصامت کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلَام کے قول سے میں یہ سمجھ گیا کہ خداوند عالم کے کچھ ایسے بندے ہیں جو فرشتۂ مقرب اور نبی مرسل اور آزمائے گئے مومن سے بھی برتر ہیں[۳]۔

امام عَلَیہِ السَّلَام نے حدیث میں جو فرمایا کہ: "ہم جسے چاہیں" اس کا مطلب ایک معصوم امام کے بعد دوسرا معصوم امام ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ معصوم امام اور حجت خدا ہی ان تینوں صفتوں سے برتر و اعلیٰ ہوتا ہے۔ ہاں یہ حدیث پیغمبر اسلام صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہِ وَسَلَّم کو شامل نہیں کرتی ہے۔

---

[۳] بصائر الدرجات، جزء اول، باب ۱۱: فی ائمۃ آل محمد علیہم السلام حدیثھم صعب مستصعب، رقم ۱۰، ص ۲۲

https://downloadshiabooks.com/

اسرار الٰہی سے عجیب و غریب امور اور اسرار و رموز مقصود ہیں۔ جنہیں سوائے معصوم امام کے کوئی دوسرا اپنے سینہ میں محفوظ نہیں رکھ سکتا ہے۔

ابو الصامت امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلَام سے روایت نقل کرتے ہیں میں نے سنا کہ حضرت عَلَیہِ السَّلَام فرمارہے تھے: ہمارے بعض اسرار و رموز اور کلام ایسے ہیں جنہیں کوئی فرشتۂ مقرب، نبیٔ مرسل اور بندۂ مومن جس کا امتحان لیا گیا ہو، اپنے سینہ میں محفوظ نہیں کر سکتا ہے۔ میں نے عرض کیا: پھر کون ہے جو محفوظ کر سکتا ہے؟ اور وہ کسی سے راز فاش نہیں کر سکتا ہے؟ امام عَلَیہِ السَّلَام نے فرمایا: ہم ائمہ انہیں اپنے سینوں میں حفظ کر سکتے ہیں اور ہر کسی سے بیان نہیں کر سکتے ہیں[۴]۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ معانی الاخبار میں اہل مدائن سے کسی سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں نے امام حسن عسکری عَلَیہِ السَّلَام کو ایک خط میں لکھا کہ آپ کے اجداد سے منقول ہے کہ آپ (ائمہ) کی حدیث سخت اور مشکل و دشوار ہے جسے کوئی فرشتۂ مقرب اور نبیٔ مرسل اور وہ مومن جس کے ایمان پر ثبات قدم کا اللہ نے امتحان لیا ہو، اپنے سینہ میں محفوظ نہیں رکھ سکتا ہے اور نہ اسے بیان کرنے سے باز رہ سکتا ہے (یعنی ہر ایک راز فاش کر سکتا ہے۔) آنحضرت عَلَیہِ السَّلَام نے جواب میں لکھا: ہمارے اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ فرشتۂ مقرب اس راز کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا بلکہ وہ اپنے جیسے دوسرے فرشتہ سے بیان کر دیگا۔ اور اسی طرح نبیٔ مرسل اور مومن راز کو اپنے دل میں نہیں رکھ سکتا اور اسے بیان کرنے سے باز نہیں رہ سکتا، بلکہ اپنے جیسے نبی و بندۂ مومن سے بیان کر دے گا، اس کا سبب یہ ہے کہ ان

---

[۴] بصائر الدرجات، جزء اول، باب ۱۱: فی ائمۃ آل محمد علیھم السلام حدیثھم صعب مستصعب، رقم ۱۱، ص ۲۲

https://downloadshiabooks.com/

کے دلوں میں اس راز کو فاش کرنے اور دوسروں سے بیان کرنے کا اس قدر شوق و رغبت پیدا ہوتی ہے کہ اسے اپنے سینہ میں روک ہی نہیں سکتا اور بیان کرنے سے باز نہیں آسکتا ہے[۵]۔

بعض روایتوں میں جن کا ذکر عنقریب آے گا مذکورہ صفتوں کو (فرشتہ، نبی، مومن) دیگر لوگوں سے اور استثناء کیا گیاہے اور انہیں الگ کیا گیا ہے۔ یعنی بعض روایتوں میں امام علیہم السلام نے اس طرح فرمایاہے: ہماری حدیث کو سوائے ان تین گروہ کے کوئی دوسرا اپنے سینہ میں محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ تو اس طرح کی روایتیں گذشتہ روایتوں کے ساتھ جن میں فرمایاہے کہ: کوئی بھی ہستی یہ تین گروہ بھی ان اسرار کو اپنے سینہ میں محفوظ نہیں کر سکتا۔ منافات و تضاد نہیں رکھتی ہیں یعنی دونوں طرح کی روایتوں میں کوئی تضاد و ٹکراو نہیں ہے۔ اس لئے کہ پہلی قسم والی روایتیں جن کا ذکر گذر چکاہے ان اسرار و رموز سے مربوط ہیں اور ایسے راز کو بیان کر رہی ہیں جسے سوائے معصوم امام علیہ السلام کے کوئی دوسرا اپنے سینہ میں محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ لیکن دوسری قسم والی روایتیں جو ذکر ہوں گی جن میں بعض لوگوں کو استثناء کیا گیا ہے وہ اسرار و رموز کے بیان سے متعلق ہیں جنہیں سوائے معصوم امام علیہ السلام اور ان تینوں گروہ کے کوئی دوسرا اپنے سینہ میں محفوظ نہیں رکھ سکتا ہے۔ لہذا دونوں طرح کی روایتوں میں کوئی منافات و تضاد نہیں ہے۔ من جملہ ان روایتوں کے: ایک حدیث ہے جسے یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے کافی میں، شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے خصال، امالی اور معانی الاخبار میں شعیب حدّاد سے نقل کیاہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ: ہماری حدیث سخت اور

---

[۵] معانی الاخبار، باب معنی قول الائمۃ علیہم السلام: حدیثنا صعب مستصعب، رقم ۱، ص۱۸۸۔

https://downloadshiabooks.com/

مشکل ہے اور سوائے فرشتۂ مقرب یا نبیٔ مرسل، یا بندۂ مومن کے جس کا ایمان پر ثابت قدم رہنے کا اللہ تعالیٰ نے امتحان لیا ہے، یا وہ شہر جو محفوظ اور امن و امان میں ہو کوئی دوسرا اسے اپنے سینہ میں محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ امام علیہ السلام سے محفوظ اور امن و امان والے شہر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: اس سے خطرات سے محفوظ اور ذہنی سکون وراحت مقصود ہے[٦]۔

ابو حمزہ ثمالی نے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ میں نے سنا: حضرت علیہ السلام فرمارہے تھے: بیشک ہماری حدیث سخت اور مشکل ہے جسے سوائے تین لوگوں کے کوئی تحمل نہیں کر سکتا ہے۔ (۱) نبیٔ مرسل، (۲) فرشتۂ مقرب، (۳) وہ مومن جس کے دل کا خدا نے ایمان کے لئے امتحان لے لیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اے ابو حمزہ! کیا تم نہیں دیکھتے ہو خداوند عالم نے ہماری اطاعت کے لئے فرشتوں میں مقرب فرشتہ کو، انبیاء میں سے مرسلین کو اور مومن میں مرحلۂ ایمان سے گذرنے والوں کو منتخب کیا ہے[٧]۔

راوی کہتا ہے: ایک دن امام زین العابدین علیہ السلام کی بارگاہ میں تقیہ کے بارے میں بات شروع کی تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر سلمان کے دل کی باتوں سے ابوذر کو آگاہی ہو جاتی تو وہ انہیں قتل کر دیتے۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کے درمیان پیمان اخوت وبرادری قائم فرمائی تھی۔ تو تم دوسروں کے سلسلہ میں کیا خیال رکھتے ہو؟! بیشک علماء

[٦] خصال، ج ۱، باب الأربعة، رقم ۲۷، ص ۲۰۷۔ امالی صدوق، مجلس اول، رقم ٦۔ معانی الاخبار، باب معنی المدینة الحصینة، رقم ۱، ص ۱۸۹۔ کافی، ج ۱، کتاب الحجة، باب فیما جاء ان حدیثهم صعب مستصعب، ص ۴۰۱۔

[٧] بصائر الدرجات، جزء ۱، باب ۱۱، رقم ۱۹، ص ۲۵۔

https://downloadshiabooks.com/

(ائمہ) کا علم سخت اور دشوار ہے۔ اور سوائے نبیٔ مرسل یا فرشتۂ مقرب یا وہ مومن جس کا ایمان پر ثبات قدم کا امتحان لیا گیا ہو، کوئی دوسرا اسے اپنے سینہ میں محفوظ نہیں رکھ سکتا اور سلمان اس سبب سے اسرار و رموز کے عالم قرار دیئے گئے کہ وہ ہم اہل بیت علیہم السلام کی ایک فرد تھے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہم اہل بیت علیہم السلام سے نسبت دی ہے[8]۔

اسی طرح کی ایک روایت ابو جارود سے نقل ہوئی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے میں نے سنا ہے: آل محمد علیہم السلام کی حدیث سخت، دشوار، سنگین، پوشیدہ، جدید اور دقیق ہے، جسے سوائے فرشتۂ مقرب، نبی مرسل یا وہ مومن بندہ جس کے قلب کا ایمان کے لئے خدا نے امتحان لیا ہو، یا وہ شہر جو امن کے ساتھ ہے۔ دوسرا اپنے سینہ میں قرار نہیں دے سکتا۔ جس وقت ہمارے قائم حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف قیام کریں گے تو ان اسرار و رموز کو بیان فرمائیں گے اور قرآن کریم بھی ان کی تصدیق کرے گا[9]۔

ایک دوسری روایت اسی سے مشابہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے اور اس میں یہ عبارت ہے کہ ابو جارود نے کہا: مولا ان الفاظ کے معنی میرے لئے بیان فرمائیں: ذَکْوان، اَجْرَدْ، مُقَنَّع سے کیا مراد ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ذکوان - یعنی جو ہمیشہ زیرک اور ہوشیار ہو۔ اجرد - یعنی جو ہمیشہ نیا اور جدید ہو (نت نئے) اور مقنع - یعنی ہمارے وہ اسرار جو دوسروں سے پوشیدہ ہیں[10]۔

---

[8] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب فی ما جاء ان حدیثھم صعب مستصعب، رقم ۲، ص ۴۰۱۔

[9] بصائر الدرجات، جزء۱، باب ۱۱، رقم ۳، ص ۲۱۔

[10] بصائر الدرجات، جزء۱، باب ۱۱، رقم ۸، ص ۲۲۔

https://downloadshiabooks.com/

جابر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق عَلَیہِ السّلام نے فرمایا: ہمارا امر سرِ خفی ہے۔ وہ ایسا راز ہے جس کا لطف (خدا) اس کے پوشیدہ رہنے میں ہے۔ اور ایک راز ہے جو دوسروں کے مافوق ہے، اور ایک راز ملفوف ہے بر سر دیگر (کلام معصوم کا خلاصہ [11])۔

ابان بن عثمان سے امام جعفر صادق عَلَیہِ السّلام نے فرمایا: ہمارا راز مخفی اور پوشیدہ ہے۔ اور خداوند عالم کے عہد و پیمان کے ہمراہ ہے۔ جو اس کے حجاب کو پارہ کرے گا (جو اس کی حرمت پامال کرے گا) اللہ تعالیٰ اسے ذلیل وخوار کرے گا [12]۔

مرازم سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق عَلَیہِ السّلام نے فرمایا: ہماری ولایت و اسرار حق ہے۔ ایسا حق کہ جس کی حقیقت آشکار ہے اور وہ ظاہر و باطن دونوں رکھتا ہے۔ ایسا راز ہے جو انتہائی مخفی اور نہاں ہے [13]۔

کشی نے جابر سے روایت کی ہے کہ امام محمد باقر عَلَیہِ السّلام نے مجھ سے فرمایا: نوّے (۹۰/) ہزار ایسی حدیثیں ہیں کہ میں نے ابھی تک کسی سے بیان نہیں کی ہیں اور آئندہ کسی سے بیان بھی نہیں کروں گا۔ میں نے عرض کیا: آپ پر فدا ہو جاؤں، آپ نے اس راز کو مجھے بیان کر کے میرے اوپر سنگین بار قرار دیا ہے، چونکہ اسے دوسروں سے بیان کرنے کی اجازت نہیں رکھتا ہوں۔ گرچہ بسا اوقات دل جوش میں آئے اور اسے کسی کے سامنے پیش کرنے کے لئے دیوانگی پیدا ہو جائے تو کیا ہو گا۔

---

[11] بصائر الدرجات، جزء ۱، نادر من الباب فی ان علم آل محمد علیهم السلام سرّ مستسرّ، رقم ۱، ص ۲۸۔

[12] بصائر الدرجات، جزء ۱، نادر من الباب فی ان علم آل محمد علیهم السلام سرّ مستسرّ، رقم ۳، ص ۲۸۔

[13] بصائر الدرجات، جزء ۱، نادر من الباب فی ان علم آل محمد علیهم السلام سرّ مستسرّ، رقم ۴، ص ۲۹۔

https://downloadshiabooks.com/

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر! جس وقت تمہارے اندر یہ کیفیت پیدا ہو تو شہر سے نکل کر پہاڑوں کی طرف چلے جانا اور وہاں ایک گڑھا کھود کر اپنے سر کو اس میں ڈال کر گڑھے سے کہنا: محمد بن علی علیہما السلام نے مجھ سے ایسا ایسا کہا ہے[14]۔

صاحب کتاب فرماتے ہیں: میں نے اپنی کتاب "مصابیح الانوار فی حل مشکلات الاخبار" میں اس طرح کی مشکل اور سخت روایتوں کے معانی کی وضاحت نہایت سادے الفاظ میں پیش کر دی ہے۔

وَخَزَنَةِ عِلْمِ اللهِ:

(یہ عبارت مستدرک الوسائل ج ۲/ باب المزار میں ذکر ہوئی ہے)

وخزنة علم الله: یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام گنجینۂ علم میں۔ ابو بصیر ناقل ہیں: خدمتِ امام جعفر صادق علیہ السلام میں عرض کیا: میں فدا ہو جاؤں! آپ سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں، کوئی (گھر میں) ہے تو نہیں جو ہماری باتیں سن لے؟ امام علیہ السلام نے دو گھر کے درمیان میں جو پردہ پڑا ہوا تھا اسے اٹھا کر دوسری طرف دیکھا کوئی موجود نہیں تھا۔ فرمایا: اے ابو محمد! جو کچھ تمہارے ذہن میں آیا ہے پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! آپ کے شیعہ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو علم کا ایک باب تعلیم فرمایا ہے کہ جس سے ہزار باب نکلتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو محمد! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ایک ہزار باب علم کے تعلیم فرمائے ہیں جس

---

[14] رجال کشی، ص ۱۷۱، طبع اعلمی بیروت۔

https://downloadshiabooks.com/

کے ہر باب سے ہزار باب نکلتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا یہ وہی علم ہے جسے خدا نے آپ کو عطا فرمایا ہے؟ حضرت علیہ السلام نے مختصر لمحہ کے بعد فرمایا: ہاں یہ وہ علم ہے، لیکن وہ پورا علم نہیں ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو محمد! جامعہ بھی ہمارے پاس ہے اور تم نہیں جانتے ہو کہ جامعہ کیا ہے! جامعہ ایک کتاب ہے جس کی لمبائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذراع کے مطابق ستّر ذراع ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے نصف سے املا کرایا اور حضرت علی علیہ السلام نے اپنے داہنے ہاتھ سے اسے لکھا ہے۔ اس میں تمام احکام حلال و حرام اور جن چیزوں کی لوگوں کو ضرورت ہے، سب موجود ہے۔ یہاں تک کہ ایک چیز کو اگر کوئی صدمہ اور نقصان پہونچ گیا تو اس کا دیہ بھی لکھا ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے میرے بدن پر ایک ضرب لگائی اور فرمایا کیا اجازت دیتے ہو؟ میں نے عرض کیا: آپ پر قربان! میں آپ کے اختیار میں ہوں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے غضب کے عالم میں ایک ضرب لگائی اور فرمایا: حتی اس ضرب کا بھی دیہ اس کتاب میں لکھا ہے۔ میں نے عرض کیا: خدا کی قسم! یہ جامعہ وہی علم ہے جسے خدا نے آپ کو عنایت فرمایا ہے؟ فرمایا: ہاں، یہ علم ہے مگر اس علم الہی کا پورا علم نہیں ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا: علم جفر بھی ہمارے پاس ہے، اور لوگ کیا جانیں کہ جفر کیا ہے؟ میں نے دریافت کیا: علم جفر کیا ہے؟ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: جفر ایک ظرف ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے آیا ہے۔ اس میں تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے جانشینوں نیز بنی اسرائیل کے تمام علماء کے علوم موجود ہیں۔ میں نے عرض کیا: واقعی یہ وہی خداداد علم ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں یہ علم ہے مگر وہ علم خداداد نہیں ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا: مصحف حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی ہمارے پاس ہے، اور لوگوں کو کیا معلوم کی

https://downloadshiabooks.com/

مصحف فاطمہ سلام اللہ علیہا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: مصحف فاطمہ سلام اللہ علیہا کیا ہے؟ فرمایا: قرآن کریم کے مانند وہ ایک کتاب ہے، لیکن قرآن کے حجم کے اعتبار سے تین گنا زیادہ ہے۔ خدا کی قسم! اس مصحف میں قرآن سے ایک حرف بھی نہیں آیا ہے۔ میں نے عرض کیا: خدا کی قسم! یہ وہی خدا کا عطا کردہ علم ہے۔ فرمایا: ہاں، مگر وہ علمِ خدادادی نہیں ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام پھر ایک لمحہ کے لئے خاموش رہے اور فرمایا: گذشتہ واقعات اور تا قیام قیامت جو کچھ رونما ہونے والا ہے سب ہمارے پاس ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ پر قربان! خدا کی قسم! یہ وہی عطیۂ پروردگار ہے۔ فرمایا: ہاں، یہ علم ہے، لیکن وہ علم خدادادی نہیں ہے۔ تو میں نے دریافت کیا: آپ پر قربان! وہ علمِ خدادادی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: علم خدادادی وہ علم ہے جو ہر لحظہ اور پے در پے ہم ائمہ علیہم السلام کو الہام ہوتا ہے[15]۔

حسین بن ابی العلاء سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جفر ابیض میرے پاس ہے۔ میں نے عرض کیا: اس جفر ابیض میں کیا چیز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: داؤد علیہ السلام کی زبور، موسیٰ علیہ السلام کی توریت، عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل، ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے، حلال و حرام اور اس میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی کتاب ہے۔ اور میں گمان نہیں کرتا ہوں کہ قرآن سے کوئی مطلب اس میں ذکر ہوا ہو۔ اور وہ تمام چیزیں جن کو سمجھنے کے لئے لوگ ہمارے محتاج ہیں وہ سب کچھ اس میں موجود ہے، اور ہم کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ حتی اس

---

[15] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب فیہ ذکر الصحیفۃ والجفر والجامعۃ ومصحف فاطمۃ علیہا السلام، رقم ۱، ص ۲۳۹-۲۴۰۔

https://downloadshiabooks.com/

میں ایک تازیانہ اور نصف تازیانہ اور ایک چوتھائی تازیانہ کا حکم موجود ہے یہاں تک کہ ایک خراش پیدا کرنے کا دیہ بھی اس میں بیان ہوا ہے۔ اور جفر احمر بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ میں نے پوچھا: جفر احمر کیا چیز ہے؟ فرمایا: اس میں سلاحِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، کہ صاحب شمشیر (حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ شریف) جب قیام کریں گے تو مشرکوں اور کافروں کو قتل کرنے کے وقت اسے غلاف سے نکالیں گے[۱۶]۔

ابویحیٰ صنعانی سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے ابویحیٰ! شبِ جمعہ ہمارے علم و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے۔ میں نے دریافت کیا: میں فدا ہو جاؤں! علم و منزلت میں کس طرح اضافہ ہوتا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: شبِ جمعہ گذشتہ انبیاء اور ان کے اوصیاء کی روحیں اور اِس وصی کی روح کو جو تمہارے سامنے ہے (خود امام جعفر صادق علیہ السلام) آسمان کی سیر کرنے کی اجازت دی جاتی ہے اور عرش پروردگار تک پہونچتی ہیں انہیں حکم ہے کہ سات مرتبہ اس کے گرد طواف کریں۔ اور ہر ستونِ عرش کے کنارے دو رکعت نماز ادا کریں۔ اور اس کے بعد اپنے جسموں میں واپس چلی جائیں۔ جس کی وجہ سے انبیاء اور ان کے جانشین تو مسرور اور شادمان ہوتے ہیں اور اس امام کے علم و دانش میں خوب اضافہ ہوتا ہے جو تمہارے درمیان ہے[۱۷]۔

دو معصومین یعنی امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے ابو بصیر نقل کرتے ہیں: خداوند

---

[۱۶] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب فیہ ذکر الصحیفۃ والجفر والجامعۃ و مصحف فاطمۃ علیہا السلام، رقم ۳، ص ۲۴۰۔

[۱۷] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب فی ان الائمۃ علیہم السلام یزدادون فی لیلۃ الجمعۃ، رقم ۱، ص ۲۵۳۔

https://downloadshiabooks.com/

عالم کے پاس دو طرح کا علم ہے، ایک جو خدا سے مخصوص ہے اور کوئی مخلوق اس سے آگاہ نہیں ہے۔ دوسرے وہ علم جسے اس نے اپنے انبیاء، فرشتوں کو عطا کیا ہے اور یہ وہ علم ہے جو ابھی ہم اہل بیت علیہم السلام کو ملا ہے[18]۔

اس سلسلہ کی ایک اور روایت عبد الواحد سے نقل ہوئی ہے کہ: امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم ہمارے رازدار ہوتے تو تمہیں تمہارے فائدہ و نقصان کی چیزوں سے آگاہ کرتا[19]۔

ایک حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا کی قسم! حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کچھ خداوند عالم نے تعلیم دیا تھا وہ سب حضرت علی علیہ السلام کو سپرد فرمایا، اس کے بعد وہ علم ہم کو ملا ہے اور حضرت علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک اپنے سینۂ مبارک پر قرار دیا[20]۔

وَحَمَلَةِ كِتَابِ اللّٰهِ:

حملة کتاب الله : یعنی اہل بیت پیغمبر علیہم السلام کتابِ خدا (قرآن) کا علم رکھنے والے ہیں کہ جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ اس میں اولین و آخرین کا علم پایا جاتا ہے۔ ائمہ معصومین علیہم السلام قرآن کریم کے اسرار و رموز سے آگاہی اور اس کی تہ سے واقف ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت ہے جو کئی راویوں سے نقل ہوئی ہے۔ جن میں عبد

---

[18] کافی، ج ا، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ یعلمون جمیع العلوم التی خرجت الی الملائکۃ والانبیاء والرسل، رقم ۲، ص ۲۵۵۔

[19] کافی، ج ا، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیهم السلام لو ستر علیهم لأخبروا کل امرئ بما له و علیه، رقم ا، ص ۲۶۴۔

[20] کافی، ج ا، کتاب الحجۃ، باب ان الله عز و جل لم یعلم نبیه علماً الا امره ان یعلمه امیر المؤمنین و انه کان شریکه فی العلم، رقم ۳، ص ۲۶۳۔

https://downloadshiabooks.com/

اللہ بن بشیر خثعمی بھی ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ: زمین و آسمانوں اور جنت و جہنم میں جو کچھ ہے سب ہمارے پاس ہے۔ اور گذشتہ و آئندہ کے واقعات و حادثات سے واقف ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیہ السلام تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرے اور یہ جان لیا کہ سننے والوں کے لئے ان باتوں کا درک کرنا گراں ہے تو فرمایا: میں نے یہ علم قرآن سے حاصل کیا ہے جس میں ارشاد ہوا ہے: " تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ "(ہم نے اس قرآن کو آپ پر نازل کیا جو تمام چیزوں کو بیان کرنے والا ہے۔ نحل۔ ۸۹/[۲۱])

حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت میں آیت (بلکہ یہ آسمانی کتاب واضح نشانیوں کا مجموعہ جو صاحبان علم کے سینوں میں موجود ہے۔ عنکبوت۔ ۴۹/) کی تفسیر میں نقل ہے: اس آیت میں صاحبانِ علم سے فقط ائمہ طاہرین علیہم السلام مقصود ہیں[۲۲]۔ اور ابو داؤد سے نقل ہوا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت (جنہیں ہم نے آسمانی کتاب عطا کی ہے اور وہ اسے غور و فکر سے تلاوت کرتے ہیں، یہی لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والے ہیں۔ بقرہ۔ ۱۲۱/) کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: اس سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں[۲۳]۔

مسعدہ بن صدقہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور امام علیہ السلام نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے نقل کیا ہے: اے لوگو! خداوند متعال نے تمہارے لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

---

[۲۱] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام یعلمون علم ما کان و ما یکون و انہ لا یخفی علیھم الشیء، رقم ۲، ص ۲۶۱۔

[۲۲] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ قد اوتوا العلم و أثبت فی صدورھم، رقم ۳ و ۴ و ۵، ص ۲۱۴۔

[۲۳] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب فی ان من اصطفاء اللہ من عبادہ و أورثھم کتابہ ھم الائمۃ علیھم السلام، رقم ۴، ص ۲۱۵۔

https://downloadshiabooks.com/

مبعوث فرمایا اور قرآن کو حق کے ساتھ ان پر نازل فرمایا۔۔۔ اس کے بعد فرمایا: تم لوگ قرآن سے علم حاصل کرو، اگرچہ تم لوگ بطون قرآن سے واقف نہیں ہو سکتے ہو۔ مگر میں تمہیں آگاہ کروں گا۔ کہ قرآن میں قیامت تک کے گذشتہ و آئندہ واقعات کا علم اور جن چیزوں کے بارے میں تم اختلاف کرتے ہو اور آئندہ اختلاف کروگے سب کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ اور اگر قرآن کے بارے میں مجھ سے سوال کروگے تو میں جواب دوں گا[۲۴]۔

اسی طرح اسماعیل ابن جابر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے: قرآن میں گذشتہ و آئندہ کی خبریں اور تمہارے اختلاف کے حل کا حکم بیان ہوا ہے اور ہم اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے واقف ہیں۔

اس سلسلہ میں اور بھی دیگر روایتیں موجود ہیں[۲۵]۔

وَأَوْصِيَاءِ نَبِيِّ اللهِ:

واوصیاء نبی اللہ: یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام حیرت انگیز معجزوں کے ظاہر کرنے میں اور روشن دلیلوں نیز اس سلسلہ میں فریقین سے نقل ہونے والی متواتر روایتوں کے سبب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین اور وصی ہیں۔ علمائے اہل سنت نے اپنی صحاح میں بھی اس مضمون کی ساٹھ (۶۰/) سے زیادہ حدیثیں نقل کی ہیں۔ اور میں نے اپنے "البرہان المبین فی اصول الدین" نامی رسالہ میں بعض روایتوں کو ذکر کیا ہے۔ اور ان کے بعض حصوں میں امام مہدی علیہ السلام تک کے ائمہ علیہم السلام کے ناموں کی باقاعدہ تصریح بھی ہوئی ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم

---

[۲۴] تفسیر علی بن ابراہیم قمی، ج۱، ص۳۔

[۲۵] بصائر الدرجات، جزء۴، باب۷، رقم۱۰، ص۱۹۶۔

https://downloadshiabooks.com/

کی نسبت سے کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' میں علمائے اہل تسنن نے جابر ابن سمرہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت رسالت مآب نے فرمایا: میرے بعد بارہ جانشین ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے ایک لفظ آہستہ سے فرمایا اور پھر آپ بیان فرماتے رہے۔ (یعنی) وہ تمام جانشین قریش سے ہیں[۲۶]۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث دو طریق سے روایت ہوئی ہے، ایک تو اسی راوی جابر ابن سمرہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد بارہ جانشین ہوں گے، اس کے بعد فرمایا کہ میں نہیں سن سکا۔ لیکن میرے والد نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ تمام ۱۲/ جانشین قریشی ہیں[۲۷]۔ اسی طرح علمائے اہل سنت نے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر شریف کی آخری ساعت میں دریافت کیا: نعوذ باللہ! اگر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے تو ہم کس کی بیعت کریں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ علی علیہ السلام حق کے ساتھ ہے اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ اور ان کے بعد گیارہ امام ہوں گے[۲۸]۔

اسی طرح علمائے اہلسنت نے عائشہ سے روایت نقل کی ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے جانشین بنائے ہیں؟ تو کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے

---

[۲۶] ملحقات احقاق الحق ج ۱۳ میں تنصیص الرسول علی انّ الخلفاء بعدہ اثنا عشر کے عنوان میں یہ حدیث عامہ کے ۳۶ طریقوں سے، جابر بن سمرہ سے روایت ہوئی ہے۔

[۲۷] صحیح بخاری، ج ۹، کتاب الاحکام، وہ باب جو اخراج الخصوم کے باب سے پہلے ہے، ص ۱۰۱۔

[۲۸] اس مضمون کی بہت زیادہ روایات احقاق الحق ج ۱۳ میں ذکر ہوئی ہے، جملة من الاحادث الواردة فی عدد الائمة الاثنی عشر من غیر طریق جابر من کتب العامة کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

کہ میرے بعد بارہ جانشین ہوں گے[29]۔

اس مقام پر یہ بات واضح رہے کہ ان روایتوں سے بنی امیہ اور بنی عباس کے ظالم و غاصب خلفاء مقصود نہیں ہیں، اس لئے کہ اگرچہ وہ قریش سے تھے مگر ان کی تعداد ۱۲/ افراد سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ ان روایتوں میں بعض جگہ اس بات کی وضاحت بھی موجود ہے کہ بارہویں امام کی حکومت آخری زمانہ سے مل جائے گی۔ اور بعض جگہ یہ بھی ذکر ہے کہ آخری جانشین امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہوں گے۔

اسی طرح اہلسنت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ: میرے بعد میرے اوصیاء کی تعداد حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی تعداد کے مطابق ہوگی اور وہ بارہ عدد تھے۔

ابن مسعود سے بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد میرے اوصیاء کی تعداد بنی اسرائیل کے نقباء کے مطابق ہے اور بنی اسرائیل کے نقباء کی تعداد ۱۲/ عدد رہی ہے[30]۔ اس کے علاوہ زمخشری اہلسنت کے بزرگ عالم نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے: فاطمہ سلام اللہ علیہا میرے دل کا ثمرہ ہے اور ان کے شوہر میرے نور چشم ہیں اور ان کے بعد ائمہ جو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی نسل سے اور میری وحی کے امانت دار ہیں، اور خدا و مخلوقات کے درمیان وسیلہ ہیں۔ جو ان سے متمسک ہو گا وہ نجات حاصل کرے گا، اور

---

[29] اس مضمون کی بہت زیادہ روایات احقاق الحق ج ۱۳ میں ذکر ہوئی ہے، جملة من الاحادث الواردة فی عدد الائمة الاثنی عشر من غیر طریق جابر من کتب العامة کے ذیل میں۔

[30] احقاق الحق، ج ۱۳، ص ۴۳۔

https://downloadshiabooks.com/

جو ان کے فرمودات سے منھ موڑے گا ہلاک اور گمراہ ہو گا[31]۔

اس سلسلہ میں کسی حاکم وقت کا ایک دلچسپ واقعہ ملتا ہے: جب اس حاکم کو ان روایتوں کا علم ہوا جن میں ۱۲/ ائمہ علیہم السلام اور قریشی ہونے کا ذکر ہے تو اس نے تمام علمائے اہلسنت کو طلب کیا اور پوچھا: کہ ان روایتوں میں بارہ خلفاء اور جانشین کا جو تذکرہ ہے کہ وہ سب خاندان قریش سے ہوں، اگر صحیح ہے تو قریشی خلفاء کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ تو اس سے آخر کیا مراد ہے؟ میرے لئے واضح کیجئے؟ علماء اہلسنت نے دس دنوں کی مہلت لی اور کہا کہ ہمیں اس کے لئے موقع دیا جائے تو جواب فراہم کریں گے۔ حاکم نے ۱۰/ دنوں کی مہلت دی اور مدت ختم ہونے کے بعد ان سے جواب مانگا۔ انھوں نے اپنے درمیان سے ایک بزرگ اور برجستہ عالم کا انتخاب کر کے پیش کیا۔ اس عالم نے پہلے جان بخشی کی امان طلب کی۔ حاکم نے موافقت کی تو کہا: یہ روایتیں فقط مذہب شیعہ کے عقیدہ کے مطابق ہی درست ہیں۔ اس لئے کہ وہی صرف بارہ قریشی خلفاء و امام کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ خبر واحد ہے (جو تواتر کی حد تک نہ ہو جس کو نقل کرنے والے راوی کم ہوں یا زیادہ اور قرائن کے ساتھ ہی مفید علم ہو۔ معالم الاصول) اس لئے اس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔ حاکم خوش ہو گیا اور اسے انعام سے نوازا۔۔۔ مگر یہ بھی قدرت کا انتظام کہئے کہ خداوند متعال نے اس عالم کی زبان کو اظہارِ حق پر آمادہ کیا جیسا کہ خداوند قرآن میں فرماتا ہے: " فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ " (تو انھوں نے خود اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا تو اب جہنم والوں کے لئے رحمت خدا سے دوری ہے۔ ملک – ۱۱/)

---

[31] احقاق الحق، ج ۱۳، ص ۹۷ نقل از مناقب زمخشری (مخطوط)

https://downloadshiabooks.com/

صاحب کتاب فرماتے ہیں: اپنے جان کی قسم کھا کے کہتا ہوں، یہ روایتیں خبر واحد نہیں بلکہ متواتر اخبار میں سے ہیں (اور متواتر وہ روایت ہوتی ہے جس کو بیان کرنے والا گروہ بیان کرے جن کا کسی جھوٹ پر اتفاق کر کے بیان کرنا محال مانا جائے۔) اور فریقین یعنی شیعہ و سنی دونوں اس پر اتفاق نظر رکھتے ہیں۔ انہوں نے روایتوں کو اپنی کتابوں اور صحاح میں ذکر کیا ہے۔ اور ان روایتوں کا اہلسنت کی کتابوں میں ذکر ہونا جب کہ ان دنوں کا مقتضائے حال ان پر پردہ ڈالنا اور اس طرح کی روایتوں کو نابود کرنا تھا۔ یہ خود اپنے مقام پر بہترین دلیل اور سچی گواہی ہے کہ وہ روایتیں صحیح اور سچی ہیں۔ اے کاش! اپنے اعتماد اور اپنے پیشواؤں کی حقانیت پر کسی خبر واحد ہی کا ذکر کریں اگرچہ ہر ایک کا ضمیر اس کے خلاف گواہی دیتا ہے اور ان کے باطل ہونے پر بے شمار دلیلیں موجود ہیں۔

اس کے علاوہ علمائے اہل سنت نے متعدد اسناد کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے: "من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة"[۳۲] (جو شخص زمانہ کے امام کی معرفت کے بغیر دنیا سے چلا جائے وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔) یہ حدیث ائمہ علیہم السلام کے آخری زمانہ تک باقی رہنے پر بہترین دلیل ہے۔ تو امامت اصول دین سے ہے اور یہ اعتقاد مذہب شیعہ کے علاوہ کسی بھی فرقہ کے مطابق نہیں ہے۔ کہتے ہیں اس حدیث کی وجہ سے کچھ لوگوں نے اپنے عقیدہ سے دست بردار ہو کر مذہب حقۂ شیعہ کو قبول کر لیا ہے۔ (الحمد للہ مذہب شیعہ قبول کرنے والوں کی بڑی طویل فہرست ہے۔ مترجم)

---

[۳۲] احقاق الحق، ج ۱۳، ص ۸۵۔

https://downloadshiabooks.com/

وَ ذُرِّيَّةِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

ذریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی خاندان پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ذریت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود ہو۔ اور حضرت علی علیہ السلام کو از باب تغلیب (غلبہ) ذرّیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شمار کر سکتے ہیں۔ یا پھر زیارت جامعہ کے اس حصہ کو حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ دیگر اہل بیت علیہم السلام کے لئے مخصوص قرار دیا جائے۔ روضہ کافی میں ابو الجارود سے نقل ہوا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو جارود! امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے بارے میں ہمارے مخالفین تمہیں کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: وہ لوگ اس عقیدہ کو کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام فرزند پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں صحیح نہیں فرماتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: تو تم اسے صحیح ثابت کرنے کے لئے کیا دلیل پیش کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہم نے اس آیت کے ذریعہ استدلال کیا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام کے بارے میں خدا فرماتا ہے: " وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ " (اور پھر نوح کی اولاد میں داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف و موسیٰ اور ہارون قرار دئے اور ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں اور زکریا، یحیٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی رکھا جو سب کے سب نیک کرداروں میں تھے۔ انعام - ۸۴-۸۵)۔ کیوں کہ خداوند عالم نے اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت و فرزندوں میں شمار کیا ہے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب نوح علیہ السلام کی اولاد میں نہیں تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تو ان لوگوں نے تمہارے جواب میں کیا کہا؟ میں نے عرض کیا: وہ لوگ کہنے لگے: دختری اولاد گرچہ اس شخص کا فرزند کہلاتا ہے مگر اس شخص کے صلب و نسل سے نہیں ہوتا ہے۔ امام

https://downloadshiabooks.com/

علیہ السلام نے فرمایا: تو تم نے کیا جواب دیا؟ میں نے کہا: قرآن کی دوسری آیت سے یوں استدلال پیش کیا کہ: " فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ " (جو لوگ آپ سے کٹ حجتی کرتے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو لے کر آئیں تم اپنے بیٹوں کو لے کر آؤ، تم اپنی عورتوں کو لے کر آؤ ہم اپنی عورتوں کو لے کر آئیں۔ آل عمران- ۶۱/) کی جو واقعہ مباہلہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے جس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مشرکوں کو چاہئے کہ اپنے بیٹوں اور عورتوں کو ساتھ لائیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی علیہم السلام کو لے گئے تھے۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنا بیٹا سمجھتے تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ان لوگوں نے اس کا کیا جواب دیا؟ میں نے کہا: وہ لوگ کہنے لگے کہ کلام عرب میں دستور ہے کہ کبھی کبھی دوسروں کے بیٹوں کو اپنی طرف منسوب کر کے اپنا بیٹا سمجھا جاتا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو الجارود! قرآن کی ایک اور آیت جو اس مطلب پر دلالت کرتی ہے کہ حسنین علیہما السلام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے اور ان کی صلب سے ہیں۔ میں تمہارے لئے بیان کرتا ہوں۔ سوائے کافر کے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا ہے۔ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان! وہ کون سی آیت ہے؟ فرمایا: خدا فرماتا ہے: " حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ ... وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ " (تمہارے اوپر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔۔۔ اور تمہارے فرزندوں کی بیویاں جو تمہارے صلب سے ہیں۔۔۔ حرام کر دیا گیا ہے۔ نساء- ۲۳/)۔ اے ابو الجارود! اب تم اپنے مخالفین سے

https://downloadshiabooks.com/

دریافت کرو، کیا امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی بیویوں سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شادی کرنا جائز ہو گا؟ اگر وہ کہتے ہیں: ہاں۔ تو جھوٹے ہیں (تصریح قرآن کے مطابق) اور فاسق کہلائیں گے اور اگر کہتے ہیں: جائز نہیں ہے۔ تو یہ خود بڑی دلیل ہے کہ حسنین علیہما السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند اور ذریت ہیں[۳۳]۔

محمد ابن مسلم نے امام جعفر صادق یا امام محمد باقر علیہما السلام سے صحیح حدیث نقل کی ہے: اگر لوگوں کے لئے قرآن کریم کی صریحی آیت کی روشنی میں "وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا" (تمہارے لئے رسول اللہ کو اذیت دینا اور ان کی ازواج سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں ہے (حق نہیں ہے)۔ احزاب۔ ۵۳/)

ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کرنا حرام نہ ہوا ہوتا پھر بھی امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے لئے ان سے نکاح کرنا حرام ہوتا، اس لئے کہ خداوند عالم فرماتا ہے: "وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ" (کہ جن عورتوں سے تمہارے والد نے نکاح کیا ہے اس سے نکاح نہ کرو۔ نساء۔ ۲۲/)۔ اس لئے کہ یہ بات کسی کے لئے زیب اور سزاوار نہیں ہے کہ وہ اپنے جد کی بیوی سے نکاح کرے[۳۴]۔

کتاب احتجاج میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے نقل ہوا ہے: ہارون رشید خلیفۂ عباسی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا: آپ علیہ السلام اپنے چاہنے والوں کو اس بات کی اجازت کیوں دیتے ہیں کہ آپ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کر کے ان کی نسل میں قرار دیں۔ جب کہ آپ

---

[۳۳] روضہ کافی، رقم ۵۰۱، ص ۳۱۷۔

[۳۴] تفسیر البرہان، ج ۳، ص ۳۴۴، رقم ۳۔

https://downloadshiabooks.com/

حضرت علی علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ انسان اپنے والد کی طرف منسوب ہوتا ہے، نہ کہ والدہ کی طرف۔ اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا آپ کے وجود کے لئے صرف ظرف تھیں۔ اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماں کی طرف سے آپ کے نانا ہیں۔ امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہوتے اور وہ تمہاری بیٹی سے عقد کرنا چاہتے تو تم اس کے لئے راضی ہوتے اور نکاح میں دے دیتے؟ ہارون نے کہا: سبحان اللہ! ایسا کیوں نہیں کروں گا، بلکہ اس رشتہ سے میں عرب اور قریش پر فخر کروں گا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: مگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بیٹی کے لئے مجھ سے درخواست نہیں فرمائیں گے اور نہ میں بیٹی کو ان کے عقد میں قرار دوں گا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل سے ہیں۔ ہارون نے کہا: مرحبا آفرین اے موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام (آپ نے عمدہ دلیل پیش کی ہے) تا آخرِ حدیث[۳۵]۔

راوی عائذ احمسی بیان کرتا ہے میں نمازِ شب کے بارے میں سوال کرنے کے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کیا: اے فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر سلام ہو۔ تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: تم پر بھی سلام ہو۔ ہاں خدا کی قسم! ہم ائمہ علیہم السلام فقط پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار ہی نہیں ہیں بلکہ ان کی ذریت اور اولاد بھی ہیں۔ تا آخرِ حدیث[۳۶]۔

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

---

[۳۵] احتجاج، ج ۲، احتجاج ابی ابراہیم بن جعفر علیہ السلام، ص ۳۹۱۔

[۳۶] اعلام الوری، باب ۵، فصل ۳، رقم ۱، ص ۲۶۸۔

https://downloadshiabooks.com/

چوتھا حصہ

السَّلَامُ عَلَى الدُّعَاةِ إِلَى اللهِ وَ الْأَدِلَّاءِ عَلَى مَرْضَاةِ اللهِ وَ الْمُسْتَقِرِّينَ فِي أَمْرِ اللهِ:

السلام علی الدّعاۃ: دعاۃ بلانے والے اور دعوت دینے والے کے معنی ہیں۔ داعی کی جمع جیسے قاضی کی جمع قضاۃ ہے۔

الی اللہ: خدا کی طرف۔ یعنی خدا کی طرف دعوت دینے والوں پر درود و سلام ہو۔ اور اس سے ائمہ معصومین علیہم السلام مقصود ہیں کہ جو معرفت خدا اور اس کی اطاعت و عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یہ بحث آیت "**قُلْ هٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي...**" (یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجئے کہ میرا اور میرے اطاعت گذاروں کا یہی راستہ ہے کہ جس کی طرف خلق کو بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں۔ یوسف- ۱۰۸/) کی تفسیر کے ضمن میں گذر چکی ہے۔ امام رضا علیہ السلام سے امام معصوم علیہ السلام کی صفت کے بارے میں روایت ہے کہ: امام مخلوقات کے درمیان خدا کے امانت دار اور اس کے بندوں پر حجت اور زمینوں پر خلیفۃ اللہ ہیں۔ وہ لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دینے والے اور دین خدا کا دفاع کرنے والے ہیں[1]۔

والادلّاء: دالّ یا دلیل کی جمع ہے اور راہنمائی کے معنی یعنی ائمہ علیہم السلام رضایت و خوشنودی پروردگار کے لئے لوگوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام معرفت

---

[1] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب نادر جامع فی فضل الامام و صفاتہ، رقم ۱، ص ۲۰۰۔

https://downloadshiabooks.com/

پروردگار اور احکام شرعی کی طرف کہ جن پر عمل کر کے بندے رضایت پروردگار حاصل کرتے ہیں، رہنمائی کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں امام رضا علیہ السلام امام کی توصیف میں فرماتے ہیں:

امام پیاسوں کے لئے آب گوارہ کے مانند ہے، وہ خلق کی ہدایت کے لئے راہنما اور ہلاکت و گمراہی سے نجات دینے والا ہے[۲]۔

المستقرین فی امر اللہ: یعنی ائمہ معصومین علیہم السلام خداوند عالم کے امر و نہی پر عمل کرنے والے اور اس کی انجام دہی میں ثابت اور پائدار ہیں۔ یا اس کا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام امرِ ولایت و خلافت میں ثابت قدم ہیں۔ بعض نسخوں میں کلمۂ **المستوفرین** نقل ہوا ہے، جو کثرت اور زیادہ کے معنی میں ہے۔ تو اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام دیگر مخلوقات کی نسبت خدا کے اوامر اور نواہی پر زیادہ عمل کرتے ہیں۔

وَ التَّامِّينَ فِي مَحَبَّةِ اللهِ:

یعنی اہل بیت علیہم السلام محبت پروردگار سے سرشار ہیں۔ اس لئے کہ وہ محبت خدا کے سب سے برترین درجہ رکھتے ہیں۔ زیارت جامعہ کے بعض قدیم نسخہ میں (النامین) نون سے ذکر ہوا ہے جو نمو اور رشد کے معنی میں ہے۔ یعنی ائمہ علیہم السلام ایام طفولیت سے ہی محبت خدا کے ذریعہ رشد پاتے ہیں۔ یا پھر اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ ان کے وجود مبارک میں محبتِ پروردگار لحظہ بہ لحظہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ زیارت جامعہ کا یہ فقرہ بعض کوتاہ فکر افراد کے نظریہ کے باطل

[۲] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب نادر جامع فی فضل الامام و صفاتہ، رقم ۱، ص ۲۰۰۔

https://downloadshiabooks.com/

ہونے پر نص صریح اور روشن دلیل ہیں۔ ان کا قول ہے کہ خدا کی محبت حاصل کرنا ناممکن ہے اور اس کا انکار کیا ہے۔ کہتے ہیں: احکام خداوندی کی اطاعت اور اس کی پابندی کرتے رہنا ہی محبت پروردگار ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس لئے کہ حقیقی محبت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب دونوں طرف کی سنخیت اور جنسیت ایک ہو۔ جب دونوں طرف سنخیت ہی نہیں تو محبت پیدا ہونا محال ہے۔ انکارِ محبت سے اُنس، شوق، مناجات میں لذت اور دیگر محبت کی علامتوں کا انکار کرنا لازم آتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پہلے محبت کا معنی سمجھنا چاہئے کہ محبت کہتے کسے ہیں؟ اصل میں محبت انسان کا کسی چیز سے تعلق اور لگاؤ کے پیدا ہونے کا نام ہے، جس سے وہ لذت حاصل کرتا ہے اور انسان کو یہ لگاؤ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اپنے حواس ظاہری یا باطنی احساسات کے وسیلہ سے اس چیز کو درک کرتا ہے تو اس طرح جو وسیلہ اس تعلق و لگاؤ کے پہچنوانے اور متعارف کرانے میں جتنا زیادہ اور بہتر کردار ادا کرے گا اتنی ہی شدید محبت کو بھی ایجاد کرے گا اور چونکہ آنکھ کی نسبت قلب کا ادراک قوی اور زیادہ مستحکم ہے تو ظاہری ادراک کے مقابلہ میں قلبی و باطنی ادراک بھی قوی و مستحکم ہو گا۔ جس کی بنا پر انسان اپنی پسندیدہ شئ سے زیادہ سے زیادہ محبت کا احساس کرتا ہے۔ اور چونکہ باطنی و معنوی خوبصورتی جو عقل و قلب سے ادراک ہوتی ہے، وہ ظاہری خوبصورتی سے بدرجہا بہتر اور بلند تر ہے۔ تو اب بتائیے کہ جس نے قلبی ادراک کے وسیلہ سے خدائے سبحان کو پہچانا ہو اور اس کی عظمت و جلالت کا باطنی مشاہدہ کیا ہو۔ جسے ظاہری احساسات درک کرنے سے عاجز ہیں۔ وہ کمال مطلق کا عاشق ہو گا یا نہیں۔ اور اس کی عقل سلیم اور پاکیزہ فطرت اس حقیقی اور دائمی و لذت بخش محبت کی

https://downloadshiabooks.com/

طرف مائل ہو گی یا نہیں؟ ہاں جو جھوٹی اور مکر و فریب سے پُر اور خود غرض محبتیں ہوتی ہیں ان کی طرح ہر گز رجحان پیدا نہیں ہو گا۔ دراصل جن کا درک و فہم، چوپائے کے مانند یا ان کا ادراک ظاہری احساسات کے دائرہ سے آگے بڑھتا ہی نہ ہو وہی اس حقیقی محبت کا انکار کر سکتے ہیں۔

جس طرح انسان اپنے آپ سے محبت کرتا ہے اور اپنی زندگی اور طول حیات اور اس کے جاری رہنے کو پسند کرتا ہے اسی طرح کبھی کبھی وہ دوسری چیزوں سے خود اسی کی خاطر بغیر کسی سود و طمع کے محبت کرتا ہے۔ یعنی وہ اس چیز کے وجود کو عین منفعت بخش سمجھتا ہے اور اسی کو حقیقی و کامل محبت کہتے ہیں۔ جو دل و دماغ دونوں کے لئے قابل عتماد ہوتی ہے۔ اور اسی حقیقی محبت کی طرف قرآن و حدیث میں صراحت کے ساتھ توجہ دلائی گئی ہے۔ " يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ" (خداوند عالم آئندہ ایسے گروہ کو پیدا کرے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ بھی خدا سے محبت کریں گے۔ مائدہ – ۵۴/)

یا دوسری جگہ آیا ہے: "وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ" (لیکن وہ لوگ جو ایمان والے ہیں خدا سے ان کی محبت شدید ہے۔ بقرہ – ۱۶۵/) یا ارشاد ہوا: "قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ" (پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ، دادا، اولاد، برادران، ازواج، عشیرہ و قبیلہ اور اموال جنہیں تم نے جمع کیا ہے،۔۔۔۔ تمہاری نگاہ میں اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور راہِ خدا میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں، تو وقت کا انتظار کرو۔ توبہ – ۲۴/)

https://downloadshiabooks.com/

حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوسروں سے بڑھ کر محبت نہ کرے[۳]۔ (سب سے زیادہ محبوب اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔)

دوسری جگہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا میں فرمایا: پروردگار! اپنی اور اس شخص کی محبت جو تجھے چاہتا ہے اور اس چیز کی محبت جو مجھے تیری محبت سے قریب کر دے مجھے نصیب فرما اور میرے لئے اپنی محبت کو عالم تشنگی میں آبِ گوارا سے بھی بہتر قرار دے[۴]۔

حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے: اے فرزند عمران (حضرت موسیٰ علیہ السلام)! وہ انسان جھوٹ بولتا ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا سے محبت کرتا ہوں اور جب شب کی تاریکی چھا جاتی ہے تو (منھ موڑ کر) سو جاتا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ ہر محب چاہتا ہے کہ اپنے محبوب سے خلوت و راز نیاز کرے؟ اے فرزند عمران! آگاہ ہو جاؤ، کہ میں اپنے دوستوں کو خوب پہچانتا ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جب رات آتی ہے تو ہر طرف سے رخ موڑ کر میری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آخرت کے عذاب کو ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھتے ہیں۔ وہ لوگ دل کی آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہیں اور مجھ سے باتیں اور راز و نیاز کرتے ہیں[۵]۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے علل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے: حضرت شعیب علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کی محبت و عشق میں اس قدر گریہ کیا کہ اندھے ہو گئے۔ خدائے رحمٰن نے

---

[۳] حقائق، فیض کاشانی، ص ۱۷۱۔

[۴] حقائق، فیض کاشانی، ص ۱۷۱۔

[۵] امالی صدوق، مجلس ۵۷، رقم ۱، ص ۲۹۲۔

https://downloadshiabooks.com/

ان کی بینائی واپس کر دی۔ دوبارہ اتنا روئے اتنا روئے کہ پھر بینائی چلی گئی، خداوند قدّوس نے ان کی بینائی پھر لوٹائی۔ یہاں تک کہ چوتھی مرتبہ پروردگار نے وحی نازل کی: اے شعیب! تم کب تک ایسا کرتے رہو گے؟ اگر آپ کا یہ گریہ آتشِ جہنم سے خوف کی بنا پر ہے تو میں نے آپ کو اس سے نجات دی ہے۔ اور اگر آپ کا گریہ بہشت سے شوق و رغبت کی بنا پر ہے تو آپ کو میں نے اہلِ بہشت سے قرار دیا۔ پھر کیوں گریہ کرتے ہیں؟ شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار، اے میرے آقا! تو خود جانتا ہے کہ میں نہ خوفِ جہنم میں روتا ہوں اور نہ شوقِ جنت میں گریہ کر رہا ہوں۔ بلکہ تیرے عشق اور ریسمان محبت نے جو قلب میں گرہ ڈال دی ہے وہ مجھے ہمیشہ گریہ پر آمادہ کرتا ہے۔ میں بے چین ہوں اور ملاقات کے بغیر صبر نہیں کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد خداوند عالم نے وحی نازل کی: جب ایسا ہے تو عنقریب موسیٰ بن عمران عَلَیْہِ السَّلَام کو آپ کی خدمت گذاری کے لئے قرار دیتا ہوں[6]۔

محبت پروردگار کے بارے میں بہت زیادہ روایتیں اور خبریں کتابوں میں نقل ہوئی ہیں، جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

وَ الْمُخْلِصِينَ فِي تَوْحِيدِ اللهِ:

اگر مخلصین کو کسرۂ لام کے ساتھ پڑھا جائے گا تو معنی ہو گا ان ائمہ پر درود ہو جنہوں نے وحدانیت پروردگار میں اپنے عقیدہ کو خالص قرار دیا۔ اور اگر مخلصین فتح لام کے ساتھ پڑھا جائے گا تب یہ معنی ہو گا ان پر درود ہو جنکو خداوند عالم نے خالص قرار دیا اور اپنی توحید کے لئے منتخب کیا۔ یعنی انہوں نے خداوند عالم کو توحید صفات و توحید ذات کے بلند ترین مرتبہ

[6] علل الشرائع، باب ۵۱، رقم ۱، ص ۵۷۔

https://downloadshiabooks.com/

میں پہچانا ہے۔ اخلاص کی بحث خود اس کے مقام پر وضاحت کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ انسان اپنی نیت کو جن میں رضائے خدا نہیں ہے ان سے نہ ملائے، اور اخلاص کا سب سے بڑا درجہ خداوند عالم کے لئے ہر چیز کو قصد قربت میں لانا ہے۔ اخلاص کا یہ مرتبہ خداوند تعالیٰ کے صفات و افعال میں غور و فکر کرنے اور اس سے راز و نیاز کے ذریعہ سے کامل ہوتا ہے۔ اور سب سے کم درجہ اخلاص کا برادران مومن کو فائدہ پہونچانے کے لئے انجام دیا جاتا ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ اس درجہ میں خود شخص کے لئے بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ حقیقی اخلاص کی تعریف یہ ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ میرا پروردگار خدا ہے اور بس اور اسی عقیدہ پر جیسا کی مامور ہوا ہے پائدار رہے۔ اور اسی خدا کی رضایت کے لئے عمل کرے، عمل پر دوسروں کی تعریف کا انتظار نہ کرے۔

خداوند عالم فرماتا ہے: "أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ" (آگاہ ہو جاؤ کہ دین خالص اللہ کے لئے ہے۔ زمر – ۳/)۔ امیر المومنین علی عَلَیْہِ السَّلَام فرماتے ہیں: سعادت مند وہ شخص ہے جس نے اپنی عبادتوں اور دعاؤں کو فقط رضائے خدا کے لئے انجام دیا ہے اور اپنے قلب کو ان چیزوں میں مشغول نہیں کیا جنہیں اس کی آنکھ دیکھتی ہے۔ ان چیزوں کے سبب سے یاد خدا کو فراموش نہیں کیا جنہیں اس کے دو کان سنتے ہیں۔ اور ان چیزوں کا غم نہیں کرتا جو دوسروں کو عطا ہوتی ہیں[۲]۔

آیت "لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا" (تاکہ تمہیں آزمائے کہ کون تم میں عمل میں سب سے زیادہ نیک (خاص) ہے۔ ملک – ۲/) کی تفسیر میں امام جعفر صادق عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

---

[۲] کافی، ج ۲، کتاب الایمان والکفر، باب الاخلاص، رقم ۳، ص ۱۶۔

https://downloadshiabooks.com/

اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ تم میں کس نے زیادہ عمل انجام دیا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ تم میں کس نے کون سا عمل بہتر اور سب سے زیادہ صحیح انجام دیا ہے۔ اچھے اور نیک عمل کا معیار خوف خدا اور نیت کا خالص ہونا ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: اس طرح کے عمل کو اور اس میں اخلاص کو باقی رکھنا خود عمل انجام دینے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اور خالص عمل اس عمل کو کہتے ہیں جس کو انجام دینے کے بعد سوائے خدا کی تعریف کے کسی دوسرے کی تعریف کا انتظار نہ کرے[۸]۔

اگر انسان عمل میں اخلاص چاہتا ہے تو اسے خواہشات نفسانی کی مخالفت کے ساتھ طمع دنیا کو دل سے نکالنا پڑے گا اور فقط آخرت کے لئے عمل انجام دینا ہو گا۔ ہمیشہ اور ہر عمل میں رضائے خدا حاصل کرنے کی سعی کرے۔ کتنے ایسے اعمال ہیں جنہیں انجام دینے میں انتہائی زحمت و مشقت تحمل کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں فقط خدا کی رضا کے لئے انجام دیا ہے، اسی وجہ سے اس کی انجام دہی میں غرور کا شکار ہو جاتے ہیں اور چونکہ غافل ہوتے ہیں اس لئے ان اسباب کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جن سے عمل میں اخلاص رخصت ہو جاتا ہے۔ لیکن جب آخرت میں آگاہ ہوں گے تو پتا چلے گا کہ ہماری کتنی نیکیاں، نیکیاں نہیں تھیں، وہ برائی تھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ” وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ “ (قیامت میں ان کے سامنے خدا کا عذاب ظاہر ہو گا، جسے انہوں نے گمان نہیں کیا تھا۔ زمر۔ ۴۷/) یا دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: (ان کے عمل کی برائیاں ان کے لئے ظاہر ہوں گی۔ جاثیۃ۔ ۳۳/)۔ اس طرح سورۂ کہف میں ارشاد ہوتا ہے: (جن لوگوں کی سعی و کوشش

---

[۸] کافی، ج ۲، کتاب الایمان والکفر، باب الاخلاص، رقم ۴، ص ۱۶۔

https://downloadshiabooks.com/

زندگانی دنیا میں نابود یا گم ہوگئی ہے اس کے باوجود گمان کرتے ہیں کہ نیک کام انجام دیتے ہیں۔ کہف۔ ۱۰۴ر)

وَالْمُظْهِرِينَ لِأَمْرِ اللهِ وَنَهْيِهِ

یعنی اہل بیت طاہرین علیہم السلام خداوند عالم کے احکام و دستورات کے بیان کرنے والے ہیں۔ صدر اول کے محدثین نے ائمہ طاہرین علیہم السلام سے جتنی احادیث سنیں تھیں، انہیں چار سو کتاب میں یکجا کر کے اس کا نام "اصول اربعمائۃ" (چار سو اصول) نام رکھا تھا۔ اور امام علیہ السلام کے راوی ابان بن تغلب نے تنہا امام جعفر صادق علیہ السلام سے تیس (۳۰ر) ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔

وَعِبَادِهِ الْمُكْرَمِينَ الَّذِينَ لا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

وعبادہ۔یعنی درود ہو معصومین علیہم السلام پر جو خداوند عالم کے بزرگ مرتبہ بندے ہیں۔ پروردگار عالم نے انہیں اپنی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا ہے: میرے بندے! تاکہ لوگوں کو آگاہ کرے کہ یہ میرے مقرب ترین بندے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: "إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ" (بیشک تو میرے بندوں پر غلبہ نہیں پا سکتا ہے۔ حجر۔ ۴۲ر) زیارت کے بعض نسخوں میں "وَالْمُكَرَّمِينَ" تشدید کاف کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔ تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ بندے جنہیں خداوند عالم نے عصمت وطہارت اور معرفت عطا کر کے عزت بخشی ہے۔

الَّذِينَ لا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ: (وہ بندے جو ہرگز کلام میں خدا پر مقدم نہیں ہوتے اور

https://downloadshiabooks.com/

اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔) یعنی معصومین علیہم السلام کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں بلکہ جو بھی حکم دیتے ہیں خدا کی جانب سے، وہ فرمان الٰہی کے سوا کوئی کلام نہیں کرتے۔ بلکہ کلامِ معصوم علیہ السلام کلامِ خدا ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے: "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ" (پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز ہوائے نفس سے کلام نہیں کرتے ان کا کلام سوائے وحی کے کچھ نہیں ہے۔ نجم۔ ۳-۴)

اور ائمہ طاہرین علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ ذریت اور طاہر نسل ہیں جو عظمت و منزلت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی ہے وہی ائمہ طاہرین علیہم السلام کو بھی عطا ہوئی ہے، سوائے نبوت کے کہ یہ منصب فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص تھا۔ اس بات پر بہت سی روایتیں دلالت کرتی ہیں۔

وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ: یعنی اہل بیت علیہم السلام اقوال و افعال اور مختلف حالات میں فقط حکم پروردگار پر عمل کرتے ہیں۔ اور یہ مقام و منزلت صرف پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جانشین برحق ائمہ معصومین علیہم السلام سے مخصوص ہے۔ جیسا کہ (بامرہ) جار و مجرور کا فعل (یعملون) پر مقدم ہونے سے بھی اختصاص کا معنی حاصل ہوتا ہے۔ یعنی اہل بیت طاہرین علیہم السلام نے حکمِ خدا پر عمل کیا ہے کسی اور کے حکم پر نہیں کیا۔

ورحمة الله وبركاته

https://downloadshiabooks.com/

پانچواں حصہ

السَّلَامُ عَلَى الْأَئِمَّةِ الدُّعَاةِ وَ الْقَادَةِ الْهُدَاةِ

یعنی سلام و درود ہو ائمہ طاہرین علیہم السلام پر جو لوگوں کو خدا کی معرفت، اطاعت اور اس کی عبادت کے لئے اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اس کے پہلے اس موضوع کے متعلق بحث ہو چکی ہے۔

والقادۃ: یعنی اہل بیت علیہم السلام خلق خدا کی کامیابی، نجات اور روحانیت کے بلند ترین درجہ کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔ قادۃ- قائد کی جمع ہے۔ جس کے معنی رہبر اور رہنما ہیں۔

الھداۃ: ھاد کی جمع ہے۔ جس کا معنی ہدایت کرنے والا ہوتا ہے۔ خداوند عالم نے بھی ان کے بارے میں فرمایا ہے: "**وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا**" (ہم نے انہیں پیشوا قرار دیا ہے کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ انبیاء- ۷۳/۲۱)

راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت "**وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ**" کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: ہر امام ان افراد اور قوم کی ہدایت کرنے والا ہوتا ہے جو اس امام کے زمانہ میں اور ان کے درمیان زندگی گزارتی ہے[1]۔

برید عجلی امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈرانے والے (نذیر) ہیں اور ہر زمانہ میں ہم اہل بیت علیہم السلام سے ایک امام ہوتا ہے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی

---

[1] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام ھم الھداۃ، رقم ۱، ص ۱۹۱۔

https://downloadshiabooks.com/

شریعت اور اس کے احکام کی طرف لوگوں کی ہدایت کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علی علیہ السلام پھر ان کے جانشین یکے بعد دیگرے لوگوں کی ہدایت کرنے والے ہیں[۲]۔

ابو سعید ناقل ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت "إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" (آپ فقط ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ رعد۔ ۷/) کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: حضرت پیغمبر اکرم ﷺ ڈرانے والے (نذیر) اور علی علیہ السلام ہدایت کرنے والے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا: اے ابو محمد! بتاؤ کیا آج کوئی ڈرانے والا ہے؟ میں نے عرض کیا: بیشک میں آپ پر فدا ہو جاؤں! ہر زمانہ میں آپ اہل بیت علیہم السلام میں سے ایک امام ہوتے ہیں جو لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں اور اس وقت وہ وظیفہ آپ علیہ السلام کا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو محمد! خدا تم پر رحمت نازل کرے، اگر (قرآن کی) کوئی آیت کسی اور پر نازل ہوئی ہوتی تو اس کے دنیا سے جانے کے بعد وہ نابود ہو جاتی۔ لیکن حضرت پیغمبر اکرم ﷺ زندہ ہیں اس لئے کہ ان کے خلفاء اور جانشین زندہ ہیں۔ جو آنحضرت ﷺ کی رسالت یعنی شریعت کو آگے بڑھاتے رہتے ہیں۔ جس طرح خود رسالت مآب ﷺ کی رسالت گذشتہ انبیاء واوصیاء کی تبلیغ وہدایت میں شامل رہی ہے[۳]۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا: منذر رسول اللہ ﷺ ہیں اور علی علیہ السلام ہدایت کرنے والے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ہم اہل بیت علیہم السلام میں وظیفۂ ہدایت ختم نہیں ہو گا، یہ سلسلہ اسی طرح تا قیامت ہمارے گھر

---

[۲] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام ھم الھداۃ، رقم ۲، ص ۱۹۱۔

[۳] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام ھم الھداۃ، رقم ۳، ص ۱۹۲۔

https://downloadshiabooks.com/

میں رہے گا[4]۔

وَالسَّادَةِ الْوُلَاةِ

سادۃ: سید کی جمع ہے اور بزرگ اور سردار قوم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ دوسرے اس کے فرمان کی اطاعت گذاری کرتے ہیں۔

اگرچہ ہاشمی یا علوی نہ ہو اور اگر کوئی ان دونوں بزرگ خاندان سے منسوب ہو تو چنداں برتری حاصل ہو جاتی ہے (نور علی نور)۔ سید کا لفظ، صاحب مال، شریف، فاضل اور کریم و بردبار شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بلکہ جو اپنی قوم کی اذیتوں اور مشکلات تحمل کرے۔ یا کسی بنا پر قوم پر مقدم ہو اس پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ لفظ سید اور مذکورہ معانی کے درمیان کی مناسبت واضح و روشن ہے۔

الولاۃ: والی کی جمع ہے اور حاکم و سرپرست کا معنی ہوتا ہے۔ یعنی ائمہ اطہار علیہم السلام مومنین کے سرپرست ہیں۔ اس لئے کہ وہ مومنین کے نفسوں پر تصرف رکھتے ہیں۔ جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا: "النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ "(پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ اولویت رکھتے ہیں۔ احزاب – ۶/) امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت میں نقل ہوا ہے کہ یہ آیت حکومت (و امارت) کے لئے نازل ہوئی ہے[5]۔ یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین پر خود ان سے زیادہ سزاوار اور حقِ تصرف رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی چیز کی ضرورت ہو اور اس کا اصل مالک بھی اس کا نیاز مند ہو تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چیز کو

---

[4] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام ھم الھداۃ، رقم ۴، ص ۱۹۲۔

[5] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ما نصّ اللہ عزوجل و رسولہ علی الائمۃ واحدا فواحدا، رقم ۲، ص ۲۸۶۔

https://downloadshiabooks.com/

اس کے مالک سے لے سکتے ہیں۔ حدیث میں مذکور ہے کہ پیغمبر ﷺ ہر مومن پر اس سے زیادہ حق رکھتے ہیں، اور حضرت علی علیہ السلام کو بھی پیغمبر ﷺ کے بعد وہی حق حاصل ہے[٦]۔

پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ علیہم السلام مومنوں پر خود ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس کوئی مال نہ ہو تو وہ اس پر تصرف نہیں کر سکتا ہے اس لئے کہ کچھ ہے ہی نہیں۔ اس طرح اگر اپنے اہل و عیال کا نان و نفقہ ادا نہ کرے تو ان کیلئے امر و نہی صادر نہیں کر سکتا۔ جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی اور ائمہ علیہم السلام مومن کی اس حالت پر ولایت اور حق تصرت رکھتے ہیں اس لئے وہ مومنین پر ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

خداوند عالم فرماتا ہے: "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ" (تمہارا ولی و سرپرست صرف خدا اور اس کا رسول ہے اور وہ جو ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکٰوۃ دیتے ہیں۔ مائدہ۔ ۵۵/) تمام علمائے شیعہ و سنی اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی علیہ لاسلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نماز کے رکوع میں تھے اسی دوران ایک فقیر آیا اور اس نے آپ سے مدد کی درخواست کی۔ امام علیہ السلام نے اپنے دست مبارک کی چھوٹی انگشت کی طرف اشارہ فرمایا اور سائل حضرت کی انگشت مبارک سے انگوٹھی اتار لی۔

اس بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت میں نقل ہوا ہے کہ: حضرت علی علیہ السلام نے جو انگوٹھی سائل کو صدقہ میں دی ہے اس کے حلقہ کا وزن چار مثقال چاندی اور

---

[٦] نور الثقلین، ج ۴، ص ۲۳۹، سورۂ احزاب آیت ٦ کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

نگینہ کا وزن پانچ مثقال تھا۔ جو سرخ یاقوت کی جنس کا تھا، جس کی قیمت شام کے خراج ومالیت کے برابر تھی۔ اور خراجِ شام چھ سو (۶۰۰؍) اونٹ چاندی کے وزن سے اور چار اونٹ سونے کے وزن سے بار کئے جانے کی مقدار میں تھا[۷]۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پروردگارا! میرے سینہ کو کشادہ فرما، میرے امر کو آسان فرما اور میرے بھائی علی علیہ السلام کو میرے خاندان سے میرا وزیر قرار دے تاکہ ان سے میری پشت کو طاقت ملے۔ ابوذر کہتے ہیں: خدا کی قسم! ابھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آیت "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ ..." [۸] پڑھیے اور اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ: جو تمہارے امور کی تدبیر کرنے والا ہے، جس کے ذمہ تم لوگوں کے سارے کام سپرد ہیں وہ خدائے عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحبانِ ایمان میں وہ مومن جو آیت میں مذکورہ، صفات وکمالات کا حامل ہے۔ اور اس آیت میں مومنین سے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام مقصود ہیں۔ اور آیت میں "الذین" کا کلمہ جو جمع کے لئے استعمال ہوتا ہے وہ اس مقام پر ایک شخص کے لئے تعظیم واحترام کی غرض سے استعمال ہوا ہے۔ جو عربی زبان میں مشہور ہے یعنی معمول ہے۔

روایت میں یہ بھی نقل ہوا ہے کہ مسجد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محراب میں چند اصحاب بیٹھے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے: اگر آیت "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ ..." کا انکار کریں گے

---

[۷] تفسیر البرہان، ج۱، ص ۴۸۵، سورۂ مائدہ آیت ۵۵ کے ذیل میں۔

[۸] مجمع البیان، ج۳، ص ۲۱۰، سورۂ مائدہ آیت ۵۵ کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

توبقیہ پورے قرآن کے منکر کہلائیں گے اور اگر اس آیت کی تصدیق اور اس پر ایمان رکھتے ہیں تو اس کے مضمون و معنی کو بھی قبول کرنا چاہیے اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنا سرپرست اور ولی تسلیم کرنا چاہئے۔ جب کہ ہم لوگ علی کی فرماں برداری نہیں کرتے ہیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی[۹]: "یَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا ..." (وہ لوگ خدا کی نعمت کو جانتے ہیں پھر اس کا انکار (بھی) کرتے ہیں۔ نحل۔ ۸۳/)

وَالذَّادَةِ الْحُمَاةِ وَأَهْلِ الذِّكْرِ

والذادة، ذائد کی جمع ہے۔ مادّۂ ذود سے جس کا معنی دور کرنا اور دفاع کرنا ہے۔ یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام دینِ خدا کے لئے جو چیزیں ضرر اور اس کی نابودی کا باعث بنتی ہیں ان کا دفاع کرنے والے ہیں۔ اور خلقِ خدا کے لئے جو چیزیں ہلاکت و گمراہی کا سبب ہوتی ہیں وہ ان سے دور کرتے ہیں۔

الحماۃ: حامی کی جمع، بمعنی حمایت و مدافع کے ہے۔ اس لئے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام اپنی رہبری و قیادت اور دعا کرنے نیز بارگاہ خدا میں حق شفاعت رکھنے کے ذریعہ اپنے چاہنے والوں کی دنیا میں باطل عقائد، غلط افکار و نظریات اور تباہ و برباد کر دینے والی بلاؤں سے حفاظت کرتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی شفاعت کے ذریعہ اپنے گنہگار شیعوں کی حمایت کر کے عذابِ جہنم سے نجات دلائیں گے۔ اس سلسلہ میں بہت سی متواتر روایتیں کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

---

[۹] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی الولایۃ، رقم ۷۷، ص ۴۲۷۔

https://downloadshiabooks.com/

واھل الذکر: یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام وہ ہیں جن سے خداوند عالم نے قرآن کریم میں سوال کرنے کا لوگوں کو حکم دیا ہے: "فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" (اگر نہیں جانتے تو اہل ذکر سے سوال کرو۔ نحل۔ ۴۳) ذکر سے مراد اس مقام پر یا تو قرآن کریم ہے اس لئے کہ دوسری آیت میں اس طرح مذکور ہے: "وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ"[۱] (قرآن آپ اور آپ کی قوم کے لئے یاد دہانی کا سبب ہے۔ زخرف۔ ۴۴)

اور آیت "أَأُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ..." (کیا ہم لوگوں میں قرآن فقط ان (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہوا ہے۔ ص۔ ۸) کہ دونوں آیتوں میں ذکر سے مراد قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم کو ذکر سے یاد کیا اس لئے کہ وہ ہمیشہ خداوند عالم کے احکام کی یاد دہانی کراتا ہے۔ اور لوگ اس کے ذریعہ ہدایت پاتے ہیں۔ یا ذکر سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصود ہیں۔ اور دونوں صورتوں میں ائمہ علیہم السلام اہل قرآن بھی ہیں اور اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں۔

عبد الرحمٰن بن کثیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت "فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ ..." کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: اس آیت میں ذکر سے مراد حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور ہم ائمہ علیہم السلام ان کے اہل بیت ہیں۔ خداوند عالم نے لوگوں کو ہم سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور آیت "وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ" کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: "ذکر" سے مراد ہم اہل بیت علیہم السلام ہیں۔ اور

[۱] سورۂ زخرف، آیت ۴۴۔

https://downloadshiabooks.com/

ہم ہی اہل ذکر ہیں۔ ہم ہی سے لوگ سوال کرتے ہیں"[11]۔

پانچویں امام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے گذشتہ آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: میں اور میرے بعد ائمہ علیہم السلام اہل ذکر ہیں۔ اور آیت "وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ ...." کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی قوم ہیں، لوگوں کو چاہئے کہ ہم سے سوال کریں"[12]۔

ایک اور روایت محمد بن مسلم سے بھی نقل ہوئی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مسلمانوں میں کچھ لوگ ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ آیۃ "فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" میں "اہل ذکر" سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ جب کہ یہ لوگ اپنے آئین و دین کی طرف بلاتے ہیں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ہم اہل ذکر ہیں اور ہم ہی ہیں جن سے لوگوں کو سوال کرنا چاہئے"[13]۔

وَأُولِي الْأَمْرِ

اولی الامر یعنی اہل بیت طاہرین علیہم السلام آیۃ "أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ

[11] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انّ اهل الذکر الذین امر الله الخلق بسؤالهم هم الائمة علیهم السلام، رقم ۲، ص ۲۱۰۔

[12] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انّ اهل الذکر الذین امر الله الخلق بسؤالهم هم الائمة علیهم السلام، رقم ۱، ص ۲۱۰۔

[13] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انّ اهل الذکر الذین امر الله الخلق بسؤالهم هم الائمة علیهم السلام، رقم ۷، ص ۲۱۱۔

https://downloadshiabooks.com/

مِنْكُمْ" (اے ایمان والوں! خدا کی اطاعت کرو اور اطاعت کرو رسول کی اور جو تم میں صاحبان امر ہیں ان کی۔ نساء- ۵۹/) کے مطابق صاحبان امر ہیں جن کی اطاعت کرنے کو خدا نے لوگوں کو حکم دیا ہے۔ کتاب کافی میں راوی سے نقل ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آیۃ امر کے بارے میں دریافت کیا تو امام علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: "أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا" (کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب خدا میں ایک حصہ حاصل تھا اس کے باوجود جبت و طاغوت (سحر – بت کا نام، بت، بت پرست و سرکش) پر ایمان رکھتے ہیں مشرکوں سے کہتے ہیں: یہ ایمان لانے والوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ نساء- ۵۱)۔ یعنی کچھ ایسے افراد ہیں جو کہتے ہیں: اہل بیت علیہم السلام کی راہ و روش اور راستہ سے زیادہ صحیح راستہ جہنم کی طرف بلانے والے گمراہ پیشواؤں کی روش ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھیں قرآن کریم کی اس آیت کا مصداق قرار دیا گیا ہے: "أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا۔ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنَ الْمُلْكِ ۔۔۔۔" "ملک" سے امامت و خلافت مقصود ہے۔ یعنی اگر امامت یا خلافت سے انہیں کچھ نصیب ہو گا تو "فَإِذًا لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا" تو لوگوں کو کھجور بھی نہیں دیں گے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت میں "الناس" سے ہم اہل بیت علیہم السلام مقصود ہیں۔ (نقیر سیاہ چھلکے کو کہتے ہیں جو کھجور کے دانہ کے اوپر لگا رہتا ہے۔) امام فرماتے ہیں: "أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ" اس سے ہم اہل بیت علیہم السلام مراد ہیں کہ خداوند عالم نے ہمیں منصب امامت عطا فرمایا اور دوسروں کو

https://downloadshiabooks.com/

نہیں دیا تو ہم سے حسد کرنے لگے۔ "فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا" (مکمل ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کرے، آپ پھر اس کا کوئی مددگار نہ پائیں گے، کیا حکومت میں ان کا بھی کوئی حصہ ہے کہ لوگوں کو بھوسی برابر بھی نہیں دینا چاہتے ہیں یا وہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں جنہیں خدا نے اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ عطا کیا ہے۔ تو پھر ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت اور ملک عظیم سب کچھ عطا کیا ہے۔ نساء ۵۲-۵۴/)

خداوند عالم فرماتا ہے: ہم نے نسل ابراہیم علیہ السلام سے انبیاء و مرسلین اور ائمہ علیہم السلام کو قرار دیا ہے۔ اور یہ کیونکر ہے کہ لوگ خاندان ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تو امامت کے قائل ہیں، مگر خاندان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اس کا انکار کرتے ہیں۔ پھر امام علیہ السلام نے منکروں کے بارے میں حسب ذیل آیت کی تلاوت فرمائی: "فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا" (پھر ان میں سے بعض ان پر ایمان لے آئے اور بعض نے انکار کر دیا اور ان لوگوں کے لئے دہکتا ہوا جہنم ہی کافی ہے۔ نساء- ۵۵/) "إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا...."[14] (بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہے ہم انہیں آگ میں بھون دیں گے اور جب ایک کھال پک جائے گی تو دوسری بدل دیں گے، تا کہ عذاب کا مذا چکھتے رہیں۔ خدا سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔ نساء- ۵۶/)

[14] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام ولاۃ الامر وھم الناس المحسودون الذین ذکرھم اللہ عزوجل، رقم ۱، ص ۲۰۵۔

https://downloadshiabooks.com/

ابو الصباح کنانی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: ہم گروہِ ائمہ علیہم السلام کی اطاعت خداوند عالم نے لوگوں پر واجب قرار دی ہے، اور انفال اور قیمتی مال ہمارا ہے۔ ہم راسخون فی العلم ہیں۔ ہم اہل بیت علیہم السلام وہ ہیں جن سے حسد کیا گیا۔ قرآن اسی سلسلہ میں فرماتا ہے:

"أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ"[15]

حسین بن ابی العلاء ناقل ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہم عقیدہ رکھتے ہیں اوصیائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی جانشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، یہ وہ (اہل بیت) ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے: "أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ" (نساء– ۵۹) اور یہ بھی فرمایا[16]: "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا" (نساء– ۵۵)

وَ بَقِيَّةِ اللّٰهِ وَ خِيَرَتِهِ

یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام انبیاء علیہم السلام کے بقیہ اور روئے زمین پر خلیفۃ اللہ اور اس کی حجت ہیں۔ اور ممکن ہے یہ معنی اس آیت کی طرف بھی اشارہ ہو جس میں ارشاد ہوا ہے: "بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ" (بقیۂ خدا یعنی جس کو اللہ نے تمہارے لئے باقی قرار دیا ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔ ہود– ۸۶)

لفظ "بقية" رحمت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ائمہ اطہار علیہم السلام خدا کی وہ رحمت

---

[15] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب فرض طاعة الائمة، رقم ۶، ص ۱۸۶۔

[16] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب فرض طاعة الائمة، رقم ۷، ص ۱۸۷۔

https://downloadshiabooks.com/

ہیں جن کی خلقت کے وسیلہ سے خدا نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہے۔ اور یہ معنی بھی احتمال ہو سکتا ہے: ائمہ معصومین علیہم السلام وہ ہیں جن کے سبب سے خداوند عالم نے اپنے بندوں کو باقی رکھا ہے، اور ان پر رحم کیا ہے۔ اس طرح ائمہ علیہم السلام کے لئے لفظ بقیۃ کا اطلاق، مفید مبالغہ قرار پایا۔ اور زیارت جامعہ کا یہ جملہ قرآن کی ایک اور آیت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے، ارشاد ہوتا ہے: "أُولُو بَقِيَّةٍ"[17] جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا معنی "اولو تمییز وطاعة" ہے یعنی ائمہ معصومین علیہم السلام تشخیص دینے والے اور صاحب اطاعت ہیں۔ یہ عرب زبان میں یوں استعمال ہوتا ہے "فی فلانٍ بقیة" یعنی فلاں شخص میں ایسی برتری و فضیلت ہے جس کی بنا پر قابلِ ستائش ہے۔

وَخِيَرَتِهِ: یعنی اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ پاکیزہ صاحبِ کردار ہیں جنہیں خداوند عالم نے تمام لوگوں میں سے انتخاب کیا ہے۔ اور انہیں فرشتۂ مقرب پر مقدم کیا ہے۔ احادیث کی گراں قدر کتاب "کافی" میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے ائمہ علیہم السلام کے اوصاف کے ضمن میں ایک خطبہ میں فرمایا: خداوند عالم اولادِ امام حسین علیہ السلام سے ہر زمانہ میں لوگوں کی ہدایت کے لئے یکے بعد دیگرے امام کا انتخاب کرتا ہے جس وقت ایک امام دنیا سے چلا جاتا ہے تو خداوند عالم لوگوں کے لئے صاحب بصیرت، عالم، ہدایت کرنے والا، نورانی، سرپرست اور حجت کے عنوان سے ایک امام منصوب فرماتا ہے، تاکہ لوگوں کی راہ حق اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرے۔ اسی امام کے وجود کی برکت سے دعوت دینے والے اور معاشرے کے رہبر حاکم لوگوں کے ساتھ عدل سے پیش آتے ہیں۔ ائمہ علیہم السلام کی ہدایت کے وسیلہ سے لوگ

---

[17] ہود – ۱۱۶/

https://downloadshiabooks.com/

دین خدا سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ان کے نورانی وجود سے شہروں کو روشنی ملتی ہے۔ ان کے بابرکت وجود سے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ خداوند عالم نے انہیں لوگوں میں منتخب، اندھیرے میں روشن چراغ، کلید سخن اور اسلام کا ستون قرار دیا ہے۔ ان کے وجود کے سبب سے پروردگار عالم کے حتمی و یقینی مقدرات اپنے اپنے مقام پر انجام پاتے ہیں۔ پس امام قابل ستائش، پسندیدہ، منتخب ہے۔ اور وہ اسرار و رموز کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔ وہ ایسا قائم ہے جس سے امید لگائی جا سکتی ہے، اسی وجہ سے جس وقت خداوند عالم نے امام کو عالم ذر میں خلق کیا، اور اسے دوسروں پر برتری دیکر منتخب فرمایا، اور اس سے پہلے کہ اپنے عرش کے داہنے جانب سے کسی جاندار (ذی روح) کو خلق کرے، امام کو سایہ کی شکل میں پیدا کیا۔ اور اس پر اپنی عنایت اور لطف و کرم نازل فرمایا۔ اسے اپنے خزانۂ غیب سے حکمت عطا فرمائی۔ خداوند متعال نے علم و غلبہ اور طہارت و پاکیزگی کے ساتھ اسے منتخب فرمایا، وہ بقیۂ آدم علیہ السلام، بہترین فرزند نوح علیہ السلام، اور برگزیدۂ آل ابراہیم علیہ السلام ہے۔ وہ بقیہ نسل اسماعیل اور عترت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منتخب ہے[18]۔

وَحِزْبِهِ

"حاء" کو کسرہ اور "زاء" کو ساکن پڑھتے ہوئے گروہ یا لشکر کے معنی ہوتے ہیں۔ اور خداوند عالم کی جانب اس لئے منسوب کیا کیوں کہ ائمہ معصومین علیہم السلام فقط خدائی حزب (گروہ) ہیں، اور کوئی نہیں۔ اور زیارت کا یہ فقرہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کر رہا ہے:

"أُولَئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (یہی لوگ حقیقت میں حزب

[18] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب نادر جامع فی فضل الامام، رقم ۲، ص ۲۰۳-۲۰۵۔

https://downloadshiabooks.com/

خدا ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ بیشک حزب خدا کامیاب ہونے والے ہیں۔ مجادلہ۔ ۲۲/)

وَعَيْبَةِ عِلْمِهِ

عیبہ صندوق یا قیمتی یا لباس فاخرہ کے لئے محفوظ جگہ کے معنی میں ہے۔ یہ ائمہ اطہار علیہم السلام کے لئے استعارہ ہے کہ وہ علم واسرار الہی کے خزانہ ہیں۔

وَحُجَّتِهِ

یعنی معصومین علیہم السلام لوگوں پر گواہ اور خدا کی حجت ہیں۔ یعنی خداوند عالم ان کے وجود کے ذریعہ لوگوں پر دلیل قائم کرتا ہے اور حجت تمام کرتا ہے اس کے بارے میں بحث گذر چکی ہے۔

وَصِرَاطِهِ

یعنی ائمہ علیہم السلام قرب الہی تک پہونچنے کا راستہ ہیں اور یہ بھی اشارہ ہے خدا کے حکم قرآن کی طرف " وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ "(یہ میرا سیدھا راستہ ہے، اس کی پیروی کرو۔ انعام۔ ۱۵۳/)

شیخ صدوق علیہ الرحمہ فضل بن عمر کے سلسلۂ سند سے نقل کرتے ہیں کہ فضل نے کہا: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے صراط کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: معرفتِ خدا تک پہونچنے کا راستہ ہے اور دو صراط ہیں، ایک دنیا میں اور دوسرا آخرت میں۔ صراطِ دنیا امام (معصوم) ہے جس کی لوگوں پر اطاعت واجب ہے۔ اور جس نے دنیا میں اپنے امام کو پہچان کر اس کے راستہ کی پیروی کی وہ آخرت میں جہنم کے پل صراط سے بھی گذر جائے گا۔ اور جو دنیا میں اپنے امام کو نہیں پہچانے گا، آخرت میں اس کا قدم صراط پر ڈگمگائے گا، اور دوزخ میں

https://downloadshiabooks.com/

گر جائے گا[19]۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں منقول ہے کہ: صراطِ مستقیم دو طرح کی صراط ہے: صراطِ دنیا اور صراطِ آخرت۔ دنیا میں صراطِ مستقیم وہ راستہ ہے جو ائمہ معصومین علیہم السلام کے بارے میں غلو (و تقصیر) سے پاک و صاف ہو اور ان کے فرمودات کے بارے میں کوتاہی نہ ہو۔ یہ اس قدر استوار اور سیدھا ہے کہ کسی باطل کی طرف جھکاؤ نہیں رکھتا ہے۔ اور صراطِ آخرت سے وہ راستہ مقصود ہے جس سے صاحبانِ ایمان جنت تک جائیں گے۔ یہ راستہ بھی مستقیم اور سیدھا ہے سوائے جنت کے کسی اور طرف نہیں جانے والا ہے[20]۔

شیخ صدوق نے کتاب "اعتقادات" میں لکھا ہے: ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ صراط حق ہے اور وہ جہنم کے اوپر پل کا نام ہے جہاں سے سارے لوگوں کا گذر ہو گا۔ خداوند عالم فرماتا ہے: "وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا" (اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جسے جہنم کے کنارے حاضر نہ ہونا ہو کہ یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے۔ مریم- ۷۱)

صراط کا دوسرا معنی بھی بیان کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ زمین پر خدا کی حجتوں میں ایک حجت کا نام ہے کہ دنیا میں جو انہیں پہچانتا ہے اور ان کی پیروی کرتا ہے، خداوند عالم قیامت میں اسے صراط سے گذرنے کا پروانہ عطا فرمائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علی علیہ السلام جب قیامت کا دن آئے گا تو ہم، تم اور جبرئیل صراط پر رہیں گے۔ جو

---

[19] معانی الاخبار، باب معنی الصراط، رقم ۱، ص ۳۲۔

[20] معانی الاخبار، باب معنی الصراط، رقم ۴، ص ۳۲۔

https://downloadshiabooks.com/

تمہارا چاہنے والا ہو گا صرف وہی صراط سے گذریگا[21]۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے صراط کے بارے میں لکھا ہے: لغت میں صراط کے معنی راستہ کے ہیں۔ اور اسی وجہ سے دین کو صراط کہتے ہیں۔ اس لئے کہ دین، خدا کے اجر و ثواب حاصل کرنے کا راستہ ہے۔ اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام اور ان کی نسل کے باقی ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت کو اسی سبب سے صراط کہا گیا ہے۔ اسی معنی کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں خداوند عالم کا صراطِ مستقیم اور اس کی محکم رسی ہوں، جو ہر گز جدا نہیں ہو گی۔ یعنی علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی معرفت اور ان کے دامن سے متمسک رہنا قرب الٰہی تک پہونچنے کا راستہ ہے۔

روایت میں نقل ہوا ہے کہ قیامت کے دن جنت میں جانے کا راستہ پل کی طرح ہے جس سے لوگ گذریں گے اور وہ ایک ایسا راستہ ہے جس کے داہنے طرف حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بائیں طرف حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور خداوند عالم کی طرف سے انہیں صدا دی جائے گی: "أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ" (آج کے دن ہر دشمن کافر کو دوزخ میں ڈال دیجئے۔ ق۔ ۲۴)

روایت میں اس بات کی باقاعدہ صراحت کر دی گئی ہے کہ قیامت کے دن فقط وہی شخص صراط سے گذر کر جنت میں پہونچے گا جس کے پاس حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے دوزخ

[21] اعتقادات صدوق، طبع مرکز نشر کتاب ۱۳۷۰، ص۸۷۔

https://downloadshiabooks.com/

سے بچنے کا پروانہ ہو گا[۲۲]۔

وَنُورِهِ

نور ایک ایسی حالت و کیفیت کو کہتے ہیں جو خود روشن ہوتا ہے اور دوسری چیزوں کو روشن بھی کرتا ہے۔ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کو نور کہنے سے مراد یہ ہے کہ خداوند عالم کے عطا کردہ علم و ہدایت کے وسیلہ سے یا اپنے نورِ وجود کے ذریعہ کائنات کو روشنی عطا کیا ہے۔ اس لئے کہ موجودات کی خلقت کا آخری ہدف یعنی ان کی بقا اہل بیت علیہم السلام کا وجود مبارک ہے۔ اور ممکن ہے دونوں معنی مقصود ہوں۔ یا اس لئے نور کہا گیا ہے کہ وہ روشن دلیلیں اور درخشندہ نور ہیں، جو لوگوں کے دلوں کو منور فرماتے ہیں اس لئے لوگ ان کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں۔

ابو خالد کابلی سے "کافی" میں ایک روایت نقل ہوئی ہے کہ میں نے امام محمد باقر عَلَیہِ السَّلام سے دریافت کیا کہ "فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا ..." (پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس نور پر جسے ہم نے قرآن میں نازل کیا ہے۔ تغابن – ۸/) سے کیا مراد ہے؟ تو امام عَلَیہِ السَّلام نے فرمایا: نور سے مراد ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں جو روزِ قیامت تک لوگوں کی ہدایت کرتے رہیں گے۔ وہ زمین و آسمانوں میں خدا کے نور ہیں۔ اے ابو خالد! خدا کی قسم! جتنا دن میں سورج روشنی دیتا ہے اور اس کا نور چمکتا ہے اس سے زیادہ نورِ امام قلب مومن کو منور کرتا ہے۔ بخدا! ائمہ علیہم السلام مومنین کے دلوں کو روشن کرتے ہیں اور خداوند

[۲۲] شرح عقائد صدوق، شیخ مفید، ص ۴۹۔

https://downloadshiabooks.com/

عالم جس سے چاہتا ہے نور امام کو پوشیدہ رکھتا ہے اور اس کے دل کو سیاہ کر دیتا ہے[۲۳]۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیہ کریمہ کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ "الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (جو لوگ رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ وہ نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے، اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے، اور ان پر سے احکام کے سنگین بوجھ اور قید و بند کو اٹھا دیتا ہے، پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اس کا اقرار کیا، اس کی امداد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے وہی در حقیقت فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں۔ اعراف – ۱۵۷/۷) سے کیا مراد ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت میں نور سے مقصود امیر المؤمنین علی بن ابی طالب اور ائمہ علیہم السلام ہیں[۲۴]۔

امام باقر علیہ السلام نے آیت کریمہ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ" (اے صاحبانِ ایمان! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ تا کہ خداوند عالم اپنی رحمت

---

[۲۳] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ نور اللہ عز و جل، رقم ۱، ص ۱۹۴۔

[۲۴] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ نور اللہ عز و جل، رقم ۲، ص ۱۹۴۔

https://downloadshiabooks.com/

کے ذریعہ تمہیں دو حق سے بہرہ مند فرمائے (ایک دنیا میں اور دوسرا آخرت میں) اور تمہیں وہ نور عطا فرمائے گا جس کے سایہ میں راہ طے کر سکو گے۔ حدید - ۲۸/) کے بارے میں فرمایا: نور سے مراد امام عَلَیہِ السّلام ہے، جس کی لوگ پیروی کرتے ہیں[۲۵]۔

اسی طرح محمد بن فضیل سے روایت ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم عَلَیہِ السّلام سے "یُرِیدُونَ لِیُطْفِئُوا نُورَ اللّٰہِ بِأَفْوَاهِهِمْ ...." (وہ کافر نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دینا چاہتے ہیں مگر خداوند عالم اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا۔ صف - ۸/) کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ دشمن، نور ولایت امیر المؤمنین علی عَلَیہِ السّلام کو اپنے منھ کی پھونک سے بجھا دینا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: "وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُورِهِ" کی تفسیر کیا ہے؟ تو امام عَلَیہِ السّلام نے فرمایا: خداوند متعال خود امامت (کے سلسلہ) کو مکمل کرنے والا ہے اس لئے کہ امامت وہی نور ہے (جس کا ذکر کیا گیا ہے) اور یہ جو خدا فرماتا ہے کہ "اس نور پر ایمان لاؤ جسے ہم نے نازل کیا ہے" اس نور سے بھی مقصود امام عَلَیہِ السّلام ہے[۲۶]۔

وَبُرْهَانِهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ:

وبرھانه یعنی ائمہ معصومین عَلَیہِم السّلام خدائے تعالیٰ کے دلائل و براہین ہیں جو ذات پروردگار کے کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔ اور واضح نشانیاں (آیات) ہیں جو خدا کے صفات و افعال کو واضح طور سے روشن کرتی ہیں۔ حضرت علی ابن ابی طالب عَلَیہِما السّلام سے روایت ہے کہ: خدائے

[۲۵] کافی، ج ا، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ نور اللہ عزوجل، رقم ۴، ص ۱۹۵۔

[۲۶] کافی، ج ا، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ نور اللہ عزوجل، رقم ۶، ص ۱۹۶۔

https://downloadshiabooks.com/

عزوجل کی آیت ونشانی میں سے مجھ سے بڑی اور عظیم کوئی آیت نہیں پائی جاتی ہے"[۲۷]۔

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (اس کی وضاحت سابق میں ہو چکی ہے۔)

[۲۷] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب انّ الایات التی ذکرھا اللہ عزوجل فی کتابہ ھم الائمۃ، رقم ۳، ص ۲۰۷۔

https://downloadshiabooks.com/

چھٹا حصہ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ كَمَا شَهِدَ اللهُ لِنَفْسِهِ وَ شَهِدَتْ لَهُ مَلَائِكَتُهُ وَ أُولُو الْعِلْمِ مِنْ خَلْقِهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدائے عزوجل کے کہ تمام کمالات اس کے ذاتی ہیں، کوئی دوسرا پروردگار نہیں ہے۔ خداوند عالم یکتا ہے۔ اس کا کوئی ہم پلہ نہیں ہے اور یہ جملہ ما قبل کے جملہ کے لئے تاکید کے عنوان سے ہے۔

کما شھد اللہ ۔ ۔ ۔ یعنی جس طرح خود خداوند عالم نے اپنی تعریف کی ہے اور فرشتوں نے بھی اس کی گواہی دی ہے اسی طرح میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ یہ جملہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ خدا کے بارے میں حقیقی توحید اور واقعی اخلاص حاصل کرنا انسان کی قدرت سے باہر ہے یعنی جس طرح خدا نے اپنی ذات کا تعارف کروا دیا ہے ویسے کوئی اسے درک کر سکے۔ جیسا کہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اے پروردگار! تو پاک و منزہ ہے اور جیسے تو نے اپنے آپ کی توصیف کی ہے اس کے علاوہ تیری توصیف نہیں کرتا ہوں[1]۔ اور زیارت کا یہ جملہ قرآن کریم کی ایک آیت کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے: " شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ " (خداوند عالم (نظام عالم کو پیدا کر کے) گواہی دیتا ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور فرشتہ اور صاحبانِ علم بھی گواہی دیتے ہیں۔ آل عمران – ۱۸/)

---

[1] اس کا ذکر حدیث حضرت امام رضا علیہ السلام میں ہوا ہے: کافی، ج ۱، کتاب التوحید، باب النھی عن الصفة بغیر ما وصف بہ نفسہ تعالی، رقم ۳، ص ۱۰۰-۱۰۲۔

https://downloadshiabooks.com/

واولو العلم: یعنی اے پروردگار! میں تیری یکتائی کی اسی طرح گواہی دیتا ہوں جس طرح اہل علم یعنی ائمہ، مرسلین اور اوصیاء نیز شائستہ و توحید پرست و عرفائے واقعی نے گواہی دی ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ

لا اله الا هو العزیز الحکیم... کوئی خدا نہیں ہے سوائے اس خدائے عزیز و حکمت والے کے، اس جملہ کی تکرار یا تو ماقبل جملہ کے لئے تاکید ہے۔ یا اس لئے کہ خداوند عالم کی صفت "عزیز" کے ذریعہ توصیف کی جاسکے۔ یعنی یہ بتایا جاسکے کہ خداوند عالم ہر چیز پر غلبہ اور تسلط رکھتا ہے۔ کوئی بھی اس کی منزلتِ جلالت اور کبریائی تک رسائی نہیں رکھتا ہے۔

الحکیم -یعنی خداوند عالم اپنے علم کے مطابق نظام خلقت کو اس کی مصلحتوں کے لحاظ سے محکم و متقن طور سے انجام دیتا ہے۔

واشهد ان محمدا عبده... میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے بندے ہیں "عبد" کا ضمیر "ھاء" کی طرف مضاف ہونے سے اختصاص کا معنی حاصل ہوتا ہے (یعنی بندۂ خدا غیر خدا کا بندہ نہیں ہے۔) زیارت جامعہ کا یہ جملہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کر رہا ہے: "عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ" (بیشک جان لے کہ میرے بندوں پر تو ہرگز مسلط نہیں ہو سکتا ہے۔ اسراء- ۶۵/)

حضرت محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے عبد ہیں اور خداوند عالم جس طرح عبادت و پرستش کا سزاوار ہے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی عبادت کی ہے۔ اور اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہو

https://downloadshiabooks.com/

سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وظیفۂ بندگی پر عمل فرمایا ہے اور ایک انسانی طاقت، توانائی کے مطابق خداوند عالم کی اطاعت و پیروی انجام دی ہے۔

الْمُنْتَجَبُ

یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خداوند عالم نے انبیاء و مرسلین سے منتخب فرمایا ہے۔ اس لئے تمام مخلوقات پر برتری رکھتے ہیں۔

وَرَسُولُهُ الْمُرْتَضىٰ:

یعنی پروردگار عالم نے رسالت مآب کو اپنی رسالت کے لئے انتخاب فرمایا "ارسله بالھدیٰ" یعنی خدائے عزوجل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کی طرف اپنی ہدایت کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ دینِ خدا کی تعلیم دیں۔ وہ انہیں جنت کی بشارت دیں اور عذابِ جہنم سے ڈرائیں۔

أَرْسَلَهُ بِالْهُدىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ وَ أَشْهَدُ أَنَّكُمُ الْأَئِمَّةُ الرَّاشِدُونَ الْمَهْدِيُّونَ الْمَعْصُومُونَ

ودین الحق یعنی پروردگار عالم نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین حق کے ساتھ لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ دینِ حق سے، دینِ خدا مقصود ہے۔ اس لئے کہ خداوند عالم حق ہے یا اس سے مراد اسلام سچا دین مراد ہو کہ روز قیامت تک وہ قائم و استوار رہے گا اور اس میں کوئی تغیر و تبدیلی نہیں ہونے والی ہے۔

لیظهره علی الدین کله۔۔۔ یعنی حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ اسے تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمائے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ خداوند

https://downloadshiabooks.com/

عالم کا یہ وعدہ (ابھی پورا نہیں ہوا ہے) کہ تمام ادیان پر برتری عطا فرمائے گا۔ یہ برتری اور غلبہ حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف روحی وارواح العالمین لہ الفداء کے ظہور کے بعد زمانۂ رجعت میں حاصل ہو گا۔

واشهدانكم الائمة الراشدون: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اہل بیت علیہم السلام لوگوں کو دین اسلام کی طرف ہدایت کرنے والے ہیں۔

الهادون: یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ائمہ علیہم السلام لوگوں کو انبیاء و مرسلین کے دین کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ (کلمۂ **ھادون** مستدرک الوسائل کے باب مزار میں زیارت جامعہ میں ذکر ہوا ہے۔)

اہل سنت کے علماء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں: اے مسلمانو! تمہارے لیے ضروری ہے کہ میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کے مطابق عمل کرو[۲]۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں خلفائے راشدین سے ائمہ طاہرین علیہم السلام مراد ہیں۔ اسی طرح دوسری روایتوں کو بھی کثرت سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانو! میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب خدا، قرآن اور دوسری عترت[۳] (اہل بیت علیہم السلام) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: میرے اہل بیت علیہم السلام کی مثال کشتیٔ نوح کے مانند ہے۔ جو بھی اس پر سوار ہو گیا نجات پائے

---

[۲] سنن ابی داود، ج۴، باب فی لزوم السنة، رقم ۴۶۰۷، ص ۲۰۰۔

[۳] احقاق الحق، ج۹، ص ۳۶۶۔

https://downloadshiabooks.com/

گا اور جو اس سے رو گردانی کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا[۴]۔

المھدیون: آپ اہل بیت طاہرین علیہم السلام کو خداوند عالم نے ہدایت یافتہ بنایا ہے، اس لئے کہ حقیقی ہدایت تو خدا ہی کی ہدایت ہے۔

المعصومون: یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ائمہ علیہم السلام ہر طرح کے گناہ، آلودگی، عیب سے پاکیزہ اور منزہ ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی عصمت و طہارت کے بارے میں شیعہ کتب کلامی میں بے شمار عقلی و نقلی دلیلیں موجود ہیں۔ (جن میں ذرہ برابر شبہہ کی گنجائش نہیں پائی جاتی ہے) اس مقام پر ان میں سے چھ دلیلوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے، ملاحظہ ہو:

پہلی دلیل: اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے سچے جانشین ائمہ علیہم السلام معصوم نہیں ہوں گے تو جنت کے بارے میں ان کے بشارت دینے اور خوفِ جہنم دلانے اور ان کی باتوں پر کوئی اعتماد اور اطمینان قائم نہیں ہو گا۔ اور جب ان کی باتوں پر اعتبار نہیں ہو گا تو لوگ ان کی پیروی و اطاعت بھی نہیں کریں گے۔ تو اس طرح خدا کی جانب سے اس منصب پر فائز کئے جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور خدائے حکیم بے کار اور بے فائدہ کام انجام نہیں دیتا ہے۔

دوسری دلیل: اگر ائمہ اہل بیت علیہم السلام معصوم نہ ہوں اور ان سے ناشائستہ افعال انجام پائیں گے تو لوگ ان کی ملامت کریں گے اور ان کے افعال کی بنا پر انہیں سرزنش کریں گے، جیسا کہ خدائے تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے: "أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ

---

[۴] مناقب، ابن مغازلی، رقم ۱۷۳، ۱۷۵ و ۱۷۶، ص ۱۳۲-۱۳۴۔

https://downloadshiabooks.com/

وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ "(کیاتم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کر دیتے ہو۔ بقرہ- ۴۴/) دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "۔۔۔لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ" (کیوں ایسی باتیں کہتے ہو کہ جس پر عمل نہیں کرتے ہو۔ صف- ۲/) تو امام علیہ السلام ، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نبی علیہ السلام کی لوگ سرزنش و ملامت نہ کریں، اس لئے لازم ہے کہ وہ جن چیزوں کا حکم دیں ان پر عمل کریں اور جن باتوں سے منع کریں وہ خود ان سے دور رہیں اور ان سے منزہ ہوں، یعنی پاک وپاکیزہ ہوں۔

تیسری دلیل: اگر امام یا نبی لوگوں کی طرح (معاذ اللہ) گناہ کرے اور معصوم نہ ہو تو وہ کسی ایسے کا نیاز مند ہو گا جو اسے خطاؤں اور لغزشوں سے دور رکھے۔ وہ شخص اگر خود معصوم اور گناہ سے منزہ ہے تو پھر وہ خود امام اور رہبر ہو گا۔ اور اگر وہ خود معصوم نہ ہو گا تو اس طرح تسلسل محال لازم آئے گا (یعنی پھر خود اس شخص کو کوئی دوسرا گناہوں سے باز رکھے، اب اگر وہ شخص بھی معصوم نہیں ہو گا تو کوئی اور شخص اسے باز رکھے۔۔۔ یہ سلسلہ آخر تک قائم ہوتا جائیگا اور کسی ایک مقام پر ختم نہیں ہو گا، اس لئے عقلاء کی نظر میں تسلسل باطل قرار دیا گیا ہے۔)

چوتھی دلیل: خدائے بزرگ و برتر جیسی ذات جو خود صاحب حکمت ہے اور زبردست حکیم و علیم بھی ہے جس کا کوئی فعل عبث اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے، اس کے لئے قبیح اور برا ہے کہ ایک ایسے شخص کی اطاعت و پیروی کا لوگوں کو حکم دے جو گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو اور خطا و نسیان اور لغزشوں کا شکار ہوتا ہو۔

پانچویں دلیل: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے لئے ضروری ہے کہ سچے ہوں،

https://downloadshiabooks.com/

اس لئے کہ اگر جھوٹے ہوں گے (معاذ اللہ) تو چونکہ خداوند عالم نے ان کی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے، تو اس طرح ہمارے لئے واجب ہو گا کہ ہم ان کی جھوٹی باتوں کی بھی پیروی کریں۔ جسے دنیا کا کوئی عقل مند قبول نہیں کرے گا اور نہ اس طرح کا حکم دے گا تو خدائے حکیم کس طرح حکم دے سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ امام جو ہو وہ سچا و صادق ہو اور یہ خود ہی عصمت و طہارت کی نشانی ہے۔

چھٹی دلیل: اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام علیہ السلام (معاذ اللہ) معصیت کرے اور گناہوں کا ارتکاب کرے تو ضروری ہے کہ اس گناہ کی حد اس پر جاری ہو، اور لوگ بھی اس کی سرزنش و ملامت کریں گے تو اس طرح وہ لوگوں کے دلوں میں جگہ نہیں بنا پائے گا اور نہ اس کی محبت دل میں پیدا ہو گی (اور خدا ان سے محبت کرنے کا بھی حکم دیتا ہے) اور جب لوگوں کے دلوں میں محبت نہیں ہو گی تو وہ لوگوں میں اپنے منصب پر قائم رہنے کا موقع کھو دے گا۔ اس لئے جو نبی یا امام ہو تا ہے وہ معصوم اور ہر طرح کی ناشائستہ باتوں اور خطا و نسیان سے پاک و پاکیزہ ہو تا ہے۔

معنیٔ عصمت: عصمت یعنی نبی یا امام کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس قدر عقل کی قوت کا حامل ہو تا ہے کہ وہ دوسروں کے مانند ارتکاب گناہ پر قدرت رکھنے کے باوجود گناہ نہیں کرتا۔ معصوم ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ خداوند عالم نے معصوم کو ترکِ گناہ پر مجبور بنایا ہے۔ بلکہ پروردگار عالم انہیں اپنے فضل و کرم سے عقل کی قدرت و طاقت کمال، ہوش و فطانت اور پاکیزگیٔ نفس، اطاعت و بندگی کی انتہائی بلندی شاملِ حال فرماتا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے اور ارتکابِ معصیت پر قدرت کے باوجود اسے انجام نہیں دیتے ہیں، اس

https://downloadshiabooks.com/

لئے کہ اگر معصوم ارتکابِ گناہ پر قادر نہیں ہو گا تو مکلف نہیں ہو گا، (اس لئے کہ مکلف کہتے ہی اسے ہیں جو اپنے اختیار سے امور کو انجام دے) اور دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے جو مکلف نہ ہو (مستثنیٰ افراد کے علاوہ) لہذا معصوم بھی گناہ کے انجام دینے پر قادر ہو (ورنہ احکام شریعت کے دستور کا مخاطب ہی نہیں ہو گا) اور ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام، مرسلین علیہم السلام اور اسی طرح ائمہ علیہم السلام تمام مکلفین میں سب سے برتر اور اول درجہ رکھتے ہیں، جیسا کہ فرمایا ہے: "فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ" (میں سب سے پہلا عبادت گذار ہوں۔ زخرف- ۸۱/) نیز خداوند عالم فرماتا ہے: "وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ" (ہمیشہ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہیں یہاں تک یقین (پیغام لقائے الٰہی) آجائے۔ حجر- ۹۹/)

انبیاء و مرسلین اور ائمہ معصومین علیہم السلام ارتکابِ معصیت پر قدرت و توانائی رکھتے ہیں اس پر ایک اور دلیل پائی جاتی ہے وہ یہ کہ اگر وہ ارتکابِ گناہ پر قادر نہ ہوتے تو وہ بندگانِ صالح اور شائستہ صاحبانِ ایمان سے مقام و منزلت کے اعتبار سے کم درجہ پر ہوں گے۔ اس لئے کہ حقیقی مومن تو قدرتِ گناہ ہونے کے باوجود انجام نہیں دیتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء و مرسلین بھی مومنین کی طرح قدرتِ گناہ رکھتے ہیں مگر اپنے کمال علم و معرفت کی بنا پر ہر طرح کی خطا سے محفوظ ہیں۔

الْمُكَرَّمُونَ الْمُقَرَّبُونَ الْمُتَّقُونَ الصَّادِقُونَ

المکرمون: یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہیں خداوند عالم نے ذات و صفات اور گفتار و کردار میں عظیم الشان بلندی عطا فرمائی ہے اور انہیں ظاہری و باطنی و اخروی ہر طرح کی کرامت سے سرفراز فرمایا ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

المقربون: اہل بیت علیہم السلام بارگاہ احدیت میں قرب معنوی کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں، وہ عند اللہ عظیم منزلت رکھتے ہیں کہ کوئی فرشتۂ مقرب اور سوائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی ورسول اس مقام ومنزلت کا حامل نہیں ہے۔

المتقون: تقویٰ کا اصل معنی جلالت وعظمت پروردگار کا خوف رکھنا اور خدا کے سخت ترین عذاب اور اس کی مخالفت کرنے سے ڈرنا ہے۔ اور متقی اسے کہتے ہیں جو اپنی ذات اور حکم خدا کی مخالفت کرنے والی چیزوں کو انجام دینے سے بچنے کو اپنی حفاظت کا سپر قرار دیتا ہے، تاکہ وہ ارتکابِ گناہ سے محفوظ رہے۔ اسی وجہ سے یہ دستور دیا گیا ہے کہ: عذاب وقہر الٰہی سے ڈرو خواہ نصف خرما کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ اور تقویٰ کا سب سے بڑا درجہ یہ ہے کہ انسان غیر خدا یعنی خدا کے علاوہ دیگر تمام چیزوں سے قطع تعلق کر کے صرف خدا ہی کی طرف رخ کئے ہو اور یہ خوف لاحق رہے کہ کہیں اپنی عمر کا کوئی لمحہ غیر خدا کی طرف توجہ کرنے میں تلف نہ ہو جائے۔

الصادقون: یعنی اہل بیت اطہار علیہم السلام تمام حالات میں اور اپنے اقوال وفرمودات میں شعار صداقت پر قائم رہتے ہیں۔ خداوند عالم اپنی کتاب میں فرماتا ہے: "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ" (اے صاحبانِ ایمان! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ توبہ – ۱۱۹ر)

اس آیت میں صادقین سے جن کے بارے میں خدا لوگوں کو پیروی کا حکم دیتا ہے، صرف ائمہ معصومین علیہم السلام مراد ہیں۔ صادقین سے مقصود وہ لوگ ہرگز نہیں ہو سکتے ہیں جو کبھی کبھی سچ بولتے ہیں، اس لئے کہ تمام افراد حتی کافر بھی ایسے مل جائیں گے جو کبھی کبھی یا بعض مقام

https://downloadshiabooks.com/

پر سچ بولتے نظر آئیں گے۔ جبکہ خداوند عالم کافروں کی پیروی کا امر نہیں کر رہا ہے، لہذا صادقین سے مراد وہی افراد ہیں جو اپنے عہد و پیمان میں، قسم میں، اقوال و کردار میں اور اہداف و مقاصد میں اور تمام حالات میں اور ہر زمانہ و وقت میں صادق اور راستگو ہوں۔ اور ان تمام امور میں واقعی اور بمعنی تمام حقیقی مصداق اہل بیت پیغمبر علیہم السلام ہیں۔ اس لئے کہ معصوم کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے جو حتی ایک مرتبہ بھی جھوٹ نہ بولا ہو، اس طرح یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ آیت کریمہ میں جن سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم دیا گیا ہے وہ ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور یہ آیت اہل بیت علیہم السلام کی عصمت کی نشان دہی بھی کرتی ہے۔ اس لئے کہ (جیسا کہ اس کے قبل بیان ہوا) خدائے حکیم کے لئے قبیح اور برا ہے کہ وہ غیر معصوم کی اطاعت و پیروی کا امر کرے۔

راوی برید عجلی سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اسی آیت مذکورہ (وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ) کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت میں صادقین سے مراد ہم اہل بیت علیہم السلام ہیں[۵]۔

بزنطی سے روایت منقول ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے آیت (وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ) کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: صادقین سے مقصود ائمہ علیہم السلام ہیں اور وہ افراد جو اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت پر ثابت قدم رہے ہیں[۶]۔

---

[۵] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ما فرض اللہ عز و جل و رسولہ صلی اللہ علیہ و آلہ من الکون مع الائمۃ، رقم ۱، ص ۲۰۸۔

[۶] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ما فرض اللہ عز و جل و رسولہ صلی اللہ علیہ و آلہ من الکون مع الائمۃ، رقم ۲، ص

https://downloadshiabooks.com/

یعنی وہ افراد جنہیں خداوند عالم نے کائنات میں برتری عطا فرمائی ہے اور منتخب فرمایا ہے اور یہ لوگ آل ابراہیم کے برگزیدہ ہیں[۲]۔

"اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ" (خداوند عالم نے آدم علیہ السلام ونوح علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام اور آل عمران کو عالمین میں منتخب فرمایا ہے۔ آل عمران-۳۳/) مذکورہ آیت میں بعض قاریوں نے (آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کلمہ بھی اضافہ کیا ہے۔ (مگر شیعوں کا عقیدہ موجودہ قرآن پر اس کے مکمل ہونے پر ہے اس میں کسی طرح کی کوئی کمی یا زیادتی کا عقیدہ نہیں رکھتے ہیں۔ مترجم)

ابوحمزہ ثمالی امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خداوند عالم فرماتا ہے: آپ کی امت کے ناپاک اور شقی افراد نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی ولایت کا انکار کیا ہے اور ان کے دشمنوں کی محبت و ولایت کو قبول کر کے علی ابن ابی طالب علیہما السلام اور ان کے بعد ہادیانِ برحق کی برتری و حق سے منھ موڑا ہے ان پر میں نے اپنی حجت تمام کر دی ہے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برتری سے ائمہ علیہم السلام کی برتری ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمابردار ہے وہ ان کی فرماں بردار ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ہے وہ ان کا بھی حق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی گویا ان کے امر کی نافرمانی ہے۔ اور یہ (اہل بیت علیہم السلام) لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہدایت کے امام ہیں۔ ان کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

۲۰۸۔

[۲] سورۂ آل عمران، آیت ۳۳۔

https://downloadshiabooks.com/

روح اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر خدا کی روح ڈالی گئی ہے (روحِ خدا سے مراد وہ روح جو خدا کی طرف منسوب ہے، جو حضرت آدم علیہ السلام میں پھونکی گئی تھی جسم و روح والا خدا کی روح مراد نہیں ہے۔ مترجم) وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طینت سے خلق ہوئے ہیں (ان میں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی خون و گوشت پایا جاتا ہے۔ خداوند عالم نے ان کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انبیاء کی روش (سنت) کو جاری کیا ہے۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میرے علم کا خزانہ ہیں۔ میں نے انہیں منتخب کیا ہے۔ جو انہیں دوست رکھے گا اور ان کی پیروی کرے گا اور ان کی برتری اور فضل و شرف کے سامنے سر تسلیم خم کرے گا وہی نجات پائے گا اور کامیاب ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد فرماتے ہیں: جبرئیل علیہ السلام نے مجھے ائمہ طاہرین علیہم السلام کے نام ان کی ولدیت کے ساتھ اور ان کے دوستوں کے نام اور وہ افراد جو ان کی فضیلت و برتری اور حق کو قبول کرتے ہیں ان کے بھی نام بتائے ہیں[۸]۔

الْمُطِيعُونَ لِلّٰهِ الْقَوَّامُونَ بِأَمْرِهِ الْعَامِلُونَ بِإِرَادَتِهِ

المطیعون للہ: اہل بیت اطہار علیہم السلام اپنے تمام حالات میں اور گفتار و کردار میں اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرماں بردار تھے۔ انہوں نے راہِ خدا میں جان و مال، روح و جسم سب کو قربان کر دیا ہے اور تمام مشکلات میں رضایت پروردگار کی خاطر صبر و بردباری سے کام لیا۔

القوامون بامرہ: اہل بیت علیہم السلام امر پروردگار کو قائم اور نافذ کرنے والے ہیں۔ اس سے

---

[۸] کافی، ج ا، کتاب الحجۃ، باب ما فرض اللہ عز و جل و رسولہ صلی اللہ علیہ و آلہ من الکون مع الائمۃ، رقم ۴، ص ۲۰۸-۲۰۹۔

https://downloadshiabooks.com/

مقصود چند چیزیں ہو سکتی ہیں۔ ۱۔ خود امر امامت و ولایت ہے۔ ۲۔ یا خداوند عالم کے تمام احکام و دستورات ہیں۔ ۳۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ ائمہ علیہم السلام دوسروں کو امر خدا کی اطاعت و پیروی کرنے کی تشویق و ترغیب دلاتے ہیں۔

العاملون بارادته: یعنی ذریت و عترت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اعمال و کردار، ارادہ اور منشاء پروردگار کے مطابق ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا کوئی ارادہ ارادۂ خداوندی کے علاوہ نہیں ہوتا ہے، ان کا ارادہ خدائے تعالیٰ کا ارادہ ہے۔

اَلْفَائِزُونَ بِكَرَامَتِهِ اصْطَفَاكُمْ بِعِلْمِهِ وَارْتَضَاكُمْ لِغَيْبِهِ

الفائزون بكرامته: یعنی ائمہ معصومین علیہم السلام خداوند عالم کی عطا و بخشش اور کرامت سے بہرہ مند ہیں، اور وہ اس طرح کہ: خدا نے دنیا میں ان کی اطاعت و پیروی کو واجب قرار دیا ہے۔ اور انہیں اپنے علم و دانش کا خزانہ قرار دیا ہے اور آخرت میں شفاعت کے حق سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور وہ ان سے راضی و خوشنود ہے۔ انہیں اپنے مقامِ قرب میں جو عظیم ترین منزلت ہے جگہ عنایت فرمائے گا۔

اصطفاكم بعلمه: یعنی پروردگار عالم نے آپ ائمہ علیہم السلام کو اپنے علم کے ساتھ کہ منصب امامت کی شائستگی و صلاحیت رکھتے ہیں منتخب فرمایا ہے۔ یا چونکہ آپ کو اپنے علوم کا خزانہ قرار دیا ہے، اس لئے دوسروں پر منتخب و برگزیدہ بنایا ہے۔ بعض زیارت کے نسخہ میں "باء" کے بجائے "لام" (**لعلمه**) بھی نقل ہوا ہے تو یہ مذکورہ معنی کی تائید کرتا ہے۔

وارتضاكم لغيبه: یعنی خدائے عزوجل نے اس لئے کہ آپ ائمہ علیہم السلام کو اپنے غیب کے

https://downloadshiabooks.com/

علوم کا خزانہ دار بنایا ہے، منتخب قرار دیا ہے۔

زیارت جامعہ کبیرہ کا یہ جملہ قرآن حکیم کی اس آیت کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس میں ارشاد ہے: "عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ ...." (وہ عالم غیب ہے اور کوئی بھی اس کے علم غیب سے آگاہ نہیں ہے سوائے اس رسول کے جس کو برگزیدہ کیا ہے۔ جن۔ ۲۶-۲۷/)

مگر سوال یہ ہے کہ اہل بیت علیہم السلام بھی اس آیت میں شامل ہیں اور وہ بھی مقصود آیت ہیں، یہ کیونکر ہے؟ اس کے چند جواب ہیں:

۱۔ آیت میں لفظ رسول ائمہ علیہم السلام کو بھی شامل کرے گا از باب غلبہ (یعنی اماموں کا نام رسول کی نسبت زیادہ سزاوار ہے ان کے اسماء غالب ہیں)۔

۲۔ ممکن ہے لفظ رسول اپنے اصطلاحی معنی کے ساتھ مراد نہ ہو بلکہ مجموعی معنی مقصود ہو جس میں امام بھی شامل ہو سکتا ہے۔

۳۔ یا اس لئے کہ ائمہ علیہم السلام کے علم کا سرچشمہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں لہذا ائمہ بھی غیب کے علوم سے آگاہ ہیں۔

سدیر صیرفی سے نقل ہوا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ حمران بن اعین نے امام محمد باقر علیہ السلام سے آیت "بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" (وہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ بقرہ – ۱۱۷/) کے بارے میں دریافت کیا تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: خداوند عالم نے ساری چیزوں کو پہلے کسی بھی چیز سے مشابہت کے بغیر اپنے علم کی بنیاد پر خلق فرمایا۔ آسمانوں اور

https://downloadshiabooks.com/

زمینوں کو پیدا کیا، جب کہ اس کے پہلے زمین و آسمان کا وجود نہ تھا۔ کیا تم نے خدا کے اس قول کو نہیں سنا ہے کہ: "وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ" (یعنی آسمان و زمین کی خلقت سے قبل خدا کا عرش پانی پر قائم تھا۔ ہود – ۷/)۔

حمران نے عرض کیا: قرآن میں خدا کے اس قول کو ملاحظہ فرمایا ہے جس میں خدا فرماتا ہے: "عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا"؟ حضرت عَلَیہِ السَّلَام نے فرمایا: ہاں، ہاں، اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کے بعد "إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ...." بھی ذکر ہوا ہے۔ خدا کی قسم! حضرت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم خداوند عالم کے برگزیدہ ہیں۔ مگر عالم الغیب کی تفسیر یہ ہے: خداوند عالم ان تمام مقدرات کا جاننے والا ہے جو اس کی مخلوقات سے پوشیدہ ہے، اور وہ قبل اس کے کہ انہیں خلق کرے اور ان کے بارے میں فرشتوں کو حکم دے انہیں اپنے علم میں عالم قضا میں خلق فرماتا ہے، یہ وہ علم ہے جو خداوند عالم کے پاس ہوتا ہے اور جب ارادہ کرتا ہے تو اسے لباس وجود عطا فرما دیتا ہے۔ اور جب بداء یا علم خدا میں تبدیلی ہوتی ہے تو اسے نظر انداز کر دیتا ہے۔ مگر وہ علم جس کو خدائے عزوجل نے عالم قضا و قدر میں خلق کیا ہے اور اسے حتمی و امضا کر دیا ہے، وہ وہ علم ہے جو حضرت ختمی مرتبت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم کو اور اس کے بعد ہم اہل بیت عَلَیہِمُ السَّلَام کو عطا ہوا ہے[9]۔

معمر بن خلاء سے روایت ہے کہ: ایک شخص نے جو فارس کا رہنے والا تھا امام کاظم عَلَیہِ السَّلَام سے دریافت کیا: کیا آپ عَلَیہِمُ السَّلَام غیب کا علم رکھتے ہیں؟ امام عَلَیہِ السَّلَام نے فرمایا: خداوند عالم ہم اہل بیت

---

[9] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب نادر فیہ ذکر الغیب، رقم ۲، ص ۲۵۶۔

https://downloadshiabooks.com/

علیہم السلام کو علم عطا کرتا ہے اور ہم اسے حاصل کرتے ہیں، اگر وہ ہم سے علم لے لے تو ہمارے پاس کوئی علم نہیں رہ جائے گا۔ خدائے عزوجل نے اپنے اسرار کو خفیہ طور سے جبرئیل کو عطا کیا اور جبرئیل اس راز کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسے چاہتے ہیں اس کو آگاہ کرتے ہیں"[10]۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابو البصیر نقل کرتے ہیں: ایسا امام جو یہ نہ جانتا ہو کہ کون سی چیز اس کے پاس پہونچ رہی ہے اور وہ کس چیز کی طرف رجحان رکھتا ہے تو وہ خلق پر حجتِ خدا نہیں ہے"[11]۔

متعدد سند کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ: جس وقت امام کسی چیز سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہے تو خداوند عالم اسے اس چیز سے آگاہ کر دیتا ہے"[12]۔

امام کاظم علیہ السلام اپنے آباواجداد سے نقل فرماتے ہیں: امام محمد باقر علیہ السلام نے امام سجاد علیہ السلام کی شہادت کی شب میں حضرت علیہ السلام کے لئے پینے کی کوئی چیز پیش فرمائی کہ باباجان! اسے پی لیجئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا! میں اس شب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ اور یہی رات تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے ہیں"[13]۔

---

[10] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب نادر فیہ ذکر الغیب، رقم ۱، ص ۲۵۶۔

[11] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام اذا شاؤوا ان یعلموا اعلموا، رقم ۳، ص ۲۵۸۔

[12] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام یعلمون متی یموتون وانہم لا یموتون الا باختیار منہم، رقم ۱، ص ۲۵۸۔

[13] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام یعلمون متی یموتون وانہم لا یموتون الا باختیار منہم، رقم ۳، ص ۲۵۸۔

https://downloadshiabooks.com/

حمران بن اعین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دو عدد انار لائے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک کو تناول فرمایا۔ اور دوسرے والے کے دو حصے کر کے ایک خود نوش فرمایا اور دوسرا حصہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو دے دیا، اس کے بعد فرمایا: اے میرے بھائی علی علیہ السلام! کیا ان دو انار کے بارے میں جانتے ہو وہ کیا ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلا انار مقامِ نبوت کی منزلت میں تھا کہ جس میں تمہارا حصہ نہیں ہوتا۔ لیکن دوسرا انار مقامِ علم کی منزلت میں تھا۔ جس میں تم میرے ساتھ شریک ہو۔ حمران کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: خداوند عالم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضرت علی علیہ السلام کیونکر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ علم میں شریک تھے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: خدائے سبحان نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جو علم خدائے عزوجل سے سیکھا ہے اسے حضرت علی علیہ السلام کو سکھا دیں[14]۔

اسی طرح ایک اور روایت محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حرف بھی خدا کی تعلیمات سے حاصل کیا تھا اسے حضرت علی علیہ السلام کو سکھا دیا ہے۔ اس کے بعد اپنے سینۂ مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: یہ علم ہم خاندان رسالت کے پاس موجود ہے[15]۔

---

[14] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انّ اللہ عز و جل لم یعلم نبیہ علماً الا امرہ ان یعلمہ امیر المؤمنین، رقم ۱، ص ۲۶۳۔

[15] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انّ اللہ عز و جل لم یعلم نبیہ علماً الا امرہ ان یعلمہ امیر المؤمنین، رقم ۳، ص ۲۶۳۔

https://downloadshiabooks.com/

وَاخْتَارَكُمْ لِسِرِّهِ وَاجْتَبَاكُمْ بِقُدْرَتِهِ

واختارکم لسرہ یعنی پروردگار عالم نے آپ اہل بیت علیہم السلام کو اپنے اسرار و رموز کے خزانہ کے عنوان سے انتخاب فرمایا ہے۔ (اس مطلب کی تشریح گذشتہ صفحات میں ہو چکی ہے۔[۱۶])

ابو جارود نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ: حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیماری کے عالم میں تھے، اور اسی بیماری میں دنیا سے رحلت فرمائی، حضرت علی علیہ السلام کو طلب فرمایا اور فرمایا: اے علی علیہ لاسلام قریب آؤ تا کہ تمہیں راز سے آگاہ کروں۔ خداوند عالم نے مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ خدا نے مجھے سپرد کیا ہے وہ میں تمہیں سپرد کر دوں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو سارے راز سپرد فرمائے۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی اسے امام حسن علیہ السلام کو اور امام حسن علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کو اور امام حسین علیہ السلام نے میرے پدر بزرگوار امام سجاد علیہ السلام کو اور میرے پدر نے مجھے سپرد فرمایا ہے۔ علیہم الصلاۃ والسلام[۱۷]۔

ایک روایت جابر نے بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے: ہمارا امر (امامت) ایک راز ہے جو پوشیدہ ہے۔ یہ ایسا راز ہے جس کے پوشیدہ رہنے میں ہی فائدہ ہے۔ یہ ایک راز ہے انتہائی درجہ پوشیدہ اور مخفی[۱۸]۔

---

[۱۶] رجوع کریں فقرۂ وحفظۃ سرّ اللہ کے ذیل میں۔

[۱۷] بصائر الدرجات، جزء۸، باب ۳، رقم ۱، ص۳۷۷۔

[۱۸] بصائر الدرجات، جزء۱، نادر من الباب فی انّ علم آل محمد علیہم السلام سرّ مستسرّ، رقم ۱، ص۲۸۔

https://downloadshiabooks.com/

واجتبا کم بقدرته: یہ جملہ ائمہ علیہم السلام کی بلند ترین منزلت کے انتخاب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ خداوند عالم نے اس منزلت انتخاب کو اپنی قدرت کی طرف نسبت دی ہے۔ اور اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ اس مقام و منزلت کا انتخاب خدا کی حیرت انگیز قدرت کا ایک نمونہ ہے۔ یا پھر اس کے ذریعہ خدائے برتر کی عظیم قدرت کو ظاہر کرنا اور آشکار کرنا مقصود ہو۔

ممکن ہے اس جملہ کا مفہوم یہ ہو کہ خداوند متعال نے آپ ائمہ علیہم السلام کو اپنی قدرت سے نوازا ہے۔ جس کی بنا پر آپ علیہم السلام سے جو امور انجام پائے ہیں وہ بشر کی توانائی سے بالاتر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کے دست مبارک میں خشک جو کی روٹی ہے اور آپ علیہ السلام اسے توڑنا چاہتے ہیں مگر ٹوٹ نہیں رہی ہے۔ تو لوگوں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: اے امیر المؤمنین علیہ السلام! وہ طاقت کہاں گئی جس نے در خیبر کو اکھاڑ دیا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ خدائے بزرگ کی (مخصوص) عطا کردہ طاقت تھی، اور یہ ظاہری و جسمانی طاقت ہے[19]۔ (جسے تم دیکھ رہے ہو۔)

وَأَعَزَّكُمْ بِهُدَاهُ وَخَصَّكُمْ بِبُرْهَانِهِ وَانْتَجَبَكُمْ بِنُورِهِ

واعزکم بھداہ: یعنی خدائے عزوجل نے آپ ائمہ معصومین علیہم السلام کو، اس لئے کہ لوگوں کی ہدایت ور ہنمائی فرمائی ہے اس لئے کہ خدا نے آپ کی ہدایت فرمائی ہے عزیز و گراں قدر قرار دیا ہے۔

---

[19] امالی صدوق، مجلس ۷۷، رقم ۱۰۔

https://downloadshiabooks.com/

وخصکم ببرھانہ: یعنی خدا نے آپ اہل بیت طاہرین علیہم السلام کو اپنے برہان و دلیل سے مخصوص و ممتاز قرار دیا ہے۔ اور برہان سے مقصود ممکن ہے قرآن کریم، واضح و روشن دلیلیں ہوں۔ یا حیرت انگیز معجزات و کرامات اور واضح نشانیاں ہوں۔ اور بہت ممکن ہے یہ ساری چیزیں مقصود ہوں۔

وانتجبکم بنورہ: یعنی پروردگار عالم نے آپ ذریت طاہرین علیہم السلام کو اپنے روشن نور کے سبب سے جس کا مصداق ہدایت ربانی، علوم قرآنی اور قدسی کمالات ہیں، منتخب کیا ہے۔

ائمہ علیہم السلام نے اسی نور اور علوم و کمالات کے وسیلہ سے لوگوں کو دین کی طرف ہدایت و رہنمائی فرمائی ہے۔ اور اس کے پہلے بھی بیان ہو چکا ہے[۲۰]، کہ ائمہ اطہار علیہم السلام روئے زمین پر خدا کے نور میں۔ "بنورہ" میں جو "باء" آیا ہے ممکن ہے یہ "من" (سے) کے معنی میں ہو۔ یعنی خداوند عالم نے آپ لوگوں علیہم السلام کو نور سے خلق فرمایا ہے۔ اور آپ علیہم السلام چونکہ نور الٰہی سے منور ہو گئے تھے، خدا نے منتخب کر لیا۔ جیسا کہ محمد بن مروان سے نقل ہوا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ: خداوند متعال نے ہم اہل بیت علیہم السلام کو اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا ہے اس کے بعد ایک پوشیدہ اور مخفی طینت سے کہ جو اس نور (اول) سے کم درجہ رکھتی تھی ہماری صورت و شکل قرار دی۔ اور اس نے کسی بھی فرد کی خلقت میں اپنے اس نور عظمت میں حصہ دار نہیں بنایا ہے۔ سوائے انبیاء و مرسلین کے۔ اسی وجہ سے ہم اہل بیت علیہم السلام اور انبیاء علیہم السلام نجات یافتہ اور فلاح پانے والے ہیں اور دوسرے لوگ آتشِ

---

[۲۰] رجوع کیجئے فقرۂ ونورہ کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

جہنم میں گر جانے کا خطرہ (اور احتمال) رکھتے ہیں[21]۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا کی ایک نہر ہے جو اس کے عرش کے نیچے قرار دی گئی ہے۔ اور اس نہر کے بعد ایک نور ہے جسے خداوند عالم نے نورانی اور روشن کیا ہے۔ اور نہر کے دونوں جانب دو روحیں خلق ہوئی ہیں۔ روح القدس اور ایک روح خدا کی جانب سے۔ خدائے قادر نے دس طینت خلق فرمائی ہیں۔ پانچ جنت کی طینت سے ہے اور پانچ زمین سے ہے۔ امام علیہ السلام نے جنت وزمین کی تفسیر بیان کرنے کے بعد فرمایا: سارے ملائکہ و فرشتے اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام (کی خلقت) میں دو روحوں میں سے ایک روح ڈالی گئی ہے۔ اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو طینتوں میں سے ایک طینت سے خلق ہوئے ہیں۔ (راوی نے عرض کیا): اے امیر المؤمنین علیہ السلام! (روایت میں کلمہ) جبل سے کیا مراد ہے۔ فرمایا: ہم اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ دیگر افراد مراد ہیں۔ اس لئے کہ خداوند عالم نے ہمیں دس طینت سے خلق فرمایا ہے اور ہمارے اندر دونوں روحیں ڈالی گئی ہیں، ہماری خلقت کتنی عظیم الشان اور بلند مرتبہ ہے[22]۔

وَأَيَّدَكُم بِرُوحِهِ

وایدکم بروحه: یعنی آپ ائمہ معصومین علیہم السلام کو خداوند عالم نے اپنی اس روح سے جو اس کی برگزیدہ ہے یعنی روح القدس سے تائید (ونصرت) فرمائی ہے۔ اور وہ روح ہمیشہ ائمہ علیہم السلام کے ساتھ رہتی ہے۔ جو ان کی خدا کی طرف سے تائید ورہنمائی کرتی ہے۔ اصول کافی میں

---

[21] بصائر الدرجات، جزء۱، باب ۱۰، رقم ۳، ص ۲۰۔

[22] بصائر الدرجات، جزء۱، نادر من الباب، رقم ۱، ص ۱۹۔

https://downloadshiabooks.com/

صحیح حدیث میں ابو بصیر سے روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت: "وَ كَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ۔۔۔" (جس طرح گذشتہ انبیاء پر وحی نازل کی ہے اسی طرح آپ پر بھی اپنے حکم سے وحی نازل کی ہے اور آپ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا ہے۔ شوریٰ – ۵۲/) کے بارے میں دریافت کیا کہ آیت میں "روح" سے مراد کیا ہے؟ فرمایا: روح، خدا کی ایک مخلوق ہے جو جبرئیل و میکائیل سے عظیم و بزرگ تر ہے اور وہ ہمیشہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتی تھی۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعات و حادثات سے آگاہ اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی تھی۔ اور وہ روح حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم ائمہ علیہم السلام کے ساتھ ہے[۲۳]۔

راوی اسباط بن سالم سے روایت ہے کہ میں ایک نشست میں حاضر تھا، جہاں علم ہیئت سے تعلق رکھنے والا ایک شخص بھی موجود تھا۔ اس نے آیت مذکورہ کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کون سی روح ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم نے جس وقت سے اس روح کو حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھیجا ہے اس وقت سے ابھی تک آسمان کی طرف صعود نہیں کیا ہے۔ اور ابھی بھی ہم اہل بیت علیہم السلام کے درمیان موجود ہے[۲۴]۔

ابو بصیر کہتے ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام سے میں نے آیت "وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي" (آپ سے روح کے بارے میں لوگ سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ

---

[۲۳] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب الروح التی یسدّد اللہ بہا الائمۃ علیہم السلام، رقم ۱، ص ۲۷۳۔

[۲۴] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب الروح التی یسدّد اللہ بہا الائمۃ علیہم السلام، رقم ۲، ص ۲۷۳۔

https://downloadshiabooks.com/

وہ میرے رب کا امر ہے۔ اسراء - ۸۵/) کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: روح جبرئیل و میکائیل سے ایک بزرگ و برتر مخلوق ہے۔ جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے ہمراہ ہے۔ اسے خدا نے عالم ملکوت سے زمین پر بھیجا تھا[25]۔ اسی طرح امام علیہ السلام نے ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: روح جبرئیل و میکائیل سے عظیم تر مخلوق ہے جو گذشتہ انبیاء علیہم السلام میں سوائے حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی کے ساتھ نہیں تھی۔ وہ روح ائمہ علیہم السلام کے ہمراہ ہے۔ اور ایسا نہیں ہے کہ جس وقت چاہیں اس وقت ہمارے دسترس میں ہو[26] (بلکہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے۔)

ابو حمزہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے علم ائمہ علیہم السلام کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ اہل بیت علیہم السلام کا علم دوسرے عالم ہی کی طرح سے ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتا ہے تو حاصل ہوتا ہے۔ یا کوئی کتاب آپ کے پاس ہے جسے پڑھ کر علم حاصل کر لیتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہمارا علم اس سے بھی زیادہ عظیم و اہم ہے۔ کیا تم نے قول خداوند عالم نہیں سنا ہے: " وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ۔۔۔ "(شوریٰ - ۵۲/) (آیت کا ترجمہ و بحث گذر چکی ہے۔)

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے احباب اس سلسلہ میں کیا کہتے ہیں؟ کیا ان لوگوں نے اس بات کی طرف توجہ کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم میں تھے کہ نہ کتاب جانتے تھے نہ ایمان؟ (جیسا قرآن کہتا ہے)۔ ابو حمزہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان

---

[25] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب الروح التی یسدّد اللہ بھا الائمۃ علیھم السلام، رقم ۳، ص ۲۷۳۔

[26] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب الروح التی یسدّد اللہ بھا الائمۃ علیھم السلام، رقم ۴، ص ۲۷۴۔

https://downloadshiabooks.com/

ہو جاؤں! مجھے نہیں معلوم وہ لوگ اس سلسلہ میں کیا کہتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: بیشک ایسا ہی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم میں تھے کہ نہیں جانتے تھے کہ قرآن و ایمان کیا چیز ہے۔ یہاں تک کہ خداوند متعال نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روح کو نازل کیا۔ جس کا قرآن میں ذکر ہوا ہے۔ اور جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو اس کے وسیلہ سے علم و فہم آیا، اور وہ روح ایک ایسی حقیقت ہے جسے خداوند عالم چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور جب وہ روح کسی بندے پر نازل ہوتی ہے تو اسے علم و فہم (قوت) درک عطا کر دیتی ہے[27]۔

اس سلسلہ میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے ایک اور روایت نقل ہوئی ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: روح فرشتوں میں سے نہیں ہے[28]۔ اس حدیث کی تشریح اور دلیلِ مطلب یہ ہے کہ: روح کا مرتبہ جبرئیل و میکائیل سے بلند ہے (اور جبرئیل سردار ملائکہ ہیں) اور یہ بات ثابت و مسلم ہے کہ جبرئیل و میکائیل سے بزرگ و برتر کوئی فرشتہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتوں کو تمام چیزوں کا علم نہیں ہوتا ہے جیسا کہ انہوں نے اقرار کیا ہے کہ "سوائے ان چیزوں کے جو تونے ہمیں سکھایا ہے ہم کچھ نہیں جانتے ہیں" [29] جب کہ یہ روح جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے ساتھ ہے اسے سب کچھ معلوم ہے اور ہر چیز کا علم ہے۔ تو ممکن ہے "روح" سے نور الٰہی مقصود ہو جو ہر طرح کی وابستگی اور تعلقات سے منقطع ہو، جو خدا اور اس کے صفات و مخلوقات سے آگاہی رکھتا ہے، اس لئے انسانی روح کی حقیقت بھی اسی طرح ہے کہ جب وہ

---

[27] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب الروح التی یسدّد اللہ بہا الائمۃ علیہم السلام، رقم ۵، ص ۲۷۴۔

[28] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب الروح التی یسدّد اللہ بہا الائمۃ علیہم السلام، رقم ۶، ص ۲۷۴۔

[29] سورۂ بقرہ آیت ۳۲۔

https://downloadshiabooks.com/

خالص ہو کر ہر طرح کی آلودگی سے جدا ہو کر نور قدسی سے متصف ہو جاتی ہے اور مکمل طور سے نور قدسی سے وابستہ ہو جاتی ہے تو وہ روح "نورانی" ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ جزئی طور سے جو کچھ بھی علوم اس نور میں ہوتے ہیں وہ سب انسان پر نازل کرتا ہے، اس سے مقصود نفس انسان کا نور قدسی نور کی تجلی اور اس کا جلوہ گر ہونا ہے۔

ممکن ہے اس سے ایک دوسرا مفہوم مراد ہو وہ یہ کہ روح کے ذریعہ الٰہی تائید و رہنمائی کا قصد ائمہ معصومین علیہم السلام کی ملکوتی عقل و نفس کو علوم پروردگار و اسرار ربانی اور آسمانی فیوض و برکات کے وسیلہ سے منزہ و مبرا کرنا ہو۔ بہر صورت ان تمام تاویلات و توجیہات کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ اگر ان کے ظاہر پر حمل کریں اور یہ کہیں کہ: روح خدا کی ایک مخلوق ہے جو صفات الٰہی سے متصف ہے تو یہ خلافِ حقیقت نہ ہو گا۔

وَرَضِيَكُمْ خُلَفَاءَ فِي أَرْضِهِ

ورضیکم خلفاء فی ارضه: خداوند عالم نے آپ اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا جانشین و خلیفہ، روئے زمین پر منتخب فرمایا ہے۔ جیسا کہ خدا نے قرآن میں فرمایا: "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ" (اللہ نے تم میں سے صاحبانِ ایمان و عمل صالح سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں روئے زمین میں اسی طرح اپنا خلیفہ بنائے جس طرح پہلے والوں کو بنایا ہے۔ اور ان کے لئے اس دین کو غالب بنائے گا جسے اس کے لئے پسندیدہ قرار دیا ہے۔ اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کر دے گا کہ وہ سب صرف میری عبادت کریں گے اور کسی طرح کا شرک نہ کریں گے۔ نور۔ ۵۵/) اور خداوند عالم نے جو واقعی اور حقیقی خلافت کے بارے میں مومنین سے وعدہ کیا ہے وہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کے

https://downloadshiabooks.com/

وقت پورا ہو گا۔

عبد اللہ بن سنان کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی مذکورہ آیت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: آیت میں ہم ائمہ علیہم السلام مراد ہیں[30]۔

راوی جعفری کا بیان ہے: میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا ہے: ائمہ علیہم السلام روئے زمین میں خدا کے جانشین و خلیفہ ہیں[31]۔

وَ حُجَجاً عَلَى بَرِيَّتِهِ وَ أَنْصَاراً لِدِينِهِ وَ حَفَظَةً لِسِرِّهِ وَ خَزَنَةً لِعِلْمِهِ وَ مُسْتَوْدَعاً لِحِكْمَتِهِ

وحججا علی بریتہ: یعنی اہل بیت طاہرین علیہم السلام بندگان خدا پر حجتِ خدا ہیں۔ (گذشتہ صفحات میں بحث گذر چکی ہے)[32]۔

ابو بصیر کہتے ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم کے جانشین و خلفاء بارگاہ احدیت میں پیش ہونے کا دروازہ ہیں۔ لوگ اسی راستہ سے بارگاہ پروردگار میں حاضر ہوتے ہیں، اگر یہ نہ ہوتے تو خداوند عالم نہ پہچانا جاتا۔ اللہ تعالیٰ ان کے وجود کے سبب بندوں پر اپنی حجت تمام کرتا ہے[33]۔

---

[30] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام خلفاء اللہ عزوجل فی ارضہ و ابوابہ التی منھا یؤتی، رقم ۳، ص ۱۹۳۔

[31] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام خلفاء اللہ عزوجل فی ارضہ و ابوابہ التی منھا یؤتی، رقم ۱، ص ۱۹۳۔

[32] رجوع کیجئے فقرۂ وحجج اللہ علی اھل الدنیا والآخرۃ والاولی کے ذیل میں۔

[33] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام خلفاء اللہ عزوجل فی ارضہ و ابوابہ التی منھا یؤتی، رقم ۲،

https://downloadshiabooks.com/

عبد اللہ ابن ابی یعفور امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: امام علیہ السلام نے فرمایا: اے فرزند یعفور! بیشک خداوند عالم واحد ہے اور وہ اپنی یکتائی میں بھی یکتا ہے۔ اپنے معاملات میں کسی کو بھی شریک نہیں بناتا، اس لئے اس نے مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی وحدانیت کو آشکار کرنے کے لئے انہیں منتخب کیا اور ہم ہی وہ مخلوقات ہیں۔ اے ابن ابی یعفور! اس کے بندوں کے درمیان ہم اس کی حجت ہیں۔ ہم ہی خدا کے علوم کا خزانہ ہیں اور ہم سب اس کے دین کو قائم کرنے والے ہیں[۳۴]۔

وانصاراً لدینه: ذریت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی اہل بیت طاہرین علیہم السلام دینِ خدا کے مددگار تھے حتی کلمہ ٔخدا کی بلندی اور دین کی نصرت میں اپنی پاکیزہ جان کو بھی قربان کر دیا۔

وحفظةً لسره: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ عترت علیہم السلام اسرار خداوندی کی محافظ و نگہبان ہے کہ ان کے اسرار و کلام (حدیث) کو فرشتہ ٔمقرب، نبی ٔمرسل اور امتحان میں آزمایا جانے والا مومن کے کوئی بھی اپنے سینے میں جگہ نہیں دے سکتا ہے۔ (اس بارے میں بحث گذر چکی ہے۔)[۳۵]

وخزنةً لعلمه: عترت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند عالم کے علوم کے خزانہ دار ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: خدا کی قسم! میں آسمان و زمین میں خدائے تعالیٰ کا خزانہ ہوں

ص ۱۹۳۔

[۳۴] کافی، ج ا، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیهم السلام ولایۃ امر اللہ وخزنۃ علمه، رقم ۵، ص ۱۹۳۔

[۳۵] رجوع کیجئے فقرہ ٔحفظة سرّ اللہ کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

لیکن یہ خزانہ کوئی سونا چاندی نہیں ہے بلکہ اس کے علوم کا خزانہ ہے[۳۶]۔

ومستودعا لحکمته: پیغمبر اسلام ﷺ کی پاکیزہ ذریت، حکمت الہی کے امانت دار ہیں۔ اس لئے کہ ائمہ علیہم السلام وہ ہستیاں ہیں جنہیں حکمت اور فصل خطاب (وہ کلام جو حق کو باطل سے جدا کر دے) عطا کیا گیا ہے۔ (اس سلسلہ میں بھی گفتگو ہو چکی ہے۔)[۳۷]

وَتَرَاجِمَةً لِوَحْيِهِ وَأَرْكَاناً لِتَوْحِيدِهِ وَشُهَدَاءَ عَلَى خَلْقِهِ

وتراجمة لوحیه: "جیم" کو کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے گا، جمع ترجمان ہے۔ (جیم کو ضمہ یا فتح کے ساتھ) اور ترجمان اسے کہتے ہیں جو کسی کلام کو دوسری زبان میں منتقل کرے۔ اور اس مقام میں "وحی" سے یا تو قرآن مقصود ہے، یا دوسری اشیاء جو ہمارے پیغمبر اکرم ﷺ کو وحی کی گئی ہیں مراد ہے۔ اس بنا پر جملہ کا معنی اس طرح ہو گا: خداوند عالم نے آپ اہل بیت علیہم السلام کو اپنی وحی کے لئے ترجمان قرار دیا ہے۔ آپ علیہم السلام وحی الہی کے لئے مترجم کا عنوان رکھتے ہیں۔ (اس سلسلہ میں بھی کلام گذر چکا ہے۔)[۳۸]

وارکانًا لتوحیده: یعنی پروردگار عالم عقیدۂ توحید کو اس وقت تک کسی سے قبول نہیں کرے گا جب تک کہ اس عقیدہ کے ہمراہ ولایت ائمہ طاہرین علیہم السلام نہ ہو۔ اسی وجہ سے بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے مخالفین مشرک ہیں۔ قیامت کے دن جو اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والے نہیں ہیں ان سے کلمۂ توحید سلب ہو گا، یعنی کلمۂ توحید کا کوئی

---

[۳۶] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیهم السلام ولاية امر الله وخزنة علمه، رقم ۲، ص ۱۹۲۔

[۳۷] رجوع کیجئے فقرۂ معادن حکمة الله اور فقرۂ وخزّان العلم کے ذیل میں۔

[۳۸] رجوع کیجئے شرح فقرۂ ومهبط الوحی کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

فائدہ نہیں ہوگا[39]۔

اس اعتبار سے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اہل بیت طاہرین علیہم السلام کی محبت و ولایت وہ ستون ہے جس کے بغیر خانۂ توحید کی تعمیر نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر ائمہ معصومین علیہم السلام نہ ہوتے تو چراغِ توحید روشن نہ ہوتا، اس لئے یہ ہستیاں ارکانِ توحید قرار پائیں جیسا کہ خود فرمایا ہے: ہمارے وجود کے سبب سے توحیدِ خدا آشکار ہوئی ہے، اور ہماری وجہ سے خداوند عالم کی عبادت و پرستش ہوئی ہے[40]۔

یا ممکن ہے اس کا ایک اور مفہوم ہو وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین کا رکن قرار دیا ہے، تا کہ اس کے بندے توحید پرستی پر قائم ہو جائیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ائمہ علیہم السلام کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: خداوند عالم نے انہیں زمین کے ارکان قرار دیئے، تا کہ اہل زمین کو گمراہی و ضلالت اور انحراف سے بچائے رکھیں اور یہ لوگ اہل زمین اور ان کے اعمال و کردار کے لئے خدا کی کامل حجت ہیں[41]۔

وشھداء علی خلقه: یعنی آپ ائمہ علیہم السلام خلق خدا پر اس کی حجت اور گواہ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: " وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا "(جس طرح تم لوگوں کا قبلہ ایک وسط اور درمیانہ ہے) اسی طرح تم کو بھی امت وسط قرار دیا ہے، تا کہ خلق پر گواہ رہیں۔ اور پیغمبر، تم

---

[39] بحار الانوار، ج۲۳، باب ۲۱ اور ج۲۷، باب ۱۰۔

[40] کافی، ج۱، کتاب التوحید، باب نوادر، رقم ۱۰، ص۱۴۵۔

[41] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ ھم ارکان الارض، رقم ۱، ص۱۹۶۔

https://downloadshiabooks.com/

پر گواہ ہوں۔ (بقرہ– ۱۴۳؍)۔ قراء سبعہ میں بعض نے "امت" کے بجائے "ائمہ" ذکر کیا ہے۔ (مگر ہمارا ایمان موجودہ قرآن کے سلسلہ میں قرآن کے مکمل ہونے پر ہے۔)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ہم ائمہ علیہم السلام خلق خدا پر اس کے گواہ ہیں اور ہم روئے زمین میں خدا کی حجت ہیں۔ اس کے بعد فرمایا: حضرت پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام چیزوں پر گواہ ہیں جنہیں خدا کی جانب سے ہم تک پہونچایا ہے۔ اور ہم لوگوں پر خدا کے گواہ ہیں۔ جو ہماری تصدیق کرے گا (اور ہم پر ایمان رکھے گا) قیامت میں ہم اس کی تصدیق کریں گے۔ اور جو ہمیں جھٹلائے گا، روز قیامت ہم اسے جھٹلا دیں گے[۴۲]۔

راوی "سماعہ" ناقل ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیت "فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا" (ان لوگوں کی حالت اس دن کیا ہوگی جب ہم ہر امت سے ان کے اعمال کی گواہی کا مطالبہ کریں گے، اور آپ کو ان کے لئے گواہ بناؤں گا۔ نساء– ۴۱؍) کے بارے میں فرمایا: یہ آیت فقط پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ہر صدی میں ہم اہل بیت علیہم السلام سے ایک امام لوگوں پر خدا کا گواہ ہوتا ہے۔ اور حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم پر خدا کے گواہ ہیں[۴۳]۔

آیت "أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" (یا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل رکھتا ہے اور اس پر اس کی طرف سے شاہد بھی ہو۔ ہود– ۱۷؍) کے بارے میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام پیغمبر اسلام

---

[۴۲] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام شھداء اللہ عز و جل علی خلقہ، رقم ۲، ص ۱۹۰۔

[۴۳] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام شھداء اللہ عز و جل علی خلقہ، رقم ۱، ص ۱۹۰۔

https://downloadshiabooks.com/

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گواہ ہیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی جانب سے واضح وروشن دلیل ہیں[44]۔

ایک صحیح حدیث میں امام باقر علیہ السلام سے بھی نقل ہوا ہے: ہم ائمہ علیہم السلام امت وسط اور ہم ہی خلق خدا پر اس کے گواہ اور روئے زمین میں اس کی حجت ہیں[45]۔

وَأَعْلَاماً لِعِبَادِهِ وَمَنَاراً فِي بِلَادِهِ

واعلامًا لعبادہ: یعنی لوگ ائمہ اطہار علیہم السلام کے وجود کے سبب سے دنیاو آخرت سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اور اپنے معاش و معاد سے آشنا ہوتے ہیں۔ یا ممکن ہے دوسرے جملہ "منارًا فی بلادہ" کے لئے مترادف معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔

منارًا فی بلادہ: یعنی ائمہ معصومین علیہم السلام کے وسیلہ سے لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ اور ان کی پاکیزہ حدیثیں اور روایتیں روحوں کو پاک کرتی ہیں، جس طرح چراغِ برج (ٹاور) مسافروں کے لئے راستہ روشن کرتا ہے۔

وَأَدِلَّاءَ عَلَى صِرَاطِهِ عَصَمَكُمُ اللهُ مِنَ الزَّلَلِ وَآمَنَكُمْ مِنَ الْفِتَنِ وَطَهَّرَكُمْ مِنَ الدَّنَسِ وَأَذْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ

وادلاء علی صراطه: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ اہل بیت علیہم السلام دنیا میں دینِ خدا کے سلسلہ میں اور آخرت میں پل صراط پر لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کرنے والے ہیں۔

عصمکم من الذلل: یعنی اہل بیت علیہم السلام آپ کو خداوند عالم نے آپ کی پاک و پاکیزہ

---

[44] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام شھداء اللہ عز وجل علی خلقه، رقم ۳، ص ۱۹۰۔

[45] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیھم السلام شھداء اللہ عز وجل علی خلقه، رقم ۴، ص ۱۹۱۔

https://downloadshiabooks.com/

ذات اور ملکوتی نفوس کی بنا پر اور چونکہ آپ نور خدا سے خلق ہوئے ہیں اور روح القدس کے ذریعہ تائید ہوئی ہے۔ آپ لوگوں علیہم السلام کے قلوب پاک و پاکیزہ، صادق اور اطاعت پروردگار کے لئے آپ علیہم السلام کا ارادہ محکم و استوار ہے۔ ہر طرح کی خطا و لغزش اور سہو و نسیان سے محفوظ قرار دیا ہے۔

وآمنکم من الفتن: خداوند عالم نے آپ علیہم السلام کو دین کے تمام فتنوں اور بدعتوں سے محفوظ رکھا ہے۔ اس لئے کہ آپ علیہم السلام ہر طرح کے گناہان صغیرہ و کبیرہ بلکہ ہر قسم کے شکوک و شبہات کے پیدا ہونے سے بھی دور ہیں۔

وطھرکم من الدنس: "دنس" آلودگی کے معنی ہیں۔ اور اس مقام پر مراد یہ ہے کہ خداوند عالم نے اہل بیت علیہم السلام کو برے اعمال اور قلب کو ہر آلودگی سے پاکیزہ قرار دیا ہے۔

واذھب عنکم الرجس اھل البیت: یعنی خداوند متعال نے آپ اہل بیت علیہم السلام کو دین میں شرک اور شبہہ اور ہر چھوٹے بڑے گناہوں سے دور قرار دیا ہے۔

اھل البیت: "اھل" بنابر اختصاص منصوب ہے۔ یعنی ان تمام تعریفوں اور کمالات بیان کرنے کا میرا مقصد صرف اور صرف آپ خاندان رسالت اور ذریت نبوت اہل بیت پیغمبر علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔ (اور کوئی نہیں)

وَطَهَّرَكُمْ تَطْهِيراً

آیۂ تطہیر "إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" (بیشک بس خداوند عالم چاہتا ہے گناہ اور آلودگی کو آپ اہل بیت علیہم السلام سے دور

https://downloadshiabooks.com/

رکھے اور پاک و پاکیزہ قرار دے جیسا پاک قرار دینے کا حق ہے۔ احزاب - ۳۳ر) میں طہارت و پاکیزگی کی بہت زیادہ تاکیدیں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ "انما" کے ذریعہ تاکید

۲۔ "لیذہب" کے لام کے ذریعہ تاکید

۳۔ "اہل البیت" کا اختصاص

۴۔ "عنکم" جار و مجرور کو مقدم کرنے کے ذریعہ سے تاکید

۵۔ "تطہیرا" نصب مصدر کے ذریعہ تاکید

۶۔ "اذہاب" کلمہ کی تعبیر

اور یہ ساری تاکیدیں حضرات معصومین علیہم السلام کی عصمت و طہارت کو ثابت کرنے کے لئے لائی گئیں ہیں۔ اس آیت میں خداوند عالم نے ارادہ کی تعبیر استعمال کی ہے، ارادہ وقوع سے قبل کا مرحلہ ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ارادۂ خداوند ہے اور ارادۂ خداوندی مستلزم وقوع ہوتا ہے اس لئے بطور یقین کہہ سکتے ہیں کہ تطہیر واقع ہوئی ہے۔ یعنی خداوند عالم نے اس آیت میں سبب طہارت کو جو ارادہ ہے ذکر کیا ہے۔ لیکن مسبب کا کہ اہل بیت علیہم السلام کا گناہوں سے پاک وپاکیزہ ہونا ہے۔ ارادہ کیا گیا ہے۔

اس مقام پر کوئی یہ خیال نہ کرے کہ پاک و پاکیزہ قرار دینے سے مراد ظاہری پاکدامنی اور صاحب عفت قرار دینا ہے۔ اور رجس سے ظاہری نجاست اور غیر پاکیزگی مقصود ہے لہذا یہ آیت اہل بیت علیہم السلام کی عصمت وطہارت پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ اس لئے

https://downloadshiabooks.com/

کہ رجس کے صرف دو معنی ہے۔

۱۔ ظاہری نجاستیں اور آلودگی

۲۔ نازیبا اور غیر شائستہ کلام و کردار کا گناہ جو انسان انجام دیتا ہے۔

بطور یقین اس آیت تطہیر میں رجس سے صرف پہلا معنی مراد نہیں لیا گیا ہے۔ اس لئے کہ "الرجس" میں جو الف لام ہے وہ الف لامِ جنس ہے اور جنس کی نفی اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس جنس کے تمام افراد بلکہ ماہیت کی نفی کی جائے۔ اس کے علاوہ اہل بیت علیہم السلام کی ظاہری پاکیزگی و پاکدامنی کے بارے میں تو کوئی جائے تامل و شک کی گنجائش ہی نہیں رہتی ہے۔ ظاہری پاکیزگی و صاحبان عفت تو مومنین میں بھی بہت سے ملیں گے، تو اس طرح اتنی تاکیدوں کے ساتھ کمالات واوصاف کا تذکرہ کر کے اہل بیت علیہم السلام کو لوگوں پر برتری دینے کا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے، لہذا آیت تطہیر میں رجس کا دوسرا معنی بطور قطع ارادہ کیا گیا ہے۔ یعنی ہر طرح کے گناہوں سے پاک و پاکیزہ ہیں۔

اور فریقین شیعہ و سنی دونوں کے قدیم و جدید منابع و ماخذ میں تواتر کے ساتھ روایتیں وارد ہوئی ہیں کہ آیت تطہیر میں اہل بیت علیہم السلام سے حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام مقصود ہیں۔

ثعلبی اور دوسروں نے ابو سعید خدری سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت تطہیر میرے، علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی

https://downloadshiabooks.com/

ہے[۴۶]۔

ابن حنبل نے اپنی مسند میں آٹھ طرق سے کہ ہر ایک طریق اپنے اعتبار سے اہم اور بامعنی ہے نقل کیا ہے کہ آیت تطہیر پنجتن پاک آلِ عبا کی شان میں نازل ہوئی ہے[۴۷]۔

مسند احمد ابن حنبل میں انس سے اور "الجمع بین الصحیحین حمیری" میں اور ثعلبی سے بھی یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ مہینوں تک اپنے بیت الشرف سے نماز فجر کے لئے تشریف لے جاتے تو جب خانۂ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے گذرتے تو: یا اهل البیت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا کی تلاوت فرماتے تھے[۴۸]۔

اور رہ گئی یہ بات کہ دشمنانِ اہل بیت میں یعنی جو کہتے ہیں کہ آیۂ تطہیر میں ماقبل کی آیتوں کے قرینہ کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ اہل بیت علیہم السلام سے ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصود ہیں۔ یہ بات دراصل اجماع کی مخالفت اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو رد کرنا ہے۔ اس لئے کہ اعراض یعنی ایک موضوع سے رخ موڑ کے دوسرے موضوع کے بارے میں گفتگو کرنا صاحبان فصاحت و بلاغت کے کلام میں بہت زیادہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ آیت تطہیر میں بھی پروردگار عالم نے ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کلام کرتے کرتے گریز کرتے ہوئے ائمہ معصومین علیہم السلام کی تعریف و توصیف بیان کرنا شروع کر دی۔ اور اگر آیت تطہیر میں اہل

[۴۶] احقاق الحق، ج۹، ص ۴۲-۴۹: حدیث ابو سعید۔

[۴۷] المسند، احمد بن حنبل، ج۱/ ۳۳۰۔ ج۳/ ۲۵۹، ۲۸۵۔ ج۴/ ۱۰۷۔ ج۶/ ۲۹۲، ۲۹۸، ۳۰۴، ۳۰۶۔

[۴۸] احقاق الحق، ج۹، ص ۶۲، حدیث ابی الحمراء۔ مسند احمد بن حنبل، ج۳، ص۲۵۹ و۲۸۵۔

https://downloadshiabooks.com/

بیت علیہم السلام سے ازواجِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہوتیں تو "عنکم" کے بجائے "عنکن" مؤنث کی ضمیر لائی جاتی۔ جیسے ماقبل کی آیتوں میں استعمال ہوئی ہیں۔ جبکہ مذکر کی ضمیر "عنکم" استعمال ہوئی ہے۔ اگر کوئی یہ بات پیش کرے کہ ازواجِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسری عورتوں پر برتری عطا کی ہے اس لئے از باب تغلیب مذکر کی ضمیر استعمال ہوئی ہے، تو یہ بات اس وقت درست ہوتی جب ابتدائے کلام سے یہ کام انجام دیا جاتا۔ مگر بات ازواجِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں شروع ہوئی اور ضمیر بھی جو استعمال ہوئیں وہ جمع مؤنث کی ضمیر ہیں تو اب اس خیال ووہم کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور اس کا کوئی معنی بھی نہیں رہ جاتا کہ آیت کے درمیان میں جمع مؤنث کی ضمیر کے بجائے جمع مذکر کی ضمیر لائی جائے۔ اور اس سے ازواجِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مراد لیا جائے۔ اور اس مطلب سے قطع نظر خود ازواجِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی روایت کی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر لی اور اس میں اپنے، علی، فاطمہ، حسن و حسین علیہم السلام کو لے کر فرمایا: پروردگارا! یہ میرے اہل بیت ہیں اور یہی میرے قرابت دار ہیں، پس رجس کو ان سے دور فرما اور انہیں ہر آلودگی سے پاک فرما۔ ام المؤمنین جناب ام سلمہ سلام اللہ علیہا جو اس واقعہ کی گواہ ہیں فرماتی ہیں: اپنے سر کو چادر کے نیچے قرار دے کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں بھی آپ کے ساتھ ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (نہیں) اللہ تعالیٰ تمہیں خیر عطا کرے[۴۹]۔

جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آیت تطہیر ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی گویا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عائشہ صاحب عصمت ہیں، اور شاید یہ اسی لئے وہ ان کے جنگ جمل

---

[۴۹] احقاق الحق، ج۹، ص ۲۲-۴۲، حدیث ام سلمۃ۔

https://downloadshiabooks.com/

کے فتنہ میں شریک ہونے سے موافقت کرتے ہیں جس میں خلیفۂ وقت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خلاف خروج کر کے بغاوت کی اور جنگ پر اتر آئیں، جب کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: اے علی! علیہ السلام تم سے جنگ مجھ سے جنگ ہے [50]۔ اور اس جنگ میں لشکر عائشہ کے سولہ ہزار لوگ قتل ہوئے اس طرح عائشہ کو گمراہی وضلالت اور فتنہ کی آگ نے گھیر رکھا تھا یہ تو کھلی گمراہی اور ظاہری نجاست و آلودگی ہے جس سے اپنے کو نہ بچا پائیں کس درجہ کی عصمت پر فائز تھیں۔ آیت تطہیر کو ازواجِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازل ہونے کی وکالت کرنے والے ہی بتا سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں۔

فَعَظَّمْتُمْ جَلاَلَهُ

فعظمتم جلاله: اللہ سبحانہ تبارک و تعالیٰ کی جلالت اس کی عظمت و بزرگی کی نشانی ہے۔ جلیل، اللہ سبحانہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، جو اس کے کمالِ صفات پر دلالت کرتا ہے۔ جس طرح کبیر اسماء خدا میں سے ہے جو اس کے کمالِ ذات پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح عظیم بھی اسمائے خدا میں ہے جو کمال ذات و صفات دونوں پر دلالت کرتا ہے۔ اور زیارت جامعہ میں اس فقرہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ ائمہ معصومین علیہم السلام اپنی مغفرت اور گفتار و کردار کے ذریعہ عظمت و منزلت پروردگار کو بہت عظیم و بزرگ جانتے ہیں۔

وَأَكْبَرْتُمْ شَأْنَهُ وَمَجَّدْتُمْ كَرَمَهُ وَأَدَمْتُمْ ذِكْرَهُ وَوَكَّدْتُمْ مِيثَاقَهُ

وا کبرتم شانه: یعنی خداوند عالم کی شان و عظمت کو آپ علیہم السلام نے عظیم و بزرگ جانا، یہ

---

[50] مناقب، ابن مغازلی، ص ۵۰۔ مناقب خوارزمی ص ۷۶۔

https://downloadshiabooks.com/

جملہ گذشتہ جملہ کے لئے مترادف کلمہ ہے۔

وممجدتمہ کرمہ: یعنی آپ اہل بیت علیہم السلام نے خداوند عالم کی کرامت و بزرگی کو لائق ستائش قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی دنیا و آخرت میں آپ علیہم السلام کو عزت و سربلندی سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور آپ علیہم السلام نے بارگاہ پروردگار میں شکر گذاری کے لئے خدا کی کرامت اور عطا و بخشش کے مقامات کو لوگوں کے لئے آشکار کیا اور انہیں پہچنوایا اور خود آپ نے بھی اسے عظیم سمجھا۔ اور زیارت کے اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ: اے اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ لوگوں علیہم السلام نے خداوند عالم کی کریمانہ ذات کو جو بلند و بالا اور پسندیدہ صفات والا ہے انتہائی بزرگ وبرتر سمجھا ہے۔

وادمتم ذکرہ: اِدْمان سے اَدْمَنْتُم بنا ہے، جو استمرار اور مداومت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی آپ اہل بیت علیہم السلام ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے عمل و کردار اور گفتار کے ذریعہ ذکر خداوند میں مشغول رہے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں سوائے ذکرِ پروردگار کے، اس کے بعد فرمایا: میرے پدر بزرگوار بہت زیادہ ذکر پروردگار فرماتے تھے۔ جب بھی ان کے ہمراہ ہوتے تو راستہ میں یا دسترخوان پر کھانا کھا رہے ہوتے اس حال میں بھی ذکر خدا لب پر ہوتا تھا۔ جب وہ کسی سے ذکرِ خدا کے علاوہ گفتگو فرماتے تو میں نے دیکھا کہ آپ کی زبان "لا الہ الا اللہ" کے ذکر میں مشغول رہتی تھی۔ میرے پدر بزرگوار تمام گھر والوں کو جمع کرکے طلوع آفتاب تک ذکرِ خدا میں مشغول رہنے کا حکم دیتے تھے۔ اہل خانہ سے اگر کوئی قرائت قرآن کی قدرت رکھتا تو قرائت قرآن کرتا اور جو لوگ نہیں کرسکتے

https://downloadshiabooks.com/

انہیں ذکرِ خدا کرنے کا حکم فرماتے تھے[51]۔

وو کدتم میثاقه: یعنی آپ علیہم السلام نے وہ عہد و پیمان جو خدا نے عالمِ ذر میں ارواح سے لیا ہے اسے مستحکم فرمایا ہے۔

اس لئے کہ خداوند متعال نے عالم ذر میں ارواح کو مخاطب کرکے فرمایا تھا: "أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ اعراف- ۱۷۲/) سب نے جواب دیا: ہاں۔ اور آیت "وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" (اور اس وقت کو یاد کیجئے جب تمہارے پروردگار نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی ذریت کو لے کر انہیں خود ان کے اوپر گواہ بنا کر سوال کیا تھا۔ اعراف- ۱۷۲/) بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

ممکن ہے "میثاق" سے وہ پیمان مقصود ہو جو خداوند عالم نے ائمہ علیہم السلام سے لیا ہے کہ دینِ خدا کی تبلیغ و ہدایت کریں اور اسے بلند و عظیم قرار دیں۔ جیسا کہ خداوند عالم نے قرآن میں فرمایا ہے: "أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ" (اور جس وقت ہم نے انبیاء سے پیمان لیا۔ احزاب- ۷/) اس لئے کہ اس آیت میں انبیاء سے پیمان لینے سے پیغام الٰہی کی تبلیغ و ہدایت اور لوگوں کو کلمۂ توحید کی طرف دعوت دینا مراد ہے۔

---

[51] کافی، ج ۱، کتاب الدعاء، باب ذکر اللہ عزوجل کثیرا، رقم ۱، ص ۴۹۸۔

https://downloadshiabooks.com/

وَأَحْكَمْتُمْ عَقْدَ طَاعَتِهِ وَنَصَحْتُمْ لَهُ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَدَعَوْتُمْ إِلَى سَبِيلِهِ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَبَذَلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ فِي مَرْضَاتِهِ

واحكمتم عقد طاعته: یعنی آپ لوگوں علیہم السلام نے خداوند عالم کے پیمانِ اطاعت کو شفا بخش و مفید نصیحتوں کے ذریعہ اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے دین و آئین کو آشکار و واضح کرنے کے ساتھ اجر و ثواب کا شوق و رغبت دلانے نیز عذابِ خدا سے خوف پیدا کر کے مضبوط و مستحکم کیا ہے۔

و نصحتم فی السر و العلانیة: اور آپ علیہم السلام نے خدا کی طرف لوگوں کو آشکار اور پوشیدہ طور سے دعوت دی ہے۔ اور انہیں اچھے کام انجام دینے کی نصیحت فرمائی۔

و دعوتم الی سبیله: اور آپ ائمہ علیہم السلام نے لوگوں کو صراط مستقیم اور خدا کی طرف جانے والے مستحکم اور پائدار راستے کی طرف دعوت دی ہے۔

بالحکمة: یعنی آپ علیہم السلام نے ہر ایک سے اس کی عقل و شعور اور فہم و ادراک کے مطابق گفتگو فرمائی ہے۔ اس لئے ائمہ (اسی طرح انبیاء) علیہم السلام ہمیشہ لوگوں کی عقل و صلاحیت کو دیکھ کر کلام کرتے تھے[۵۲]۔

والموعظة الحسنة: یعنی آپ علیہم السلام نے موعظہ حسنہ کے ذریعہ لوگوں کو راہِ خدا کی طرف دعوت دی، وہ موعظۂ حسنہ جو دلوں کو جذب کرنے والا اور ہدف سے قریب کرنے والا ہوتا ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم نے قرآن میں فرمایا ہے: "...وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ

---

[۵۲] کافی، ج ۱، کتاب العقل والجہل، رقم ۱۵، ص ۲۳ کی حدیث سے یہی ظاہر ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

أَحۡسَنُ۔۔۔" (بحث کرنے والوں سے بہترین طریقہ سے بحث کیجئے۔ نحل- ۱۲۵/) اور اسی طرح دوسری جگہ فرمایا ہے: "وَلَا تُجَادِلُوا أَهۡلَ الۡكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ۔۔۔" (اور اہل کتاب سے جو سب سے بہترین روش گفتگو ہے اس کے ذریعہ بحث کیجئے۔ عنکبوت- ۴۶/)

و بذلتم انفسکم فی مرضاته: اور آپ لوگوں علیہم السلام نے ہمیشہ عبادتوں اور خدا کی فرماں برداری کے ساتھ اور شیعہ مذہب حقہ کو وجود بخشنے اور حق والوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ نیز اعلائے کلمۂ توحید کی برتری اور ظاہر و باطن میں دین خدا کے استحکام اور خوشنودیٔ خدا کی خاطر قید ہونے حتی قتل ہونے کو بھی گوارا کرلیا۔

وَصَبَرۡتُمۡ عَلَىٰ مَا أَصَابَكُمۡ فِي جَنۡبِهِ وَأَقَمۡتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيۡتُمُ الزَّكَاةَ وَأَمَرۡتُمۡ بِالۡمَعۡرُوفِ وَنَهَيۡتُمۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَجَاهَدۡتُمۡ فِي اللهِ حَقَّ جِهادِهِ

وصبرتم علی ما اصابکم فی جنبه: یعنی آپ ائمہ علیہم السلام نے زندگی میں خوف و خطر، قتل ہونے اور ذلت و رسوائی کی صورت میں ثبات قدم کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور رضائے پروردگار کی راہ میں اور اس کے اوامر کی انجام دہی نیز اس کے قرب کو حاصل کرنے کی خاطر ان سب کو اپنے لئے گوارا فرمایا۔ جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے: "عَلَىٰ مَا فَرَّطۡتُ فِي جَنۡبِ اللهِ" (مبادا کوئی روزِ قیامت یہ کہے: ہائے افسوس کہ میں نے فرمانِ خدا کی اطاعت میں کوتاہی کی۔ زمر- ۵۶/)

واقمتم الصّلاۃ: آپ لوگوں علیہم السلام نے نماز قائم کیا۔ اقامۂ نماز سے مراد یہ ہے کہ آپ لوگوں علیہم السلام نے کما حقہ نماز کے ارکان کو ادا فرمایا اور انجام و اعمال نماز میں ہر طرح کے

https://downloadshiabooks.com/

انحراف اور ریاء سے دوری اختیار کی ہے۔ "اقامه" "اقام العود" سے نکلا ہے (یعنی خیمہ کے ستون کو قائم کرنا) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ "اقامه" "قامت السوق" سے اخذ ہوا ہے (یعنی بازار نے رونق اختیار کی) اور "اقمت الصلاة" سے مراد میں نے نماز کو رونق بخشی۔ اس لئے اگر ہمیشہ نماز کی پابندی ہوتی رہے تو وہ بازار کا رونق بخش سامان کی طرح ہو جاتی ہے جسے ہر ایک حاصل کرنے کی آرزو رکھتا ہے اور اگر نماز کی پابندی نہیں ہوتی تو وہ بازار کے بے رونق سامان کی طرح ہو جاتی ہے، جسے خریدنے کے لئے کوئی خریدار نہیں ملتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اقامۂ صلاۃ سے مراد یہ ہے کہ بغیر کسی سستی کے نماز کو انجام دینے کے لئے آمادہ اور تیار ہونا ہے۔ اور یہ عربوں کے اس جملہ سے اخذ ہوا ہے جس میں کہتے ہیں: "قام الامر" (اس کام میں کوشش کی) جس کی نقیض "قعد فیه" ہے (اس کام میں سستی کی) بہر صورت زیارت جامعہ کبیرہ کے اس فقرہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: آپ ائمہ معصومین علیہم السلام نے نماز کو کما حقہ اور جس طرح انجام دینا چاہیئے انجام دیا ہے۔ اس میں جو بھی چیزیں شرط ہیں از قبیل خضوع، خشوع، اخلاص، و حضور قلب اور توجہ تمام مرحلوں کو ان کے انتہائی کمال کے ساتھ انجام دیا ہے۔

زیارت میں بعد والے جملوں میں جس میں کہا گیا ہے کہ: "وآتیتم الزکاة و امرتم بالمعروف و نهیتم عن المنکر و جاهدتم فی الله حق جهاده" ان تمام فقروں سے مقصود یہی ہے کہ آپ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے زکٰوۃ ادا کی، نیکی کا حکم دیا، برائی سے روکا، اور راہ خدا میں حقِ جہاد ادا کیا۔

حَتّٰی أَعۡلَنۡتُمۡ دَعۡوَتَهُ وَبَیَّنۡتُمۡ فَرَائِضَهُ وَ أَقَمۡتُمۡ حُدُودَهُ وَ نَشَرۡتُمۡ شَرَائِعَ

https://downloadshiabooks.com/

حَتّٰی اعلنتم دعوته: یعنی آپ علیہم السلام نے لوگوں کے درمیان دعوت کو آشکار فرمایا۔

وبینتم فرائضه: یعنی آپ علیہم السلام نے خدا کے احکام وواجبات اور اس نے جن کا حکم دیا تھا لوگوں کے لئے انہیں بیان فرمایا۔ اس لئے کہ کلمہ ""فرض"" کا معنی ""تقدیر"" کا بھی آیا ہے۔

ممکن ہے ""فرائض"" سے مواریث (قرآن میں فرض شدہ میراث) مقصود ہو۔

واقمتم حدوده: یعنی آپ علیہم السلام نے حدود الٰہی کو بیان کرنے اور لوگوں کو سکھانے کے ساتھ انہیں قائم کیا، اس لئے کہ بعض امام علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں لوگوں کے درمیان حدود الٰہی کو جاری کیا ہے۔ یا ممکن ہے اس سے ان کی حیات میں جو تقاضائے وقت ہو اس میں ائمہ علیہم السلام کے ذریعہ حدود الٰہی کو قائم کرنا مراد ہو۔

ونشرتم شرائع احكامه: یعنی آپ اہل بیت پیغمبر علیہم السلام نے لوگوں میں شرائع احکام کو نشر کیا، احکام کی طرف ""شرائع"" کا اضافہ یا تو اضافۂ بیانیہ ہے یعنی وہ احکام جو شریعت کے ہیں جیسے ""خاتم فضۃ"" چاندی کی انگوٹھی۔ یا ممکن ہے شرائع سے قرآن کریم کے ادلۂ احکام مقصود ہوں۔ جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ اس لئے کہ لوگوں کے درمیان ائمہ معصومین علیہم السلام کے ذریعہ احکام الٰہی نشر کئے گئے ہیں، اگرچہ ان کے زیادہ سے زیادہ نشر کرنے اور پھیلانے میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کو زیادہ موقع ملا ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب ارشاد، ابن شہر آشوب نے معالم العلماء اور طبرسی نے اعلام الوریٰ میں اور دوسرے علماء نے لکھا ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام کے مردوں میں موثق

https://downloadshiabooks.com/

اصحاب کی چار ہزار کی تعداد تک روایت کی گئی ہے (بعض لوگ امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلَام کے تمام اصحاب کی تعداد چار ہزار بتاتے ہیں [۵۳])۔

ابتدائے کتاب المعتبر میں محقق علیہ الرحمہ نے امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلَام کے بارے میں لکھا ہے کہ تقریباً چار ہزار رجال حدیث نے امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلَام سے روایت نقل کی ہے۔ جن میں اچھی خاصی تعداد برجستہ فقہاء وافاضل کی ہے جیسے: زرارہ بن اعین، اور ان کے دو بھائی بکیر و حمران، جمیل بن دراج، محمد بن مسلم، یزید بن معاویہ، دونوں ہشام، ابو بصیر، عبد اللہ، محمد بن عمران حلبی، عبد اللہ بن سنان، ابو الصباح کنانی، ان کے علاوہ امام عَلَیہِ السَّلَام کے دیگر عظیم الشان اور گراں قدر شاگرد شامل ہیں، یہاں تک کہ ائمہ عَلَیہِمُ السَّلَام سے پوچھے گئے مختلف سوالات کے جوابات کی شکل میں چار سو کتاب اصول اربعۃ مائۃ کے عنوان سے جمع کی گئیں تھیں [۵۴]۔

امام محمد تقی عَلَیہِ السَّلَام کے بارے میں لکھا ہے: آپ عَلَیہِ السَّلَام کے برجستہ اور عظیم الشان شاگردوں کا گروہ تھا، جو سب کے سب صاحبانِ کمال تھے۔ جیسے حسین بن سعید، اور ان کے بھائی حسن، احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی، احمد بن محمد خالد البرقی، شاذان بن فضل القمی، ایوب بن نوح بن دراج، احمد بن محمد بن عیسیٰ، ان کے علاوہ بے شمار دیگر شاگردوں کی تعداد جداگانہ ہے۔ شیعوں میں جو ان کی کتابیں پائی جاتی ہیں وہ ان کے عظیم علم و دانش پر بہترین دلیل ہے [۵۵]۔

شیعہ راویوں کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے کہ ابان بن تغلب نے امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلَام

---

[۵۳] ارشاد، باب ۱۲، ص ۲۷۱۔ اعلام الوری، باب ۵، فصل ۳، ص ۲۷۷۔

[۵۴] المعتبر فی شرح المختصر، طبع مجمع الذخائر الاسلامیۃ- قم، عنوان فی حجیۃ فتوی الائمۃ، ص ۵۔

[۵۵] المعتبر فی شرح المختصر، طبع مجمع الذخائر الاسلامیۃ – قم، عنوان فی حجیۃ فتوی الائمۃ، ص ۵۔

https://downloadshiabooks.com/

سے تیس ہزار حدیثیں روایت کی ہیں[۵۶]۔

وَسَنَنْتُمْ سُنَّتَهُ وَصِرْتُمْ فِي ذَٰلِكَ مِنْهُ إِلَى الرِّضَا وَسَلَّمْتُمْ لَهُ الْقَضَاءَ

وسننتم سنته: یعنی آپ حضرات علیہم السلام نے جو روش اور طریقہ بیان فرمایا ہے اسے خداوند عالم نے وضع فرمایا ہے۔

وصرتم فی ذلك منه الی الرضا: یعنی آپ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے راہ خدا میں جہاد کرنے اور خدا کے احکام کو انجام دینے سے رضائے پروردگار کو حاصل کیا ہے۔ یا ممکن ہے یہ مراد ہو کہ آپ حضرات علیہم السلام خداوند عالم سے راضی اور خوشنود ہوئے جیسا کہ قرآن میں ہے: "رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ" (خداوند عالم ان سے راضی ہوا اور وہ بھی خدا سے راضی وخوشنود ہیں۔ بینہ – ۸/)

وسلمتم له القضاء: آپ حضرات علیہم السلام تمام امور میں حتی مرحلۂ شہادت و قربانی میں بھی حکم خدا کے سامنے پورے طور سے تسلیم تھے۔ راوی حمران ناقل ہیں: میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: آپ پر قربان ہو جاؤں! حضرت علی ابن ابی طالب اور امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کا اپنے زمانہ میں ظالم و طاغوت کے خلاف قیام و خروج کرنا اور ان کا شہید ہونا اور طاغوت و ظالم کے مقابلہ میں (ظاہری طور سے) مغلوب ہونا کیا آپ علیہ السلام کی نظر میں خدا کی جانب سے اس کی قضاو قدر کے مطابق ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے حمران! خداوند عالم نے ان کے قتل کو مقدر کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے ائمہ علیہم السلام کو ان ناگوار حادثات و بلا میں

---

[۵۶] تنقیح المقال، ماممقانی، ج ا، باب ابان، ص ۵، نقل از ابن داوود۔

https://downloadshiabooks.com/

مبتلاء فرمایا تاکہ ان کی آزمائش کرے۔ اسی بنا پر باوجودیکہ حضرت علی علیہ السلام اور امام حسن اور امام حسین علیہما السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ان امور کے عواقب و نتائج سے آگاہ تھے، پھر بھی قیام کیا۔ اور اگر ہم ائمہ علیہم السلام سے کسی نے سکوت اختیار کیا ہے تو اس کے بارے میں پہلے سے علم کی بنا پر خاموشی اختیار کیا ہے۔ اے حمران! اگر ان حالات میں یعنی جس وقت قضائے الٰہی ہے کہ ظالم و طاغوت غالب آئیں اور ہم قتل کئے جائیں۔ اس صورت حال میں اپنے خدائے تعالیٰ سے ظالم و طاغوت کی بربادی و نابودی کو طلب کریں اور اس طلب میں ہم خدا سے اصرار و تاکید کریں تو جس طرح ایک رشتہ توڑ دینے سے فوراً ٹوٹ جاتا ہے اور سارے تعلقات پراکندہ ہو جاتے ہیں اس سے بھی جلدی خدا ظالم و طاغوت کے رشتۂ حیات کو ختم کر کے نابود کر سکتا ہے۔ اے حمران! ائمہ علیہم السلام پر جو مصیبتیں اور ناگوار حالات پیش آتے ہیں یہ نہ کسی گناہ و معصیت کی بنا پر ہیں اور نہ ہی حکمِ خدا کی نافرمانی سے عذاب کی بنا پر ہیں بلکہ اس لئے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام چاہتے ہیں کہ قضائے الٰہی کے سامنے تسلیم و رضا کے ساتھ بلند درجات اور خدا کی کرامت و عنایت سے سرفراز ہو جائیں۔ اس لئے (اے حمران!) ائمہ علیہم السلام کی مختلف روش اور گوناگوں حالات تمہیں شبہہ میں مبتلا نہ کر دیں[57]۔ (ہوشیار رہنا)

وَ صَدَّقْتُمْ مِنْ رُسُلِهِ مَنْ مَضٰى فَالرَّاغِبُ عَنْكُمْ مَارِقٌ وَ اللَّازِمُ لَكُمْ لَاحِقٌ وَ الْمُقَصِّرُ فِي حَقِّكُمْ زَاهِقٌ

وصدّقتم رسله من مضٰی: یعنی آپ حضرات علیہم السلام نے خداوند عالم کے بھیجے گئے تمام

---

[57] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام یعلمون علم ما کان وما یکون و انہ لا یخفی علیہم الشیء، رقم ۴، ص ۲۶۱۔

https://downloadshiabooks.com/

انبیاء علیہم السلام کی اس طرح تصدیق فرمائی ہے جیسا خدا نے ان کے بارے میں آپ علیہم السلام کو سرگذشت سے آگاہ کیا ہے۔

فالراغب عنکم مارق: پس جو شخص آپ حضرات علیہم السلام کے فضائل و کمالات اور تمام اوصاف سے آگاہی رکھتے ہوئے آپ سے منھ موڑے وہ خدا کے دین و آئین سے خارج ہو گا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت و روش سے گمراہ ہو گیا ہے۔

واللازم لکم لاحق: اور وہ شخص جو آپ حضرات علیہم السلام کے فرمودات اور پاکیزہ سیرت کی پیروی کر کے اور آپ حضرات علیہم السلام کی امامت وولایت کو تسلیم کرتا ہے، دنیا و آخرت میں آپ علیہم السلام کے ساتھ محشور ہو گا، یا پھر اسے بلند اور عظیم الشان درجات نصیب ہوں گے۔

والمقصر فی حقکم زاھق: اور وہ شخص جو آپ حضرات علیہم السلام کے حق یعنی آپ علیہم السلام کی امامت اور عظیم الشان منزلت کے بارے میں یا آپ علیہم السلام کی اطاعت و فرماں برداری یا ان تمام مقامات میں کوتاہی کرے گا وہ نابود ہو جائے گا۔ **زِهِقَ الباطل** یعنی باطل نابود ہو گیا۔ اسی سے **زھق السھم** یعنی تیر نشانہ پر نہیں لگا۔ (یعنی ایسا انسان غلط راستہ پر چل رہا ہے۔)

وَالْحَقُّ مَعَكُمْ وَفِيكُمْ وَمِنْكُمْ وَإِلَيْكُمْ

والحق معکم: یعنی حق و حقیقت آپ حضرات علیہم السلام کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے اور علی علیہ السلام حق کے ساتھ اور ہمیشہ ہر حال میں حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ اور فرمایا: پروردگار ہر حال میں حق کو علی علیہ السلام کے

https://downloadshiabooks.com/

ساتھ قرار دے![58]۔ (یعنی حق علی علیہ السلام سے جدا ہو کر حق حق نہیں رہ سکتا بلکہ حق کا دوسرا نام علی علیہ السلام ہے۔ مترجم)

وفیکم: یعنی آپ ائمہ علیہم السلام کی سیرت اور کردار نیز آپ علیہم السلام ہی کے احکام و دستورات پر عمل کر کے حق و حقیقت پر قائم رہ سکتا ہے۔ حق و حقیقت آپ حضرات علیہم السلام کے گفتار و کردار میں ہے۔

ومنکم: یعنی حق و حقیقت وہ شے ہے جو آپ حضرات علیہم السلام سے ہو کے ہم تک آئی ہے۔ اور جو آپ حضرات علیہم السلام کے ذریعہ ہو کے نہ آئے وہ باطل ہے۔

محمد بن مسلم ناقل ہیں: میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے: کسی بھی فرد کے پاس حق نہیں ہے اور کوئی بھی حق کے ساتھ قضاوت نہیں کر سکتا سوائے ہم اہل بیت علیہم السلام کی روش کے مطابق۔ اگر تمہارے سامنے امامت و ولایت کے امور مشتبہ ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے اور دوسرا باطل پر ہے[59]۔

زرارہ ناقل ہیں: میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں بیٹھا تھا کہ اہل کوفہ سے ایک شخص نے امام علیہ السلام سے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا: سلونی عما شئتم فلا تسئلونی عن شئ الا نباتکم بہ (یعنی تم جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو! تم جو سوال کرو گے میں اس کا جواب دوں گا) امام محمد باقر علیہ السلام نے

---

[58] احقاق الحق، ج۵، باب ۲۴، ص ۶۲۳۔ بحار الانوار، ج ۳۸، باب ۵۷ فی انہ مع الحق والحق معہ۔

[59] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب انہ لیس شیء من الحق فی ید الناس الا ما خرج من عند الائمۃ و ان کل شیء لم یخرج من عندھم فھو باطل، رقم ۱، ص ۳۹۹۔

https://downloadshiabooks.com/

فرمایا: کوئی صاحبِ علم نہیں ہو سکتا جب تک اسے حضرت علی علیہ السلام کے راستہ سے حاصل نہ کیا ہو۔ لوگوں کو جانے دو وہ جہاں جانا چاہتے ہیں۔ (اپنے دست مبارک سے اپنے گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:) خدا کی قسم! ہر کام (علم) کا سرچشمہ یہی گھر ہے[۶۰]۔ (اس کے علاوہ کہیں اور سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔)

راوی ابو مریم ناقل ہیں: امام محمد باقر علیہ السلام نے دو چاہنے والے سلمہ بن کہیل اور حکم بن عیینہ سے فرمایا: اگر مشرق و مغرب کی خاک چھان ڈالو پھر بھی ہم اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کہیں اور سے صحیح علم نہیں پا سکتے ہو[۶۱]۔ اور دوسری روایت بھی ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر مشرق سے مغرب تک کا سفر کر ڈالو تمہیں کوئی علم نصیب نہیں ہو گا سوائے ان اہل بیت علیہم السلام سے جن پر جبرئیل نازل ہوتے ہیں[۶۲]۔

والیکم: یعنی لوگوں کے درمیان جو بھی اور جس طرح کا بھی حق رائج ہے اس کا اصل مصدر اور سرچشمہ آپ حضرات علیہم السلام ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے آپ علیہم السلام سے ہی حاصل کیا ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہو کہ آپ حضرات علیہم السلام کی ذات لوگوں تک اس حق کے پہونچنے کا واسطہ ہے۔ اور یہ بات یاد رہے کہ جو بعض شیعہ مخالف جیسے حسن بصری وغیرہ کی زبان سے

---

[۶۰] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انہ لیس شیء من الحق فی ید الناس الا ما خرج من عند الائمۃ و ان کل شیء لم یخرج من عندھم فھو باطل، رقم ۲، ص ۳۹۹۔

[۶۱] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انہ لیس شیء من الحق فی ید الناس الا ما خرج من عند الائمۃ و ان کل شیء لم یخرج من عندھم فھو باطل، رقم ۳، ص ۳۹۹۔

[۶۲] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انہ لیس شیء من الحق فی ید الناس الا ما خرج من عند الائمۃ و ان کل شیء لم یخرج من عندھم فھو باطل، رقم ۴، ص ۳۹۹۔

https://downloadshiabooks.com/

جو کبھی حکمت و فلسفہ کی باتیں سننے کو مل جاتی ہیں وہ سب کے سب باب مدینۃ العلم امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے علوم سے حاصل کیا گیا ہے۔ جو کسی محقق اور دانشمند سے پوشیدہ نہیں ہے۔

وَأَنْتُمْ أَهْلُهُ وَمَعْدِنُهُ وَمِيرَاثُ النُّبُوَّةِ عِنْدَكُمْ وَإِيَابُ الْخَلْقِ إِلَيْكُمْ وَحِسَابُهُمْ عَلَيْكُمْ

وانتم اهله: یعنی آپ حضرات علیہم السلام عترت و ذریت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ علم و دانش ہیں۔ اس لئے کہ تمام انبیاء، مرسلین اور ان کے اوصیاء و جانشین کے علوم پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منتقل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام علوم منتقل ہو کر ائمہ اطہار علیہم السلام تک پہونچے ہیں۔

ومعدنه: یعنی آپ علیہم السلام معدنِ حکمت ہیں۔ اور اس سلسلہ میں کلام گذر چکا ہے۔

ومیراث النبوۃ عندکم: یعنی انبیاء الٰہی کی میراث آپ علیہم السلام کے پاس ہے۔ اور وہ میراث الواح، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر و عصا، ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلحہ اور انبیاء کی دیگر میراث جن کے بارے میں گذشتہ صفحات میں مکمل تشریح گذر چکی ہے اور وہ سب کے سب ائمہ علیہم السلام کے پاس موجود ہے[۶۳]۔

وایاب الخلق الیکم: "ایاب" الف زیر کے ساتھ پڑھیں جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ یعنی تمام لوگ دنیوی امور، احکام دین اور اپنی دنیوی و اخروی زندگی کی اصلاح کے لئے آپ حضرات علیہم السلام ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور قیامت میں بھی حساب و کتاب

---

[۶۳] رجوع کریں فقرہ وورثۃ الانبیاء کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

کے وقت آپ حضرات علیہم السلام ہی کے دامن سے تمسک کریں گے اور شفاعت کے طلبگار ہوں گے۔

وحسابھم علیکم: یعنی قیامت کے دن لوگوں کے اعمال کا حساب و کتاب ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ ہے۔ اس طرح قرآن کریم کی اس آیت "إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ" (بیشک ہماری طرف ان کی بازگشت ہے اس وقت ان کے اعمال کا حساب ہم پر ہو گا۔ غاشیہ - ۲۵-۲۶/) کا معنی یہ ہو گا یعنی الی اولیائکم لوگوں کے اعمال کا حساب ان کے رہبروں کے ساتھ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جمع کی ضمیر "نا" استعمال ہوئی ہے۔ (درواقع خداوند عالم نے ائمہ علیہم السلام کی زبان میں گفتگو فرمائی ہے۔)

اور یہ بات کوئی حیرت انگیز امور میں سے نہیں ہے کیوں کہ جب خداوند عالم نے فرشتوں کو قیامت کے دن لوگوں کے حساب و کتاب اور عذاب کے سلسلہ میں معین فرمایا ہے تو جو ملائکہ سے بالاتر ہیں ان ائمہ اور ہادیانِ بر حق علیہم السلام کو یہ مقام عطا کیا جائے تو کوئی حیرت و تعجب کی بات نہیں ہے۔

جابر نا قل ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر! جب قیامت کا دن ہو گا خداوند عالم اولین و آخرین کے لوگوں کو ان کے اعمال کے حساب کے لئے جمع کرے گا۔ قدرت آواز دے گی: پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کہاں ہیں، انہیں بلایا جائے گا۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین ایک بلند جگہ پر قرار پائیں گے، اس کے بعد خدائے تعالیٰ ہم ائمہ علیہم السلام کو آواز دے گا اور لوگوں کے حساب کو ہمارے سپرد کرے گا۔ خدا کی قسم! ہم ان لوگوں کو جو جنت کے لائق ہوں گے جنت میں اور جو جہنم کے

https://downloadshiabooks.com/

لائق ہوں گے، جہنم میں بھیج دیں گے[۶۴]۔

راوی سماعہ ناقل ہیں: ایک دن تاریکیٔ شب میں خانۂ کعبہ کے پاس امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا۔ لوگ طوافِ کعبہ میں مشغول تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سماعہ! ان لوگوں کی برگشت ہماری طرف ہے اور ان لوگوں کے اعمال کے حساب کی ذمہ داری بھی ہم ہی پر ہے۔ تا آخرِ حدیث[۶۵]۔

قبیصہ ناقل ہیں: "إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ" کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ علیہ السلام سے میں نے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اے قبیصہ! جب قیامت کا دن ہو گا، خداوند عالم ہمارے شیعوں کے اعمال کا حساب ہمارے سپرد کرے گا۔ حق اللہ میں سے جو کچھ بندوں اور خدا کے درمیان ہو گا حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی جانب سے معاف کر دیں گے اور حق الناس میں سے جو کچھ لوگوں اور شیعوں کے درمیان ہو گا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف سے انہیں ادا کر دیں گے۔ اور حق الولایہ میں سے جو کچھ ہمارے اور ہمارے شیعہ کے درمیان ہو گا ہم انہیں ان کی خاطر معاف کر دیں گے، تا کہ ہمارے شیعہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں[۶۶]۔

---

[۶۴] روضۂ کافی، ص ۱۵۴۔

[۶۵] روضۂ کافی، ص ۱۶۷۔

[۶۶] تفسیر البرہان، ج ۴، ص ۴۵۵-۴۵۶، مذکورہ آیت کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

وَفَصْلُ الْخِطَابِ عِنْدَكُمْ وَآيَاتُ اللهِ لَدَيْكُمْ وَعَزَائِمُهُ فِيكُمْ

وفصل الخطاب عندکم: یعنی وحی الٰہی اور بہترین حق جو باطل سے الگ کر دینے والا ہے وہ آپ علیہم السلام کے پاس ہے۔

وآیات اللہ لدیکم: یعنی خداوند عالم کی آیتوں کی معرفت آپ علیہم السلام کے پاس ہے۔ اس لئے کہ اہل بیت علیہم السلام اہلِ قرآن ہیں۔ آیتوں کے نازل ہونے، تاویلات، محکم اور اس کے تشابہات کا علم رکھنے والے ہیں۔ اس سلسلہ میں گذشتہ صفحات میں بحث گذر چکی ہے[67]۔

ممکن ہے آیات سے معجزات مقصود ہوں کہ وہ تمام معجزے اور کرامتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی گئیں ہے وہ سب آپ اہل بیت علیہم السلام کے پاس ہیں۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم کے مطابق براہین و آیات آپ حضرات علیہم السلام کے پاس ہیں۔

وعزائمہ فیکم: یعنی تبلیغ و ہدایت میں سعی و کوشش، دشواریوں اور پریشانیوں میں صبر و استقامت اور حق آشکار کرنا، یہ سب آپ علیہم السلام کے بارے میں ہے، اور آپ حضرات علیہم السلام پر فرض ہوا ہے۔ یا اس سے مقصود یہ ہو کہ وہ ضروری اور لازمی واجبات جنہیں چھوڑنے کی اجازت بندوں کو نہیں ہے، وہ سب آپ علیہم السلام کے بارے میں ہے۔ مثلاً لوگوں پر آپ اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت و فرماں برداری کا واجب ہونا، آپ حضرات علیہم السلام کی امامت و ولایت اور عصمت و طہارت کے بارے میں اعتقاد رکھنا اور ممکن ہے "عزائم" سے مراد وہ شے ہو جس کے بارے میں خداوند عالم نے قرآن میں قسم کھائی ہے۔ جیسے: **والشمس، والقمر،**

---

[67] رجوع کیجئے واھل الذکر کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

والضحیٰ، والتین، والزیتون، والبلد الامین، وغیرہ کہ یہ ساری قسمیں آپ کے بارے میں ذکر ہوئی ہیں۔ اوران قسموں سے مقصود آپ اہل بیت علیہم السلام ہیں۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ ان تمام مقامات کی قسمیں آپ حضرات علیہم السلام کے لئے تھیں۔ اور بہت ممکن ہے وہ تمام سور عزائم جن میں آیت سجدہ واجب ہے، اور وہ آیتیں جن میں مدح و تعریف کے معانی کا تذکرہ ہوا ہے وہ سب آپ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ائمہ علیہم السلام سخت اور مشکل اعمال پسند فرماتے ہیں سہل اور آسان اعمال پر اکتفا نہیں کرتے ہیں۔ اور یہ حقیقت بھی مراد ہو سکتی ہے کہ بارگاہ پروردگار میں آپ علیہم السلام کی اطاعت و پیروی کے بغیر اعمال یا دیگر واجبات قبول نہیں ہوں گے۔ یا یہ کہ عہد و پیمان کی ادائیگی آپ حضرات علیہم السلام کی پیروی کے سبب ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

وَنُورُهُ وَبُرْهَانُهُ عِنْدَكُمْ وَأَمْرُهُ إِلَيْكُمْ

ونورہ: نور خدا سے علوم الٰہی، معارف ربانی اور عطائے پروردگار مراد ہے۔

وبرہانہ: خدا کے برہان سے آشکار دلیلیں اور حیرت انگیز معجزے مقصود ہیں۔

عنکم: یعنی پروردگار کا نور اور برہان آپ حضرات علیہم السلام کے پاس ہے۔ اس لئے کہ ائمہ علیہم السلام پروردگار عالم کے علوم اور آیتوں کے مظہر ہیں۔ جس کے بارے میں گفتگو گذر چکی ہے[۶۸]۔

وامرہ الیکم: یعنی امر خداوند جس سے امامت یا علوم الٰہی کا اظہار مراد ہے آپ حضرات

[۶۸] رجوع کریں خزان العلم اور فقرہٴ ونورہ وبرھانہ کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

علیہم السلام کو عطا ہوا ہے۔ جیسا کہ بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے معصوم علیہ السلام نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے کو لوگوں پر واجب قرار دیا ہے لیکن اس کا جواب دینا ہم پر واجب قرار نہیں دیا ہے۔

وشا راوی کہتا ہے: امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! "فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" (اگر نہیں جانتے تو تم اہل ذکر سے پوچھو۔ نحل۔ ۴۳) میں "اہل ذکر" سے کیا مقصود ہے؟ فرمایا: ہم اہل بیت علیہم السلام اہل ذکر ہیں اور ہم ہی ہیں جن سے لوگوں کو سوال کرنا چاہئے۔ تو میں نے عرض کیا: پس آپ علیہ السلام ہمارے سوالات کے جوابات دینے والے ہیں۔ فرمایا: ہاں۔ عرض کیا: آپ علیہ السلام سے سوال کرنا ہمارے لئے واجب ہے؟ فرمایا: ہاں۔ پھر دریافت کیا: کیا آپ علیہ السلام پر ہمارے سوال کا جواب دینا واجب ہے؟ فرمایا: نہیں یہ ہمارے سپرد کیا گیا ہے اگر چاہیں تو جواب دیں نہ چاہیں تو جواب نہ دیں۔ کیا خداوند متعال کے قول کو نہیں سنا ہے کہ وہ فرماتا ہے:[69] "هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ" (ان سے ہم نے کہا یہ ہماری عطا ہے جسے چاہیں اور مصلحت سمجھیں عطا کیجئے اور جس سے چاہیں روک لیں آپ کا کوئی حساب نہیں ہے۔ ص۔ ۳۹)

اس سلسلہ میں بہت سی روایتیں ہیں اور اس کا راز یہ ہے کہ بعض ایسے سوال کرنے والے ہیں جو ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے فضل و شرف اور کمالات سے واقف ہیں پھر بھی انکار کرتے ہیں

---

[69] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان اهل الذکر الذین امر الله الخلق بسؤالهم هم الائمة علیهم السلام، رقم ۳، ص ۲۱۰۔

https://downloadshiabooks.com/

اور ائمہ علیہم السلام کے قول کو رد کرتے ہیں۔ اس لئے ایسے حالات میں جواب دینے سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے۔ اور کبھی تقیہ کی صورت میں جواب دینا بہتر ہوتا ہے۔ لیکن بعض سوال کرنے والے جو فضل و شرف اور مناقب آل محمد علیہم السلام سے آگاہ ہیں انہیں بھی جواب نہ دینا اس مصلحت کی بنا پر ہے جسے صرف امام علیہ السلام جانتے ہیں دوسرے نہیں جانتے ہیں۔ لہذا ائمہ معصومین علیہ السلام کے لئے جائز اور سزاوار ہے کہ حصولِ مصلحت کی خاطر جواب دینے سے پرہیز کریں۔ جیسا کہ روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ جب اصحاب نے شب قدر یا اسم اعظم یا قضا و قدر کے معین کرنے کے بارے میں سوال کیا تو ائمہ علیہم السلام نے غالباً انہیں اسباب میں سے کسی سبب کی بنا پر خاموشی اختیار فرمائی اور جواب نہیں دیا۔

آیت "هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ" اگرچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی سے خطاب کر رہی ہے مگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی صادق آتی ہے۔ اور وہ اس معنی میں کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے: یہ سلطنت اور علم و دانش جسے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسے چاہیں عطا کریں اور جسے چاہیں عطا نہ کریں۔ اور ایک کو عطا کرنے اور دوسرے کو عطا نہ کرنے کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت نہیں کیا جائے گا۔ آیت کا ظاہری معنی دلالت کرتا ہے کہ خداوند عالم نے یہ اختیار انہیں عطا فرمایا ہے۔ زیارت رجبیہ میں بھی خداوند عالم کی جانب سے ائمہ علیہم السلام کو اس اختیار کے عطا کئے جانے کا ذکر ہوا ہے۔

اصول کافی اور بصائر الدرجات جیسی عظیم الشان کتابوں میں اس سلسلہ میں بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ اصول کافی میں دو سند کے ساتھ ابو اسحاق نحوی سے روایت ہے کہ وہ ناقل ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا:

https://downloadshiabooks.com/

خداوند عالم اپنے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور از راہِ لطف تربیت دے سکے اس لئے فرمایا: "وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ" (بیشک آپ بلند اور عظیم اخلاق (دین بزرگ) سے آراستہ ہیں۔ قلم - ۴/) اس کے بعد انہیں رہبری اور ولایت تفویض فرمائی اور فرمایا: "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا" (اور تمہیں جو رسول حکم دیں لے لو اور جس سے منع کریں باز آجاؤ۔ حشر- ۷/) اور فرمایا: "مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ" (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ہے۔ نساء- ۸۰/)۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: پس اس کے بعد پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اختیار کو حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کیا اور انہیں اپنا امین قرار دیا۔ تم لوگ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت قبول کر کے تسلیم ہوگئے لیکن دوسرے لوگوں نے انکار کر دیا۔ اور خدا کی قسم! جس بارے میں ہم کلام کریں تم بھی کرو اور جس سلسلہ میں ہم خاموش رہیں تم بھی خاموش رہو تو یقیناً ہمارے نزدیک پسندیدہ اور محبت سے سرفراز ہوگے۔

ہم اہل بیت علیہم السلام تمہارے اور خداوند عالم کے درمیان واسطہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہماری امامت کی مخالفت کرنے کی صورت میں کسی بھی شخص کے لئے خیر قرار نہیں دیا ہے[۷۰]۔ اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کچھ خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تفویض فرمایا ہے وہ سب ہم ائمہ علیہم السلام کو تفویض کر دیا ہے[۷۱]۔

زید شحام ناقل ہیں: آیت "هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ" (ص-

---

[۷۰] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب تفویض الی رسول اللہ و الی الائمۃ امر الدین، رقم ۱، ص ۲۶۵۔

[۷۱] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب تفویض الی رسول اللہ و الی الائمۃ امر الدین، رقم ۹، ص ۲۶۸۔

https://downloadshiabooks.com/

۳۹ر) کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ملک عظیم عطا فرمایا اور یہ آیت پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بھی صادق آتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسے چاہیں عطا کریں اور جسے نہ چاہیں عطا نہ کریں۔ اور خداوند عالم نے جو حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے وہ سلیمان علیہ السلام سے افضل و برتر ہے۔ اس لئے کہ خداوند عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرماتا ہے: "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا"۔[۴۲]

مرحوم کلینی علیہ الرحمہ اور جناب صفار علیہ الرحمہ صاحب کتاب بصائر الدرجات نے اپنی اپنی کتابوں میں اس موضوع سے متعلق ایک مستقل باب قائم کیا ہے[۴۳]۔

صاحبِ کتاب فرماتے ہیں: ان روایتوں کی تشریح و توضیح کے سلسلہ میں شرح مفاتیح کے مقدمہ میں اور مصابیح الانوار فی حل مشکلات الاخبار میں گفتگو کی ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تفویض اور سپرد کرنے کے متعدد معنی ہیں۔ بعض معنی صحیح ہیں مگر بعض صحیح نہیں ہیں۔ جو باطل اور غیر درست معانی ہیں وہ یہ ہیں:

(الف) خداوند عالم نے امورِ آفرینش، خلقت، بندوں کو روزی عطا کرنا، زندگی و موت دینا سب ائمہ علیہم السلام کو سپرد کر دیا ہے۔ جیسا کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے: خداوندا! جو لوگ یہ

---

[۴۲] تفسیر البرہان، ج ۴، ص ۴۹، مذکورہ آیت کے ذیل میں۔

[۴۳] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب تفویض الی رسول اللہ و الی الائمۃ امر الدین، ص ۲۶۵-۲۶۸۔ بصائر الدرجات، جزء ۸، باب ۴ و ۵، ص ۳۸۷-۳۸۰۔

https://downloadshiabooks.com/

خیال کرتے ہیں کہ ہم خالق و رب ہیں یا گمان کرتے ہیں کہ پیدا کرنا اور خلق کرنا اور بندوں کی روزی سب ہمیں سپرد کر دیا گیا ہے تو ہم ان سے بیزاری اختیار کرتے ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے جو انہیں بھی پروردگار سمجھتے تھے، بیزاری اور دوری اختیار کی ہے[۷۴]۔

زرارہ ناقل ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اولاد عبد المطلب بن سبا سے ایک فرد تفویض کا قائل ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: تفویض سے کیا مراد ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خداوند عالم نے پہلے حضرت پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین علیہ السلام کو خلق فرمایا، اس کے بعد امورِ خلقت کو ان کے سپرد کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہی خلق کرتے ہیں، روزی دیتے ہیں، موت و حیات دیتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ دشمن خدا جھوٹ بولتا ہے جب اس کے پاس جانا تو سورۂ رعد کی اس آیت کو سنا دینا: "أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ" (کیا ان لوگوں (مشرکوں) نے خداوند عالم کے لئے شریک قرار دیا ہے کہ وہ بھی خدا کی طرح سے خلق کرتے ہیں اور یہ آفرینش ان پر مشتبہ ہو گئی؟ آپ کہہ دیجئے اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے، وہ خدائے واحد و یکتا ہے کہ ساری کائنات اس کے تسلط میں ہے۔ رعد – ۱۶/) پھر میں اس کے پاس آیا اور جو امام علیہ السلام نے اسے سنانے کے لئے حکم دیا تھا سنا دیا۔ وہ اسے سننے کے بعد اس قدر عاجز ہو گیا کہ کوئی جواب نہ بن پڑا جیسے گونگا ہو گیا ہو[۷۵]۔

---

[۷۴] اعتقادات صدوق، ص ۱۰۰۔

[۷۵] اعتقادات صدوق، ص ۱۰۱

https://downloadshiabooks.com/

(ب) تفویض کے باطل اور غیر صحیح معانی میں ایک یہ ہے کہ: خداوند عالم نے بندوں کے افعال کو خود انہیں کے حوالے کر دیا ہے۔ یعنی اگر خداوند عالم بھی انہیں روکنا چاہے تو قدرت نہیں رکھتا ہے۔ اس معنی میں تفویض کا مطلب یہ ہوا کہ لوگ جو چاہیں انجام دیں۔ یعنی پروردگار عالم نے لوگوں کو اختیار دے دیا ہے کہ وہ جو چاہیں انجام دیں خدا کی طرف سے توفیق وعدم توفیق کوئی دخالت نہیں رکھتی ہے۔ یہ خیال اور عقیدہ بھی باطل ہے۔ اس لئے کہ ائمہ علیہم السلام نے فرمایا ہے: ''لَا جَبْرَ وَلَا تَفْوِیْض بل امر بین الامرین'' (خداوند عالم نے ہمیں افعال میں مجبور نہیں بنایا ہے نیز اس نے تمام امور ہمارے حوالے بھی نہیں کیا ہے بلکہ ان دونوں صورتوں کے درمیان کی حالت میں قرار دیا ہے۔ یعنی بعض امور ہمارے اختیار میں ہیں اور بعض میں اختیار نہیں ہے۔)

تفویض کے صحیح معنی بھی ہیں جیسے:

(الف) خداوند عالم نے خلق کے امور کو خود انسانوں کے سپرد کیا ہے اس معنی میں کہ خدانے جس چیز کا حکم دیا ہے اطاعت کریں اور جن چیزوں سے منع کیا ہے اس سے پرہیز کریں۔ خواہ اس کی مصلحت یا مفسدہ سے آگاہ ہوں یا نہ ہوں بلکہ لوگوں پر فرض ہے کہ وہ اطاعت گذار اور فرماں بردار رہیں۔ اور تفویض کے تمام اختیار کو اسی معنی پر حمل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(ب) تفویض کا دوسرا صحیح معنی یہ ہے کہ احکام اور افعال کو اللہ تعالیٰ نے سپرد کیا ہے مگر اس معنی میں کہ جو نیک اور اچھا کام ہے اسے انجام دیں اور اس کی تائید کریں۔ اور جو برا ہے اسے چھوڑ دیں۔ اور خداوند عالم نے بھی اس کی اجازت دی ہے جیسا کہ روایت نقل ہوئی ہے کہ

https://downloadshiabooks.com/

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار رکعتوں والی نماز کے آخر میں دو رکعت کا اضافہ کیا اور خداوند عالم نے بھی اس کی اجازت دی ہے۔"[76]

(ج) تفویض کا یہ بھی صحیح معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ سپرد کیا ہے یعنی انسان نیک چیزوں کا ارادہ کرے اور جو بری اور نیک نہیں ہے ان کا ارادہ نہ کرے اور خداوند عالم بھی اس کے اس ارادہ کی تائید کرتا ہے۔ اس مقام پر کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ تفویض کے صحیح معانی کو قبول کرنے سے یہ لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نزول وحی سے قبل چار رکعتی نمازوں میں دو رکعت کا اضافہ کیا ہے جب کہ خداوند فرماتا ہے "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ" (پیغمبر ہرگز اپنے ہوائے نفس سے کلام نہیں کرتے ہیں ان کا کلام وحی پروردگار کے سواء کچھ نہیں ہوتا ہے۔ نجم۔ ۳-۴/) اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ جو کچھ بھی انجام پایا ہے، وہ وحیِ الٰہی کے سرچشمہ سے انجام پایا ہے۔ یعنی وحی پروردگار نے ارادۂ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس جانب متوجہ کیا ہے جس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ تبدیل فرمایا اور چار رکعتی نماز میں دو رکعت کا اور تین رکعتی نماز میں ایک رکعت کا اضافہ فرمایا اور اس کے جیسے دیگر مقامات اور یہ کہ خداوند عالم نے بھی ارادۂ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق انہیں وحی فرمائی[77]۔ ہاں یہ بحث قابلِ تحقیق ہے اور خدائے تعالیٰ ہی حقیقت امر سے آگاہ ہے۔

مَنْ وَالاكُمْ فَقَدْ وَالَى اللهَ وَمَنْ عَادَاكُمْ فَقَدْ عَادَى اللهَ وَمَنْ أَحَبَّكُمْ فَقَدْ

---

[76] کافی، ج۱، کتاب التوحید، باب الجبر و القدر و الامر بین الامرین، رقم ۱۳، ص ۱۶۰۔

[77] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب تفویض الی رسول اللہ و الی الائمۃ امر الدین، رقم ۴، ص ۲۶۶۔

https://downloadshiabooks.com/

أَحَبَّ اللهَ وَمَنْ أَبْغَضَكُمْ فَقَدْ أَبْغَضَ اللهَ وَمَنِ اعْتَصَمَ بِكُمْ فَقَدِ اعْتَصَمَ بِاللهِ:

من والاکم فقد... اعتصم باللہ: یعنی جس نے آپ حضرات علیہم السلام کی پیروی کی اس نے خدا کی پیروی کی، اور جس نے آپ کی مخالفت کی اس نے خدا کی مخالفت کی اور جس نے آپ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جو آپ سے دشمنی کرے وہ خدا سے دشمنی رکھتا ہے۔۔ جس نے آپ علیہم السلام سے تمسک اختیار کیا اس نے خدا سے تمسک اختیار کیا۔ اور اس کا راز بہت آشکار ہے اس لئے کہ خداوند عالم نے انسانوں کو ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور دشمنی کرنے سے باز رکھا ہے تو جو بھی ائمہ علیہم السلام کی پیروی و اطاعت کرنے والا ہے وہ خدائے تعالیٰ کا بھی اطاعت گذار کہا جائے گا۔ اور اس میں یہ حقیقت بھی پوشیدہ ہے کہ چونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام خدائی صفات و اخلاق کے حامل ہیں، اس وجہ سے ان کی اطاعت خدا کی اطاعت قرار پائی ہے، جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے: "إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ" (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جن صاحبانِ ایمان نے (حدیبیہ میں) آپ کی بیعت کی ہے حقیقت میں خدا کی بیعت کی ہے اور دست پروردگار سب پر بلند و غالب ہے۔ فتح- ۱۰/)

یا دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: "وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ" (ان لوگوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا ہے بلکہ اپنے آپ (نفس) پر ظلم کیا ہے۔ بقرہ- ۵۷/) "فَلَمَّا آسَفُونَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ" (پس جب انہوں نے ہمیں غضب ناک کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا۔ زخرف- ۵۵/) "ومن اهان لی ولیا فقد بارزنی

https://downloadshiabooks.com/

بالمحاربة" (جو میرے ولی کی اہانت کرے وہ مجھ سے جنگ کے لئے کھڑا ہوا ہے۔ کشف الاسرار وعدۃ الابرار ج۹ /۳۸، توحید صدوق باب ۲۶، رقم ۶، ص۱۶۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھ لیا ہے[78]۔ یا فرمایا: اے علی علیہ السلام! تمہاری جنگ میری جنگ ہے[79]۔ اور فرمایا: حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کرنا خدا سے جنگ کرنا ہے[80]۔ بہت ہی مشہور حدیث سے آگاہ فرمایا: فاطمہ (سلام اللہ علیہا) میرے وجود کا ٹکڑا ہے جس نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے تکلیف دی ہے، اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی ہے[81]۔

حمزہ بن بذیع ناقل ہیں: آیت "فَلَمَّا آسَفُونَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ" کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس طرح ہم مخلوقات غضبناک ہوتے ہیں اس طرح خدا غضب ناک نہیں ہوتا (اس لئے کہ وہ جسم نہیں رکھتا) بلکہ اس نے اپنی طرف سے اولیاء کو خلق فرمایا ہے وہ خوش ہوتے ہیں اور وہ دوسری مخلوقات کی طرح ہی ایک مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خوشنودی کو اپنی خوشنودی اور ان کے غضب کو اپنا غضب قرار دیا ہے، اس لئے کہ پروردگار عالم نے انہیں اپنی طرف سے دعوت دینے والا اور رہنما قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے ان کا غضب خدا کا غضب ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کی طرح خوش وناخوش ہوتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے: جس نے میرے ولی کی توہین

---

[78] صحیح مسلم، ج۷، کتاب الرویا، باب قول النبی: من رآنی فی المنام۔۔ ص۵۴۔

[79] المناقب، ابن مغازلی، ص۵۰، رقم۷۳۔

[80] بحار الانوار، ج۳۸، باب۵۷، رقم۹، ص۷۳۔

[81] رحار الانوار، ج۴۳، باب۴۰، ص۳۹۔

https://downloadshiabooks.com/

کی گویا اس نے مجھے اپنے ساتھ جنگ کی دعوت دی ہے۔ اور قرآن میں فرماتا ہے: "مَنۡ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ اللّٰهَ" (جس نے رسول کی اطاعت کی گویا اللہ کی اطاعت کی ہے۔ نساء – ۸۰/) اور فرمایا: "إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ أَيۡدِيهِمۡ" (فتح – ۱۰/) ان آیتوں کی تفسیر اور تفصیل گذر چکی ہے [۸۲]۔

زرارہ ناقل ہیں میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے آیت "وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنۡ كَانُوا أَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُونَ" کے بارے میں دریافت کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: بے شک خداوند عالم اس بات سے پاک و پاکیزہ اور منزہ ہے کہ لوگوں پر ظلم روا رکھے بلکہ ہم اہل بیت علیہم السلام کو اپنے (نور) وجود سے خلق فرمایا یعنی ہمیں اپنی ذات و صفات کا مظہر بنایا ہے، اس لئے ہم اہل بیت علیہم السلام پر ستم کو اپنے اوپر ظلم اور ہماری ولایت کو اپنی ولایت قرار دیا ہے۔ اور اسی وجہ سے تو قرآن میں فرمایا ہے: "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا ..." (تمہارا سرپرست خدا، اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ مائدہ – ۵۵/) کیوں کہ مؤمن سے مراد اہل بیت علیہم السلام ہیں۔

امام علیہ السلام نے دوسری حدیث میں آیت "وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنۡ كَانُوا أَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُونَ" کی تفسیر کے بارے میں وہی باتیں بیان فرمائیں جو مندرجہ بالا بیان فرمائی ہیں [۸۳]۔

---

[۸۲] کافی، ج ۱، کتاب التوحید، باب النوادر، رقم ۶، ص ۱۴۳۔

[۸۳] کافی، ج ۱، کتاب التوحید، باب النوادر، رقم ۱۱، ص ۱۴۶۔

https://downloadshiabooks.com/

انتم السبيل الاعظم: آپ اہل بیت علیہم السلام ہدایت کی عظیم راہ ہیں کہ جو بھی اس میں قدم رکھتا ہے وہ نجات یافتہ اور کامیاب ہوتا ہے اور جو اس سے منھ پھیرتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے۔

والصراط الاقوم: یعنی ائمہ علیہم السلام دنیا میں مستحکم اور پائیدار صراط مستقیم ہیں جس کے بارے میں تفصیل گذر چکی ہے[۸۴]۔ اس لئے کہ عقائد اور اسلام کے دیگر تمام اعمال و معارف میں ائمہ علیہم السلام کا راستہ سب سے زیادہ مستحکم و استوار اور اصلی اور حقیقی راستہ ہے۔

وشهداء دار الفناء: یعنی پروردگار عالم نے دنیا میں ائمہ علیہم السلام کے وجود کے سبب بندوں پر اپنی حجت تمام کیا ہے۔ اس بارے میں بھی آیت "**جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا**" (بقرہ-۱۴۳ر) کی تفسیر میں تفصیل گذر چکی ہے[۸۵]۔

وشفعاء دار البقاء: یعنی ائمہ علیہم السلام قیامت کے دن شیعوں کی شفاعت کریں گے۔

دو امام امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے نقل ہے: خدا کی قسم ہم اہل بیت گنہگار شیعوں کی شفاعت کریں گے کہ ہمارے دشمن کہیں گے "**فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ**"[۸۶] (ہمارے لئے کوئی شفاعت کرنے والا اور دوست و ہمدرد نہیں ہے۔ الشعراء- ۱۰۰-۱۰۱ر)

---

[۸۴] رجوع کیجئے کلمہ 'وصراط کے ذیل میں۔

[۸۵] رجوع کریں اس کتاب کے وشهداء علی خلقه کے ذیل میں۔

[۸۶] نور الثقلین، ج۳، ص ۶۰، رقم ۵۹، مذکورہ آیت کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

اسی مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: شفاعت کرنے والے سے ائمہ علیہم السلام مقصود ہیں۔ اور صدیق (دوست) سے مراد صاحبان ایمان ہیں[۸۷]۔ اسی طرح ائمہ علیہم السلام سے روایت ہے کہ: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی شفاعت کریں گے اور ہم ائمہ علیہم السلام اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے اور ہمارے شیعہ اپنے گھر والوں کی شفاعت کریں گے[۸۸]۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک اور روایت نقل ہے: جو تین چیزوں کا انکار کریگا وہ ہمارا چاہنے والا نہیں ہے۔ معراج، قبر میں سوال اور شفاعت[۸۹]۔

وَالرَّحْمَةُ الْمَوْصُولَةُ وَالْآيَةُ الْمَخْزُونَةُ وَالْأَمَانَةُ الْمَحْفُوظَةُ

والرحمة الموصولة: یعنی آپ ائمہ علیہم السلام خدا کی مسلسل رحمت ہیں جو ہرگز منقطع نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ایک امام علیہ السلام کے بعد دوسرا امام علیہ السلام آتا ہے اور پورے بارہ امام اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مانند کائنات کے لئے رحمت ہیں۔ قرآن کریم کی اس آیت کی "وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ" (ہم نے قرآن کی آیتوں کو ان کے لئے ایک کے بعد ایک قرار دی شاید اسی طرح نصیحت حاصل کریں۔ قصص - ۵۱) اسی طرح تفسیر ہوئی ہے[۹۰]۔ اور ممکن ہے اس کا معنی یہ ہو کہ آپ اہل بیت علیہم السلام کا خود وجود خداوند عالم کی وہی رحمت ہے جو بندوں تک پہونچی ہے۔

والآية المخزونة: یعنی اہل بیت علیہم السلام خداوند عالم کی عظمت وقدرت کی نشانیاں ہیں۔ مگر

---

[۸۷] نور الثقلین، ج۳، ص ۶۱، رقم ۶۴، آیت کے ذیل میں۔

[۸۸] المحاسن، برقی، ج۱، کتاب الصفوة والنور والرحمة، باب ۴۵: الشفاعة، رقم ۱۸۹، ص ۱۸۴۔

[۸۹] بحار الانوار، ج۸، باب الشفاعة، رقم ۱۳، ص ۳۷۔

[۹۰] تفسیر البرہان، ج۳، ص ۲۲۹، مذکورہ آیت کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

ان نشانیوں کی کما حقہ شناخت و معرفت حاصل کرنا سوائے خواص کے کسی اور کے لئے میسر نہیں ہے۔ زیارت کے اس فقرہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آیات (نشانیوں) سے ائمہ ھدی علیہم السلام مقصود ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام فرماتے ہیں: خدا کی نشانیوں میں سے مجھ سے بڑی کوئی نشانی نہیں ہے[91]۔

والامانة المحفوظة: یعنی آپ علیہم السلام وہ امانت ہیں جس کی حفاظت و نگہداشت کائنات والوں پر واجب ہے۔ اور اس کی حفاظت کے لئے اگر جان و مال کی قربانی بھی دینا پڑے تو دریغ نہ کرے۔ اس لئے کہ دین و دنیا کے امور کا نظام ائمہ علیہم السلام کے وجود ہی سے وابستہ ہے۔ اور ممکن ہے اس سے یہ مقصود ہو کہ آپ ائمہ علیہم السلام صاحبان امانت ہیں یعنی ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت خود محفوظ امانت ہے کہ جسے آسمانوں اور زمین کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ بہت سی روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ قرآن کریم کی آیتوں میں جس امانت کو پیش کئے جانے کا ذکر آیا ہے اس سے ولایت ائمہ علیہم السلام مراد ہے[92]۔

اور بہت ممکن ہے یہ بھی مقصود فقرہ ہو کہ پہلے امام کی امامت بعد والے امام کے پاس امانت کے طور سے محفوظ ہے۔ جیسا کہ احمد بن عمر ناقل ہے: میں نے امام رضا عَلَیہِ السَّلام سے آیت: "إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا" (خداوند عالم تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کو ادا کر دو۔ نساء۔ ۵۸/) کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو امام عَلَیہِ السَّلام نے

---

[91] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الآیات التی ذکرھا اللہ عزوجل فی کتابہ ھم الائمۃ، رقم ۳، ص ۲۰۷۔

[92] تفسیر البرہان، ج ۳، ص ۳۴۰-۳۴۲، سورۂ احزاب آیت ۷۲ کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

فرمایا: امانت سے ہم ائمہ یعنی اہل بیت پیغمبر ﷺ مقصود ہیں۔ اس لئے کہ خداوند عالم نے امر فرمایاہے کہ ہر امام امانت امامت کو اپنے بعد والے امام کو سپرد کر دے اور اس امانت میں کسی غیر کو اس کا شریک نہ بنائے اور اس کے اصل کو دینے سے دریغ نہ کرے[۹۳]۔

ایک اور روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہے: خداوند عالم نے امام اول کو امر فرمایا کہ جو کچھ ان کے پاس (امر امامت) ہے اپنے بعد والے امام کو سپرد کر دیں[۹۴]۔ دوسری روایت میں امام علیہ السلام نے فرمایا: آیۃ امانت سے مقصود ہم ائمہ علیہم السلام ہیں کہ پہلا امام جو کچھ کتاب و علم اور اسلحہ میں سے رکھتا ہے وہ سب کچھ اپنے بعد والے امام کے حوالے کر دیتا ہے[۹۵]۔

وَالْبَابُ الْمُبْتَلَى بِهِ النَّاسُ

والباب المبتلی بہ الناس: یعنی آپ علیہم السلام وہ دروازہ ہیں جس کے تمام لوگ محتاج ہیں۔ زیارت جامعہ کا یہ فقرہ آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کی طرف اشارہ کرتا ہے جس میں فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال باب حطہ کے مانند ہے۔ خداوند عالم نے بنی اسرائیل کو امر کیا تھا کہ وہ اس میں حالت سجدہ میں (خم ہو کر) وارد ہوں اور کہیں "حطہ" (یعنی یہ دروازہ گناہوں کے کم ہونے کا موجب ہے یا ہمارے گناہوں کو کم کرے)۔ بنی اسرائیل کا جو گروہ باب حطہ میں داخل ہوا انہیں نجات مل گئی اور قرآن دوسرے گروہ کے بارے میں فرماتا

[۹۳] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الامام علیہ السلام یعرف الامام الذی یکون من بعدہ، رقم ۲، ص ۲۷۶۔
[۹۴] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الامام علیہ السلام یعرف الامام الذی یکون من بعدہ، رقم ۴، ص ۲۷۷۔
[۹۵] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الامام علیہ السلام یعرف الامام الذی یکون من بعدہ، رقم ۱، ص ۲۷۶۔

https://downloadshiabooks.com/

ہے: "فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ" (لیکن ظالموں نے اس کلام کو بدل دیا (اس کے بجائے تذہیک آمیز کلمات ادا کرتے) بقرہ۔ ۵۹/) اور جن لوگوں نے خدا کے فرمان (کا مذاق اڑایا) اور نافرمانی کی وہ ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیت علیہم السلام بھی مانند باب حطہ ہیں جو ان کی پیروی کریگا نجات پائیگا اور جو منھ موڑیگا وہ ہلاک ہو گا[96]۔

اور ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری حدیث کی طرف زیارت کا مذکورہ جملہ اشارہ کر رہا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انا مدینة العلم و علی بابها" (میں شہر علم ہوں اور علی علیہ السلام اس کے دروازہ ہیں) جو شہر علم میں وارد ہونا چاہتا ہے ضروری ہے کہ وہ دروازہ سے وارد ہو[97]۔ اور قرآن کریم کی اس آیت کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے: "وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا" (اور گھر میں ان کے دروازہ سے وارد ہوا کرو۔ بقرہ۔ ۱۸۹/)

مَنْ أَتَاكُمْ نَجَى وَمَنْ لَمْ يَأْتِكُمْ هَلَكَ إِلَى اللَّهِ تَدْعُونَ وَعَلَيْهِ تَدُلُّونَ وَبِهِ تُؤْمِنُونَ وَلَهُ تُسَلِّمُونَ وَبِأَمْرِهِ تَعْمَلُونَ وَإِلَى سَبِيلِهِ تُرْشِدُونَ وَبِقَوْلِهِ تَحْكُمُونَ سَعِدَ مَنْ وَالاكُمْ

من آتاکم نجی و من لم یاتکم هلك: جو آپ علیہم السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آستانۂ مقدس پر سر رکھ دے وہی نجات یافتہ ہے اور جو آپ علیہم السلام سے رخ موڑ کر نافرمانی اور مخالفت کریگا وہ ہلاک و نابود ہو گا۔ اس لئے کہ راہ نجات صرف اور صرف آپ علیہم السلام کی

---

[96] بحار الانوار، ج ۲۳، باب ۷، ص ۱۰۴-۱۶۶۔

[97] بحار الانوار، ج ۴۰، باب ۹۴، ص ۲۰۰-۲۰۷۔

https://downloadshiabooks.com/

اطاعت و پیروی میں منحصر ہے۔

الی اللہ تدعون: آپ علیہم السلام حکمت و نصیحت اور بہترین اخلاق و کردار کے ساتھ لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے ہیں۔

و علیہ تدلون: اور سچے علوم اور روشن و واضح دلیلوں کے ساتھ راہ مستقیم کی طرف لوگوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

وبہ تومنون: یعنی آپ ائمہ علیہم السلام خلوص نیت اور صدق دل کے ساتھ نیز خفی و جلی دونوں طرح کے شرک سے محفوظ ہو کر خداوند سبحان پر ایمان رکھتے ہیں۔

ولہ تسلمون: آپ علیہم السلام اپنے تمام امور خدائے تعالیٰ کے سپرد کر کے اس کے امر کے سامنے تسلیم ہیں "تسلمون" کو دو طرح سے پڑا گیا ہے۔ لام کو تشدید کے ساتھ اور بغیر تشدید کے ساتھ۔

وبامرہ تعملون: آپ علیہم السلام امر پروردگار کے مطابق عمل کرتے ہیں اپنی خواہشات کے مطابق نہیں، بلکہ سواء امر خدا کے کوئی اور امر اور سوائے ارادۂ الٰہی کے کوئی اور ارادہ نہیں رکھتے ہیں۔

والی سبیلہ ترشدون: اور آپ علیہم السلام بحسن و خوبی لوگوں کو راہ مستقیم کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔

وبقولہ تحکمون: یعنی آپ علیہم السلام خداوند متعال کے قول کے مطابق لوگوں میں فیصلہ اور حکم فرماتے ہیں، اپنی رائے یا استحسان و قیاس کے مطابق نہیں۔

https://downloadshiabooks.com/

سعد من والاکم: خدا کی قسم جس نے آپ علیہم السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کی وہی دینا و آخرت میں سعادت مند اور کامیاب ہوا۔

وَهَلَكَ مَنْ عَادَاكُمْ وَخَابَ مَنْ جَحَدَكُمْ وَضَلَّ مَنْ فَارَقَكُمْ وَفَازَ مَنْ تَمَسَّكَ بِكُمْ وَأَمِنَ مَنْ لَجَأَ إِلَيْكُمْ وَسَلِمَ مَنْ صَدَّقَكُمْ وَهُدِيَ مَنِ اعْتَصَمَ بِكُمْ

وهلك من عاداكم: جس نے آپ سے دشمنی کی وہ ہلاک ہوا اور ہمیشہ آتش جہنم میں جلیگا وہ کتنا شقی اور بدبخت ہو گا۔

وخاب من جحدکم: جس نے آپ علیہم السلام کا انکار کیا اور آپ علیہم السلام کی امامت پر ایمان نہیں لایا وہ گھاٹا اٹھانے اور ہلاک و نابود ہونے والا ہو گا۔

وضل من فارقکم: جو آپ علیہم السلام سے الگ ہو کر چلے اور آپ علیہم السلام کے امر کی اطاعت نہ کرے وہ گمراہ ہو گا۔ ضلالت و گمراہی کی تعبیر شاید ان ضعیف العقیدہ اور کمزور ایمان والوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو محبت و ولایت اہل بیت علیہم السلام سے بغیر کسی غرض و دشمنی کے قریب نہیں آسکے۔ اس لئے کہ یہ لوگ بھی گمراہ ہیں اب اس طرح کے لوگوں کا انجام ارادۂ پروردگار سے وابستہ ہے اگر چاہے تو عذاب میں گرفتار کرے یا بخش دے۔ اس بارے میں ائمہ طاہرین علیہم السلام سے روایتیں وارد ہوئی ہیں[۹۸]۔

وفاز من تمسك بکم: جو آپ علیہم السلام سے توسل اور تمسک اختیار کریگا وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو گا۔

---

[۹۸] تفسیر البرہان، ج ۱، ص ۴۰۶، سورۂ نساء آیت ۹۷-۹۸ کے ذیل میں اور ج ۲، ص ۱۶۰ سورۂ توبہ آیت ۱۰۶ کے ذیل میں

https://downloadshiabooks.com/

وأمن من لجأ اليكم: اور جو شخص آپ کی اطاعت اور آپ علیہم السلام کی محبت و ولایت قبول کرنے اور آپ علیہم السلام سے شفاعت کو طلب کرنے کے ساتھ ساتھ آپ علیہم السلام کی پناہ کا طلبگار ہو گا وہ عذاب اور غضب الٰہی سے محفوظ ہو گا۔

و سلم من صدقکم و ھدی من اعتصم بکم: اور جس نے آپ علیہم السلام کی امامت و ولایت (اور خلافت بلا فصل) کی تصدیق کی وہ ہلاکت و نابودی اور عذاب پروردگار سے نجات پائیگا۔

وھدی من اعتصم بکم: جو آپ علیہم السلام کے دامن سے متمسک ہوا وہ راہ نجات کی طرف گامزن ہو گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا" (سب لوگ اللہ کی رسی کو پکڑ لو اور پراکندہ نہ ہو۔ آل عمران - ۱۰۳/۱)۔ روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ "حبل اللہ" سے ائمہ علیہم السلام مراد ہیں[99]۔

مَنِ اتَّبَعَكُمْ فَالْجَنَّةُ مَأْوَاهُ وَمَنْ خَالَفَكُمْ فَالنَّارُ مَثْوَاهُ وَمَنْ جَحَدَكُمْ كَافِرٌ وَ مَنْ حَارَبَكُمْ مُشْرِكٌ وَمَنْ رَدَّ عَلَيْكُمْ فِي أَسْفَلِ دَرْكٍ مِنَ الْجَحِيمِ

من اتبعکم فالجنۃ ماواہ ومن خالفکم فالنار مثواہ ومن جحدکم کافر: جس نے آپ علیہم السلام کی پیروی کی اس کی منزل جنت میں ہو گی اور جس نے آپ علیہم السلام کی مخالفت کی اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہو گا۔ جس نے آپ علیہم السلام اور آپ علیہم السلام کی امامت کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ ائمہ معصومین علیہم السلام کے مخالفین کے کفر کے سلسلہ میں بہت سی روایتیں وارد

---

[99] تفسیر البرہان، ج۱، ص۳۰۵-۳۰۷، مذکورہ آیت کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

ہوئی ہیں جن کے بارے میں ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

اس مقام پر دو طرح کی روایتوں کو جمع کرنے کے بارے میں عرض کر دوں کہ وہ روایتیں جن میں اہل بیت علیہم السلام کے مخالفین جو ان کی ولایت و امامت کی تصدیق نہیں کرتے اور انکار کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں کفر کا حکم آیا ہے اور وہ روایتیں جن میں ائمہ معصومین علیہم السلام کا مخالفین کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور رفت و آمد کا ذکر ملتا ہے دونوں کو اس طرح جمع کر کے بیان کیا جا سکتا ہے کہ: ائمہ علیہم السلام کے مخالفین کافر ہیں اور آخرت میں عذاب جہنم میں ہوں گے۔ لیکن دنیا میں وہ مسلمان کے حکم میں ہیں اور یہ خدائے تعالیٰ کا ایک لطف و کرم اور شیعان اہل بیت علیہم السلام پر ایک رحمت ہے اس لئے کہ اگر یہ مخالفین دنیا میں بھی حکم کفر رکھتے ہوتے تو کافروں کی طرح سے ان سے بھی اجتناب اور دوری اختیار کرنا ضروری ہوتا جو ممکن کی حد تک ہوتا اور اجتماعی و معاشرتی مشکلات میں گرفتار ہو جاتے، جس سے دنیوی زندگی میں بڑی افراتفری ہوتی اور کوئی راہ نجات نظر نہ آتی۔

ومن حاربکم مشرک: اور جس نے آپ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے جنگ کی اس نے خداوند متعال کی ذات میں غیر کو شریک قرار دیا۔ اس لئے کہ پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی علیہ السلام! تمہاری جنگ میری جنگ ہے"[100]۔ اور جو علی سے جنگ کرے اس نے خدا سے جنگ کی ہے[101]۔ اس طرح بات روشن ہو جاتی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے پہلے والے دشمنوں کے لئے جو عذاب تھا وہی عذاب ان کے بعد والے دشمنوں کے لئے

---

[100] مناقب، ابن مغازلی، ص ۵۰۔

[101] بحار الانوار، ج ۳۸، باب ۵۷، رقم ۹، ص ۳۱۔

https://downloadshiabooks.com/

ہے۔

ومن رد علیکم فی اسفل درك من الجحیم: اور جو آپ علیہم السلام کی باتوں یا روایتوں سے کسی بھی چیز کا انکار اور رد کرے اور قبول نہ کرے تو جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں داخل کیا جائیگا۔

أَشْهَدُ أَنَّ هَذَا سَابِقٌ لَكُمْ فِيمَا مَضَى وَ جَارٍ لَكُمْ فِيمَا بَقِيَ وَ أَنَّ أَرْوَاحَكُمْ وَ نُورَكُمْ وَطِينَتَكُمْ وَاحِدَةٌ طَابَتْ وَطَهُرَتْ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ

اشهد ان هذا سابق لکم فیما مضی: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہم السلام کی پیروی واجب ہے اور پسندیدہ صفات و کمالات جو اب تک آپ علیہم السلام کے بارے میں بیان کئے گئے ہیں وہ سب آپ علیہم السلام سے پہلے گذرے ہوئے اماموں کے لئے جاری و ساری ہیں اور ان اماموں کے لئے بھی جو ابھی باقی ہیں۔ (باقی امام سے مقصود امام زمانہ علیہ السلام ہیں۔)

اگر اس مقام پر کوئی یہ ادبی اعتراض کرے کہ "فیما" میں جو ما ہے وہ مائے موصولہ غیر ذوی العقول کے لئے مخصوص ہے پھر ذوی العقول ائمہ کے لئے کیوں استعمال کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ "ما" ذوی العقول کے لئے بھی بہت استعمال ہوا ہے۔ اور اگر "ما" کو غیر ذوی العقول کے لئے استعمال کریں گے تو معنی ہو گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ آپ علیہم السلام کے بارے میں بیان کیا گیا اور یہ کہ آپ علیہم السلام کی پیروی کا حکم وجوب گذشتہ تمام زمانوں اور سابق کی تمام کتابوں میں جاری رہا ہے، آئندہ بھی جاری رہیگا۔

وان ارواحکم ونورکم وطینتکم واحدة: اور بیشک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ائمہ علیہم السلام کی ارواح، نور اور طینت و سرشت ایک ہے جو اعلی علیین سے خلق ہوئی ہے اور

https://downloadshiabooks.com/

آپ علیہم السلام کے اجسام بھی علیین سے خلق ہوئے ہیں اور علوم و کمالات میں آپ علیہم السلام سب برابر ہیں۔

طابت وطهرت بعضها من بعض: گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہم السلام کی ارواح و اجسام پاک و پاکیزہ ہیں اور آپ علیہم السلام سب ایک ہی طینت سے ہیں اور وہ طینت بھی عظمت الٰہی کے نور سے خلق ہوئی ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے: " **ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ** " (یہ ایک نسل و ذریت ہے، جو تقوی، طہارت کے لحاظ سے ایک سلسلہ دوسرے سلسلہ سے ہے۔ آل عمران۔ ۳۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: خداوند عالم نے ہمارے جسم کو علیین سے اور روح کو اعلی علیین سے خلق کیا ہے اور ہمارے شیعوں کی ارواح کو علیین سے پیدا کیا ہے اور ان کے اجسام کو کمتر درجہ کی علیین سے بنایا ہے اسی وجہ سے ہمارے اور شیعوں کے درمیان قربت پائی جاتی ہے اور ان کے قلوب ہماری طرف مائل ہوتے ہیں [۱۰۲]۔

خَلَقَكُمُ اللَّهُ أَنْوَاراً فَجَعَلَكُمْ بِعَرْشِهِ مُحْدِقِينَ حَتَّى مَنَّ عَلَيْنَا بِكُمْ فَجَعَلَكُمْ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ

خلقكم الله انوارا فجعلكم بعرشه محدقين: اللہ تعالیٰ نے آپ علیہم السلام کو چمکتے ہوئے نور کی طرح پیدا کیا کہ اس کے عرش کے گرد طواف کر رہے تھے۔ "**محدقین**" طواف کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اور عرش سے مراد یا خداوند عالم کا علم ہے یعنی ائمہ علیہم السلام نے علم

---

[۱۰۲] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب خلق الابدان الائمة عليهم السلام وارواحهم وقلوبهم، رقم ۱، ص۳۸۹۔

https://downloadshiabooks.com/

الٰہی سے پرورش پائی ہے۔ یا اس سے مراد جسم ہو جس کے اپنے تشخصات ہیں اور ائمہ طاہرین علیہم السلام اس کے اشباع یا اجسام اور مثال تھے جو اس کے گرد طواف کر رہے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابھی بھی ان کی روحیں طواف میں مشغول ہیں۔

حتی من علینا بکم: خداوند عالم نے آپ علیہم السلام کو ہمارے لئے امام رہبر اور قائد معین کر کے ہم پر احسان فرمایا ہے۔

فجعلکم فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ اہل بیت علیہم السلام کو ایسے بیت میں قرار دیا ہے جس کو اجازت دی ہے کہ اسے رفعت وبلندی عطا کی جائے اور اس میں خدا کے نام کا ذکر ہو۔ زیارت جامعہ مقدسہ کبیرہ کا یہ جملہ قرآن کریم کی سورہ نور کی اس آیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی ابتدائی آیتیں ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اوصاف بیان کرتی ہیں اور اس کے بعد کی آیتیں دشمنان اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں آئی ہیں۔ "اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ...." (اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔۔۔ یہ ان گھروں میں ہے جن کے بارے میں خدا کا حکم ہے کہ انہیں بلند کیا جائے (یا بلندی کا اعتراف کیا جائے) اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے کہ ان گھروں میں صبح و شام اس کی تسبیح کرنے والے ہیں وہ مرد جنہیں کاروبار یا دیگر خرید و فروخت ذکر خدا، قیام، نماز اور ادائے زکواۃ سے غافل نہیں کر سکتی یہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن کے ہول سے دل اور نگاہیں سب الٹ جائیں گی۔ تاکہ خدا انہیں ان کے بہترین اعمال کی جزا دے سکے اور اپنے فضل سے مزید اضافہ کر سکے اور خدا جسے چاہتا ہے رزق بے حساب عطا کرتا ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کر لیا ان کے اعمال اس ریت کے مانند ہیں جو چٹیل میدان میں ہو اور

https://downloadshiabooks.com/

پیاسا اسے دیکھ کر پانی تصور کرے اور جب قریب پہونچے تو اسے کچھ نہ پائے بلکہ اس خدا کو پائے جو اس کا پورا پورا حساب کر دے کہ اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔ یا ان اعمال کی مثال اس گہرے سمندر کی تاریکیوں کی ہے جسے ایک کے اوپر ایک لہر ڈھانک لے اور اس کے اوپر تہہ بہ تہہ بادل بھی ہوں کہ جب وہ اپنے ہاتھ کو نکالے تو تاریکی کی بنا پر کچھ نظر نہ آئے اور جس کے لئے خدا نور نہ قرار دے اس کے لئے کوئی روشنی نہیں ہے۔ نور ۳۵-۴۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: آیت میں "کظلمات" (تاریکیوں) سے مقصود "پہلا" اور "دوسرا" مراد ہے اور "یغشاہ موج" (جسے لہر ڈھانک لے) سے "تیسرا" مراد ہے اور "من فوقہ موج" (ایک لہر کے اوپر دوسری لہر یعنی اس کے اوپر سے بھی لہر ہو) سے مراد "دوسرا" مقصود ہے۔ اور "ظلمات بعضھا فوق بعض" (تاریکی سمندر ایک کے اوپر ایک ہو) سے معاویہ اور بنی امیہ کے فتنہ مراد ہیں، کہ اگر اس زمانہ میں مومن ان کے فتنوں کی تاریکیوں سے اپنا ہاتھ باہر نکالتا تو ظلمت اور شدت کے اندھیرے میں اسے اپنا ہاتھ نظر نہیں آتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے کوئی نور یعنی ذریت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے امام قرار نہیں دیا، قیامت میں اس کا کوئی امام نہیں ہو گا[۱۰۳]۔

آیت میں جس "بیوت" کا ذکر آیا ہے وہ یا تو معنوی گھر یعنی علم و حکمت کے گھر یا ظاہری گھر یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کا گھر اور قبر مقصود ہے جس میں وہ اپنی زندگی میں ساکن تھے

---

[۱۰۳] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام نور اللہ عز و جل، رقم ۵، ص ۱۹۵۔

https://downloadshiabooks.com/

اور شہادت کے بعد اس میں آرام کر رہے ہیں۔

وَجَعَلَ صَلَوَاتِنَا عَلَيْكُمْ وَمَا خَصَّنَا بِهِ مِنْ وَلَايَتِكُمْ طِيباً لِخَلْقِنَا وَطَهَارَةً لِأَنْفُسِنَا وَتَزْكِيَةً لَنَا وَكَفَّارَةً لِذُنُوبِنَا

وجعل صلاتنا علیکم وما خصنا به من ولایتکم طیبا لخلقنا و طهارة لانفسنا وتذکرة لنا و کفارة لذنوبنا: "طیبا" جعل کے لئے مفعول ہے۔ یعنی خداوند عالم نے آپ علیہم السلام پر درود و صلوات بھیجنے اور آپ علیہم السلام کی ولایت و محبت قبول کرنے کو ہماری پاکیزگیٔ ولادت کی نشانی قرار دیا ہے۔ اور زیارت کا یہ جملہ ان روایتوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے جن میں بیان ہوا ہے کہ: اہل بیت علیہم السلام کی محبت وولایت شیعوں کی پاکیزگیٔ ولادت کی علامت ہے"[۱۰۴]۔ اور اگر "لخلقنا" میں "خاء" کو پیش کے ساتھ پڑھیں گے تو یہ معنی ہو گا: خداوند عالم نے آپ علیہم السلام پر درود و سلام بھیجنے اور آپ علیہم السلام سے محبت کرنے کو ہمارے لئے نیک اور پاکیزہ اخلاق کا سبب قرار دیا ہے۔ اور یہ کہ اس سے ہمارے نفوس پاک و پاکیزہ اور کمالات سے آراستہ ہوئے ہیں اور باطل مذہب اور غلط عقیدوں سے پاکیزہ قرار دیا ہے۔ اور ہر چھوٹے بڑے گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کا موجب قرار پایا۔

فَكُنَّا عِنْدَهُ مُسَلِّمِينَ بِفَضْلِكُمْ وَمَعْرُوفِينَ بِتَصْدِيقِنَا إِيَّاكُمْ

فکنا عندہ مسلمین بفضلکم: خداوند عالم کے نزدیک کائنات پر آپ علیہم السلام کی برتری اور فضل و شرف اور علم کو ہم نے حقیقی اور اپنے پورے وجود سے تسلیم کیا ہے۔ بعض نسخوں میں "مسمین" یعنی نام آیا ہے ذکر ہوا ہے۔ اور یہ تعبیر زیادہ واضح و روشن ہے اور ائمہ اہل

---

[۱۰۴] المحاسن، برقی، ج۱، کتاب الصفوة والنور، باب ۹ طیب المولد، ص۱۳۸۔

https://downloadshiabooks.com/

بیت علیہم السلام کی روایتیں اس بارے میں ہے کہ ائمہ علیہم السلام کے پاس ایک کتاب (یا مصحف) ہے جس میں ان کے تمام شیعوں کے نام ان کے والدین کے ساتھ اور یہ کہ وہ کس شہر و علاقہ کے ہیں درج ہیں۔ امام رضا علیہ السلام ایک حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں: ہم کسی شخص کو ایک نظر میں اس کے ایمان و نفاق کی حقیقت کو پہچان لیتے ہیں کہ بیشک شیعوں کے اسماء ان کے ماں باپ کے ساتھ (ائمہ علیہم السلام کے پاس موجود کتاب میں) درج ہیں[۱۰۵]۔

و معروفین لتصدیقنا ایاکم: یعنی ہم آپ علیہم السلام کی امامت و ولایت کی تصدیق کرتے ہیں اور ہم شیعہ آپ علیہم السلام کی اطاعت کو واجب جاننے اور آپ علیہم السلام کو تمام لوگوں پر فضیلت و برتری دینے کے سبب دنیا کے دوسرے مذاہب و فرقوں کے درمیان امتیاز اور شہرت رکھتے ہیں۔ اس بات کی طرف توجہ دلاتا چلوں کہ "**جعل صلواتنا** ...." تا آخر کا جملہ ممکن ہے جملہ خبریہ یا انشائیہ (دعائیہ) ہو۔ اور ہر صورت میں یہ جملہ، جملۂ خبریہ "**اذن اللہ**" پر عطف ہے اور جملۂ انشائیہ کا جملۂ خبریہ پر عطف ہونا جائز ہے۔ مخصوصا جب جملۂ انشائیہ کی ظاہری شکل وصورت جملۂ خبریہ جیسی ہو۔ (اور یہاں اسی طرح ہے) جیسا کہ قرآن میں: "**حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ**" میں بھی یہی صورت ہے کہ نعم الوکیل جو جملۂ انشائیہ ہے جملۂ خبریہ "حسبنا اللہ" پر عطف ہوا ہے۔ (یعنی ہمارے لئے صرف اور صرف خدا کافی ہے اور بہترین مددگار۔ آل عمران۔ ۱۷۳/۳)

فَبَلَغَ اللّٰهُ بِكُمْ أَشْرَفَ مَحَلِّ الْمُكَرَّمِينَ وَأَعْلَى مَنَازِلِ الْمُقَرَّبِينَ وَأَرْفَعَ

---

[۱۰۵] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ ورثوا علم النبی و جمیع الانبیاء و الاوصیاء الذین من قبلھم، رقم ۱، ص ۲۲۳۔

https://downloadshiabooks.com/

فبلغ الله بکم ۔۔۔۔ المرسلین: یہ دعائیہ جملہ ہے یعنی پروردگار عالم آپ اہل بیت اطہار علیہم السلام کو عظیم الشان لوگوں کے درجات اور مقربین (پیغمبر و غیر پیغمبر) لوگوں کی بالاترین منزلوں نیز انبیاء و مرسلین کے بلند ترین مقام کہ جو پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام و منزلت ہے عطا فرمائے، اور اس مقام و منزلت پر قرار پانا ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی گذشتہ انبیاء پر برتری و فضیلت کی دلیل ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت مباہلہ "**وانفسنا و انفسکم**" میں ائمہ علیہم السلام کو اپنے قرابتداروں کا حصہ بلکہ اپنے وجود کا جز اور مثل قرار دیا ہے۔ اور چونکہ ہمارے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے تمام انبیاء پر فضیلت رکھتے ہیں تو ائمہ علیہم السلام بھی (پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ) تمام انبیاء پر برتری رکھتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص آدم علیہ السلام کو علم میں، نوح علیہ السلام کو عبادت میں، ابراہیم علیہ السلام کو محبت اور خلت میں، موسی علیہ السلام کو ہیبت میں، عیسی علیہ السلام کو زہد میں یحی کو ورع و تقوی میں دیکھنا چاہتا ہے تو وہ حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی طرف نگاہ کرے۔ اس لئے کہ ان کے اندر انبیاء کی خصلتوں سے ستر خصلتیں (صفتیں) پائی جاتی ہے[106]۔

راوی زیّات سے نقل ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: حضرت موسی و عیسی اور امیر المؤمنین علیہم السلام کے بارے میں شیعہ کیا خیال کرتے ہیں؟ میں نے کہا: وہ لوگ تو سمجھتے ہیں کہ حضرت موسی اور حضرت عیسی، حضرت علی علیہم السلام سے افضل و برتر ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا یہ بات مانتے ہیں کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کو ان تمام چیزوں کا علم تھا جو رسول اللہ

[106] بحار الانوار، ج۳۹، باب ۷۳، ان فیہ - علیہم السلام خصال الانبیاء۔۔۔، ص۳۵-۸۹

https://downloadshiabooks.com/

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے؟ میں نے کہا: بیشک لیکن وہ لوگ اولو العزم رسولوں سے کسی کو بھی برتر نہیں جانتے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: انہیں قرآن کریم سے دلیل دیکر سمجھاؤ اور جواب دو۔ میں نے عرض کیا: قرآن کی کس آیت سے استدلال کروں؟ فرمایا: خداوند عالم نے جناب موسی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: "وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ....." (ہم نے الواح میں ہر چیز سے متعلق ان کے لئے نصیحت لکھ دی تھی۔ اعراف- ۱۴۵/) اور جناب عیسی کے بارے میں فرمایا: "وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ...." (بعض احکام جن کے بارے میں اختلاف کرتے ہو توریت سے تمہارے لئے بیان کرتا ہوں۔ زخرف- ۶۳/) اور خداوند عالم نے حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا: "....وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا" (اس دن ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت کے لئے ان کے اعمال پر گواہ طلب کروں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انکا گواہ قرار دوں گا۔ نساء- ۴۱/) اور فرمایا: "....وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ...." (ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز بیان کرنے والی ہے۔ نحل- ۸۹/)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم نے اولو العزم انبیاء کو پیدا کیا اور علم دیکر انہیں دوسرے انبیاء پر برتری عطا کی اور ہم نے ان کے علوم کو میراث میں حاصل کیا اور ان کے علم میں ان سے آگے بڑھ گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم بھی میراث میں حاصل کیا جو ان کے پاس نہیں تھا۔ اس طرح ہم اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیائے اولو العزم اور پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کے علوم اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اس مطلب پر بہت سی روایتیں دلالت کرتی ہیں اور

https://downloadshiabooks.com/

آنے والے فقرے بھی اس حقیقت کی تائید کریں گے[۱۰۷]۔

حَيۡثُ لَا يَلۡحَقُهُ لَاحِقٌ وَ لَا يَفُوقُهُ فَائِقٌ

حیث لا یلحقہ لاحق ولا یفوقہ فائق: یعنی آپ ائمہ معصومین علیہم السلام وہ فضل و شرف اور مقام و منزلت رکھتے جو کوئی بھی حتی انبیائے اولوالعزم (پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ) بھی وہ منزلت نہیں رکھتے ہیں اور جو قدرت و سلطنت آپ علیہم السلام کو حاصل ہے کوئی قدرت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے۔ ہاں پیغمبر اسلام اور امیر المؤمنین علیہما السلام کے بارے میں پائی جانے والی دلیلوں کی بنا پر وہ مستثنیٰ ہیں۔

وَ لَا يَسۡبِقُهُ سَابِقٌ وَ لَا يَطۡمَعُ فِي إِدۡرَاكِهِ طَامِعٌ حَتَّى لَا يَبۡقَى مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَ لَا نَبِيٌّ مُرۡسَلٌ وَ لَا صِدِّيقٌ وَ لَا شَهِيدٌ وَ لَا عَالِمٌ وَ لَا جَاهِلٌ وَ لَا دَنِيٌّ وَ لَا فَاضِلٌ وَ لَا مُؤۡمِنٌ صَالِحٌ وَ لَا فَاجِرٌ طَالِحٌ وَ لَا جَبَّارٌ عَنِيدٌ وَ لَا شَيۡطَانٌ مَرِيدٌ وَ لَا خَلۡقٌ فِيمَا بَيۡنَ ذَلِكَ شَهِيدٌ إِلَّا عَرَّفَهُمۡ جَلَالَةَ أَمۡرِكُمۡ وَ عِظَمَ خَطَرِكُمۡ

ولا یسبقہ سابق ولا یطمع فی ادراکہ طامع: اور گذرے ہوئے لوگوں میں کوئی بھی آپ علیہم السلام کی اس منزلت و مقام تک پہونچ نہیں سکتا ہے۔ اور انبیاء و اولیاء اور فرشتے آپ علیہم السلام کی عظیم الشان قدرت و منزلت کو پانے کی فکر و تصور بھی نہیں کرتے ہیں، اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ آپ علیہم السلام کا مخصوص فضل و شرف خداوند عالم کی جانب سے عطیہ ہے جسے سعی و کوشش سے حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیوں کہ خداوند عالم نے عالم ارواح و اجسام میں کوئی ملک مقرب، نبیٔ مرسل، صدیق، شہید، عالم، جاہل، کمتر، فاضل، مومن، فاجر بد

---

[۱۰۷] بصائر الدرجات، جزء ۵، باب ۵، رقم ۲، ص ۲۲۷۔

https://downloadshiabooks.com/

کردار، ظالم شیطان، سرکش اور کوئی مخلوق جو اعتدال کی حد پر قائم ہے ایسا نہیں ہے جسے آپ علیہم السلام کی جلالت امر بتانہ دی گئی ہو، آسمانی کتابوں میں بھی اور انبیاء کرام کو وحی نازل کر کے بھی۔

وَ كِبَرَ شَأْنِكُمْ وَ تَمَامَ نُورِكُمْ وَ صِدْقَ مَقَاعِدِكُمْ وَ ثَبَاتَ مَقَامِكُمْ وَ شَرَفَ مَحَلِّكُمْ وَ مَنْزِلَتِكُمْ عِنْدَهُ وَ كَرَامَتَكُمْ عَلَيْهِ وَ خَاصَّتَكُمْ لَدَيْهِ وَ قُرْبَ مَنْزِلَتِكُمْ مِنْهُ بِأَبِي أَنْتُمْ وَ أُمِّي وَ أَهْلِي وَ مَالِي وَ أُسْرَتِي

و کبر شانکم وتمام نورکم وصدق مقاعدکم: یعنی خداوند عالم نے آپ علیہم السلام کی شان کی بزرگی اور آپ علیہم السلام کے نور کی تمامیت یعنی روشن و درخشندگی اور آپ علیہم السلام کے منزل کی صداقت و حقانیت کو لوگوں کو پہچنوا دیا ہے۔ اور ممکن ہے اس مقدس زیارت کا یہ فقرہ "وصدق مقاعدکم" قرآن کی آیت کی طرف اشارہ ہو: "فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ" (کہ وہ خداوند عالم کے نزدیک صداقت و حقیقت کی منزنگاہ میں دائمی سلطنت وعزت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ قمر۔ ۵۵/)

وثبات مقامکم وشرف محلکم: اور خداوند عالم نے آپ علیہم السلام کے ثبات قدم یعنی اطاعت وخوشنودی اور معرفت وشفاعت کی راہ میں جو قیام اور پائداری کا ثبوت دیا ہے اسے لوگوں کو پہچنوا دیا ہے۔

ومنزلتکم عندہ وکرامتکم علیہ وخاصتکم لدیہ وقرب منزلتکم منہ: خداوند عالم کے نزدیک آپ علیہم السلام کی عظمت ومنزلت محفوظ ہے اور جو کچھ جلالت امر ہے وہ اسی سے ہے۔ آپ علیہم السلام کی بارز اور برجستہ صفات خدا جانتا ہے اور آپ علیہم السلام کا مقام قرب از

https://downloadshiabooks.com/

جانب خدا ہے۔

بابی انتم و امی واهلی ومالی واسرتی: میرے ماں، باپ، خاندان، قبیلہ، مال سب آپ علیہم السلام پر قربان ہے۔

أُشْهِدُ اللّٰهَ وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي مُؤْمِنٌ بِكُمْ وَبِمَا آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرٌ بِعَدُوِّكُمْ وَبِمَا كَفَرْتُمْ بِهِ

اشهد الله واشهد کم انی مومن بکم وبما آمنتم به: خداوند عالم اور آپ علیہم السلام کو گواہ قرار دیتا ہوں کہ آپ علیہم السلام کی امامت و ولایت پر اور یہ کہ آپ علیہم السلام کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے اور وہ تمام چیزیں جن پر آپ علیہم السلام ایمان رکھتے ہیں۔ اگر چہ مجھے سب کا علم نہیں ہے۔ میں بھی ایمان رکھتا ہوں۔

کافر بعدوکم وبما کفرتم به: اور میں آپ علیہم السلام کے دشمنوں اور جن چیزوں سے آپ علیہم السلام بیزار ہیں، اگر چہ میں سب کا علم نہیں رکھتا، بیزاری اختیار کرتا ہوں۔ زیارت جامعہ مقدسہ کبیرہ کا یہ جملہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام پر ایمان و عقیدہ اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ ان کے دشمنوں سے برائت و بیزاری اختیار نہ کی جائے۔ اس لئے کہ یہ بات ہر ایک محسوس کر سکتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام سے محبت اور ان کے دشمنوں سے بھی محبت ایک خانۂ دل میں نہیں سما سکتی ہے۔ کیونکہ سچا دوست اور شیعہ وہی ہے جو اولیائے خدا سے محبت رکھے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھے۔ خداوند عالم اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: "**فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ**" (اس بنا پر جو طاغوت۔

https://downloadshiabooks.com/

بت، شیطان، ستمگر - کا انکار کر کے اللہ پر ایمان رکھتا ہے گویا اس نے مضبوط رسی کو تھام لیا ہے۔ بقرہ۔ ۲۵۶/)

مُسْتَبْصِرٌ بِشَأْنِكُمْ وَبِضَلَالَةِ مَنْ خَالَفَكُمْ مُوَالٍ لَكُمْ وَلِأَوْلِيَائِكُمْ مُبْغِضٌ لِأَعْدَائِكُمْ وَمُعَادٍ لَهُمْ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ

مستبصر بشانکم: میں آپ علیہم السلام کی عظمت و منزلت کی معرفت و بصیرت حاصل کرنا چاہتا ہوں یہ جملہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ میں آپ علیہم السلام کی قدر و منزلت کی شناخت کے بارے میں علم و بصیرت کے دعوے سے عاجز ہوں، اس لئے کہ ائمہ علیہم السلام کی عظیم الشان عظمت و جلالت کو درک کرنا کہ جو نور خدا کی عظمت اور اس کے صفات کے مظاہر ہیں بشر کے احاطۂ قدرت سے باہر ہے اور انسان صفات پروردگار کے کنہ و حقیقت کے ادراک و معرفت سے بھی تو عاجز ہے۔

وبضلالۃ من خالفکم ....وحرب لمن حاربکم: اور میں اس بات سے بھی اچھی طرح آگاہ ہوں کہ آپ علیہم السلام کے مخالفین ضلالت و گمراہی میں ہیں۔ آپ علیہم السلام سے اور آپ علیہم السلام کے چاہنے والوں سے محبت کرتا ہوں اور آپ علیہم السلام کے دشمنوں کا دشمن ہوں، جو آپ علیہم السلام کی اطاعت کرتا ہے اس کی پیروی کرتا ہوں، جو آپ علیہم السلام سے محبت کرتا ہے اس سے محبت کرتا ہوں اور جو آپ علیہم السلام سے جنگ کرے اس سے جنگ کروں گا۔

مُحَقِّقٌ لِمَا حَقَّقْتُمْ مُبْطِلٌ لِمَا أَبْطَلْتُمْ مُطِيعٌ لَكُمْ عَارِفٌ بِحَقِّكُمْ مُقِرٌّ بِفَضْلِكُمْ مُحْتَمِلٌ لِعِلْمِكُمْ مُحْتَجِبٌ بِذِمَّتِكُمْ مُعْتَرِفٌ بِكُمْ

محقق لما حققتم مبطل لما ابطلتم: میں اس بات کا عقیدہ رکھتا ہوں کہ جن چیزوں

https://downloadshiabooks.com/

کو آپ علیہم السلام نے حق سمجھا حق ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہو کہ آپ علیہم السلام نے جن چیزوں کو حق سمجھا ہے اس کی حقانیت کے بیان و تشریح میں سعی و کوشش کرتا ہوں۔ اور جن چیزوں کو آپ علیہم السلام نے باطل کہا اسے باطل جانتا ہوں۔

مطیع لکم عارف بحقکم مقر بفضلکم محتمل لعلمکم: یعنی کامل طور سے آپ علیہم السلام ہی کا مطیع و فرمانبردار ہوں، اور یہ بھی مقصود ہو سکتا ہے کہ آپ علیہم السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کے واجب ہونے کا اعتراف کرتا ہوں اگرچہ بعض اوقات مجھ سے مخالفت ہو جاتی ہے اور ارتکاب معصیت کر بیٹھتا ہوں۔ مجھ پر جو آپ علیہم السلام کا واجب حق ہے اس سے آگاہ ہوں اور آپ علیہم السلام کی فضیلت و برتری کا اقرار کرتا ہوں۔ آپ علیہم السلام کے حکم کو تسلیم کرتا ہوں اور اسے حق سمجھتا ہوں اگرچہ میری کوتاہ فکر اور ناقص عقل اسے درک کرنے سے عاجز ہے۔

محتجب بذمتکم: یعنی میں نے آپ علیہم السلام کے عقیدۂ امامت اور آپ علیہم السلام کے لطف و عنایت اور سایۂ رحمت سے خوفناک ہلاکت و نابودی سے نجات حاصل کیا ہے اور آتش جہنم اور شیطانی وسوسوں سے آزادی پائی ہے۔ یا یہ سمجھ لیں کہ آپ علیہم السلام کی محفوظ اور مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لینے والوں میں شامل ہو گیا ہوں۔

معترف بکم: یعنی آپ ائمہ علیہم السلام کی امامت و برتری کا اعتراف کرتا ہوں۔

وَ مُؤْمِنٌ بِإِيَابِكُمْ مُصَدِّقٌ بِرَجْعَتِكُمْ

مومن بایابکم مصدق برجعتکم: میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آپ اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں واپس آئیں گے، تاکہ دین خدا کو رفعت و بلندی عطا کریں اور

https://downloadshiabooks.com/

منافقوں، کافروں سے انتقام لے سکیں اور جھوٹے و مکار دشمنوں کی شان و شوکت کو خاک میں ملا کر ان کے غرور کو توڑ دیں۔

آخر کے یہ دونوں جملہ تمام ائمہ علیہم السلام کی رجعت یعنی دنیا میں واپس آنے پر دلالت کر رہے ہیں۔ رجعت کے ثبوت میں کثرت اور تواتر کے ساتھ روایتیں پائی جاتی ہیں۔ شیعہ مذہب کے برجستہ علمائے بزرگ بھی بطور کلی ائمہ علیہم السلام کی رجعت کے بارے میں اور یہ کی وہ سب حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمانۂ ظہور میں مخلص صاحبان ایمان کی جماعت اور دشمنوں کے ساتھ دنیا میں دوبارہ واپس آئیں گے، قبول کرتے ہیں اور اس پر اجماع رکھتے ہیں۔ ہاں یہ بات بھی ہے کہ ہمارے مخالفین عقیدۂ رجعت کے قائل نہیں ہیں اور وہ اس کا شدت سے انکار کرتے ہیں اور اس پر وہ طعن و تشنیع سے کام لیتے ہیں۔ جبکہ قرآن کریم کی ایک نہیں کئی آیتیں رجعت کو ثابت کرتی ہیں۔

خداوند عالم قرآن میں جناب عزیر، اصحاب کہف، اور بنی اسرائیل کی قوم کے بارے میں یاد دلاتا ہے: "أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ۔۔۔" (کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو موت کے خوف سے اپنے گھروں سے بھاگ کھڑے ہوئے، کہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے، جنہوں نے طاعون کی وبا کا بہانہ بنا کر جہاد میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔ خدا نے ان سے کہا مر جاؤ وہ اسی بیماری میں مر گئے۔ پھر خدا نے انہیں زندہ کیا۔ بقرہ۔ ۲۴۳)

یہ قوم بنی اسرائیل کی داستان ہے، یہ لوگ ستر ہزار خاندان میں بسے ہوئے تھے۔ ہر سال ان کے درمیان طاعون کی وبا پھیلتی تھی۔ جو صاحبان ثروت تھے وہ اس علاقہ سے کوچ کر جاتے

https://downloadshiabooks.com/

تھے اور جو قادر نہیں تھے فقیر تھے اسی شہر میں رہ جاتے تھے، جو کوچ کر گئے تھے جب ان کے درمیان طاعون کی بیماری کم ہوئی اور جو رہ گئے تھے ان میں بڑھ گئی تو کوچ نہ کرنے والوں نے کہا: اگر ہم بھی کوچ کر جائیں تو اس وبا سے دوچار نہیں ہوں گے۔ اور جو لوگ جا چکے تھے وہ کہنے لگے: اگر ہم رک جائیں گے تو تمہاری طرح ہم بھی گرفتار ہو جائیں گے۔ اس لئے سب نے اتفاق طور سے طے کیا کہ جب دوبارہ وبا پھیلیگی تو سب ایک ساتھ علاقہ سے باہر چلے جائیں گے۔ بیماری آئی اور سب کے سب کوچ کر کے ایک دریا کے کنارے ساکن ہوئے۔ تو جیسے ہی اپنا اپنا سامان سفر اور بار اتارا خداوند عالم نے حکم دیا "سب مر جاؤ" تو سب کی روحیں نقل گئیں اور مر گئے۔ اس کے بعد وہاں سے جب گذرنے والے گذرے تو انہوں نے ان سب کو ایک طرف کر دیا تا کہ راستہ میں رکاوٹ نہ رہیں۔ ان کے بارے میں امر پروردگار یوں ہی جاری رہا یہاں تک کہ وہاں سے "ارمینای" نبی کا گذر ہوا تو کہنے لگے: پروردگار! اگر تو چاہے تو انہیں زندہ کر سکتا ہے تا کہ اپنے شہروں کو آباد کر سکے اور اپنی آنے والی نسلوں کے ذریعہ تیرے بندوں کی تعداد میں اضافہ کر سکیں۔ اور تیری بندگی و پرستش کریں۔ وحی پروردگار آئی: کیا آپ چاہتے ہیں کہ انہیں زندہ کروں؟ ارمیناہ نبی نے کہا: ہاں! اے پروردگار! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی خاطر ان سب کو زندہ کر دیا، تو یہ قوم تھی جو ایک مرتبہ دنیا سے گئی تو دوبارہ دنیا میں واپس آگئی۔ اس کے بعد اپنی طبیعی موت سے دنیا سے گئے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایک اور نبی علیہ السلام کے بارے میں داستان نقل فرماتا ہے: "أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ ..... شَيْءٍ قَدِيرٌ" (یا اس بندے کی مثال جس کا گذر ایک قریہ سے ہوا جس کے سارے عرش و فرش گر چکے تھے تو اس بندے نے کہا خدا

https://downloadshiabooks.com/

ان سب کو موت کے بعد کس طرح زندہ کریگا، تو خدا نے اس بندہ کو سو سال کے لئے موت دیدی اور پھر زندہ کیا اور پوچھا کہ کتنی دیر پڑے رہے تو اس نے کہا ایک دن یا کچھ کم۔ فرمایا نہیں، سو سال، ذرا اپنے کھانے اور پینے کو تو دیکھو کہ خراب تک نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھو (کہ سڑ گیا ہے) اور ہم اسی طرح لوگوں کے لئے ایک نشانی بنانا چاہتے ہیں پھر ان ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح جوڑ کر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر جب ان پر یہ بات واضح ہو گئی تو بیساختہ آواز دی کہ مجھے معلوم ہے کہ خدا ہر شیٔ پر قادر ہے۔ بقرہ – ۲۵۹/)

ان آیتوں میں خدا جس بندے کی داستان بتا رہا ہے وہ انبیاء بنی اسرائیل کے ایک نبی جناب عزیر علیہ السلام تھے۔ جو حکم خدا سے سو سال کے لئے مر گئے تھے اور حکم خدا ہی سے دوبارہ دنیا میں آئے اور زندہ ہوئے اور معمول کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کی پھر اپنی طبیعی موت سے دنیا سے گئے۔

اسی طرح خداوند عالم جناب موسی علیہ السلام کی قوم کے چند نمایندوں کے حالات میں فرماتا ہے: "ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" (پھر ہم نے تمہیں موت کے بعد اٹھایا شاید اس کی نعمت کا شکر بجالاؤ۔ بقرہ – ۵۶/)۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل کے نمایندوں نے خداوند عالم کا جناب موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنے کو سنا تو کہنے لگے: اے موسی! ہم اس وقت تک خدا پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اسے ظاہر بہ ظاہر نہ دیکھ لیں گے "... حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ ..." (یہاں تک کہ خدا کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں اسی حالت میں ایک بجلی نے انہیں اپنی چپیٹ میں لے لیا۔ بقرہ – ۵۵/)۔ خدا کی جانب سے ایک بجلی آئی اور انہیں ہلاک کر دیا۔ حضرت موسی

https://downloadshiabooks.com/

عَلَیہِ السَّلَامْ نے بارگاہ خدا میں عرض کی: پروردگارا جب بنی اسرائیل کی طرف پلٹ کر جاؤنگا تو انہیں کیا جواب دوں گا؟ اس لئے خداوند عالم نے اپنے نبی عَلَیہِ السَّلَامْ کی خاطر انہیں زندہ کیا اور وہ سب دوبارہ دنیا میں واپس آئے اور معمول کے مطابق کھانے پینے میں مصروف ہو گئے، شادیاں ہوئیں، بچے پیدا ہوئے اور پھر اپنی طبیعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت عیسی عَلَیہِ السَّلَامْ کے بارے میں بھی خدائے تعالیٰ فرماتا ہے: "۔۔۔وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي۔۔۔" (اور اس وقت جب میرے اذن سے مردوں کو قبر سے نکالا۔ مائدہ– ۱۱۰/)
اس لئے کہ حضرت عیسی عَلَیہِ السَّلَامْ نے جن مردوں کو امر پروردگار سے زندہ کیا وہ سب دنیا میں واپس آئے اور دنیا میں باقاعدہ زندگی بسر کی اور پھر طبیعی موت آئی۔

اسی طرح اصحاب کہف کے بارے میں قرآن کریم بیان کرتا ہے: " وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا " (وہ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے اس پر نو سال اور بڑھا دیا: کہف– ۲۵/)۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مرنے کے ۳۰۹/ سال بعد زندہ کیا اور دنیا میں واپس آئے۔ اصحاب کہف کی داستان مشہور ہے۔ قرآن کریم کی ان متعدد آیتوں اور داستان کو ملاحظہ کرنے کے ساتھ ساتھ اہلسنت کے علماء نے جو کثیر سندوں کے حوالے سے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہِ وَسَلَّمْ سے نقل کیا ہے کہ: جو کچھ گذشتہ امتوں میں رونما ہوا ہے، بغیر کسی چھوٹے اختلاف کے میری امت میں بھی رونما ہو گا[۱۰۸]۔ اس پر نظر پڑتی ہے تو قبول کرنا چاہئے کہ: جس طرح گذشتہ امتوں میں "رجعت" پائی جاتی تھی اس امت میں بھی رجعت

---

[۱۰۸] کمال الدین، ج ۲، باب ۵۴، ص ۵۷۶۔

https://downloadshiabooks.com/

رونما ہو گی۔ اور اسی وجہ سے تو اہلسنت کے علماء نے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت حضرت عیسی علیہ السلام نازل ہوں گے اور حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے پیچھے نماز ادا کریں گے[۱۰۹]۔

اور ہاں یہ جناب عیسی علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا بھی دنیا سے اٹھا لئے جانے کے بعد ہنگام قیام دنیا میں دوبارہ واپس آنا ہے۔ اس لئے کہ خداوند متعال ان کے بارے میں قرآن میں فرماتا ہے: "۔۔۔۔إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ۔۔۔۔" (میں تمہاری دنیا میں مدتِ قیام پوری کرنے والے اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والے ہیں۔ آل عمران – ۵۵/)

اور اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا: "۔۔۔۔وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا" (اور ہم ان تمام انسانوں کو محشور کریں گے اور کسی کو بھی باقی نہیں چھوڑیں گے۔ کہف – ۴۷/) اور دوسری جگہ فرمایا: "وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا ۔۔۔۔" (اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس دن کو یاد کیجئے جب تمام لوگوں کو جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے ہر قوم سے ایک جماعت کو قیامت (یا ہنگام ظہور امام علیہ السلام دنیا کی رجعت) میں محشور کریں گے۔ نمل – ۸۳/)۔

یہ آیت رجعت کے عقیدہ کو اس طرح ثابت کرتی ہے کہ قیامت میں تو تمام انسان اولین و آخرین کے لوگ محشور کئے جائیں گے اور زندہ ہوں گے، بعض جماعت یا ہر قوم کے کچھ لوگوں کو محشور کئے جانے کا کوئی معنی نہیں جبکہ اس آیت میں اس دن ہر قوم کے ایک گروہ

---

[۱۰۹] منتخب الاثر، فصل ۷، باب ۸، ص ۴۷۹۔

https://downloadshiabooks.com/

کو محشور کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس بنا پر آیت عقیدۂ رجعت کو بیان کر رہی ہے۔

اور خداوند عالم یہ بھی فرماتا ہے: "وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا ۔۔۔" (ان لوگوں نے واقعی اللہ کی قسم کھائی تھی کہ اللہ مرنے والوں کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا ہے حالانکہ یہ اس کا برحق وعدہ ہے۔ نحل ۔ ۳۸/) اس آیت کا مفہوم اور مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے انکار کے مقابلہ میں اپنے وعدہ کو عملی جامہ عطا کریگا یعنی کچھ مردوں کو زندہ کریگا اور یہی دنیا میں رجعت یعنی واپسی کا مفہوم و معنی ہے۔ اس لئے کہ اس کے بعد والی آیت میں ارشاد ہوتا ہے: " لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۔۔۔" (اس کا ہدف یہ ہے کہ وہ جن چیزوں میں اختلاف کر رہے ہیں وہ ان کے لئے واضح و روشن کر دے۔ نحل ۳۹/) تاکہ جس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آشکار کر دے۔ اور کسی بھی چیز کو واضح و آشکار کر کے بیان کر دینا کہ اختلاف ختم ہو جائے یا حق واضح ہو جائے وہ اس دنیا کے لئے ہوتا ہے، آخرت میں نہیں ہو گا، اس لئے کہ انکار کرنے والے دنیا میں حشر کا انکار کر رہے ہیں اور آخرت میں تو وہ خود اپنے ہی حشر کو مشاہدہ کریں گے۔ واضح طور سے اس میں تو کوئی ابہام ہے ہی نہیں۔

اور اس کے علاوہ خداوند متعال دنیا میں صاحبان ایمان کی مدد و نصرت کا وعدہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: "إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۔۔۔" (ہم یقینا اپنے رسولوں اور صاحبان ایمان کی اس دینا میں بھی نصرت کریں گے اور آخرت میں بھی۔ مومن ۔ ۵۱/) اور یہ بات اچھی طرح واضح ہے کہ دنیا میں صاحبان ایمان کی نصرت و مدد کرنے کا وعدۂ الٰہی ابھی تک متحقق نہیں ہوا ہے اور چونکہ وعدۂ الٰہی حق ہے تو یہ وعدۂ پروردگار ان کے

https://downloadshiabooks.com/

زمانۂ رجعت میں عملی طور سے پورا ہو گا۔

اور دو مرتبہ زندہ کئے جانے کا اقرار تو خود کافروں نے بھی کیا ہے۔ قرآن کریم کی زبانی نقل ہوا ہے کہ: "قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ" (اس وقت کافر کہیں گے پروردگارا تو نے ہمیں دو مرتبہ مارا اور زندہ کیا، پس ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا، کیا عذاب جہنم سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے۔ غافر – ۱۱/) اور اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے: "ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا" (اس کے بعد ہم نے تمہیں دوبارہ ان پر غلبہ دیا اور اولاد و اموال سے تمہاری مدد کی اور تمہیں بڑے گروہ والا بنا دیا۔ اسراء – ۶/) آیت میں "کرّہ" سے مراد یہ ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں واپس ہوگے اور ہم تمہاری مدد کریں گے، تاکہ اپنے دشمنوں پر کامیابی حاصل کر سکو اور یہی رجعت کا معنی ہے۔

عقیدۂ رجعت کے ثبوت اور تائید کرنے والی شیعوں کے طریقۂ سند سے وارد ہونے والی روایتیں تو تواتر کی حد بلکہ متواتر ہیں۔ اس لئے کہ عقیدۂ رجعت کے بارے میں ہمارے بزرگ علماء اور قابل اعتماد محدثین کی اکثریت نے تقریباً دو سو حدیثیں نقل کی ہیں۔ مرحوم کلینی علیہ الرحمہ، شیخ صدوق علیہ الرحمہ، شیخ مفید علیہ الرحمہ شیخ طوسی علیہ الرحمہ، سید مرتضی علیہ الرحمہ، مرحوم نجاشی علیہ الرحمہ، مرحوم کشی علیہ الرحمہ، مرحوم عیاشی علیہ الرحمہ، علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ، سلیم ہلالی علیہ الرحمہ، مرحوم کراجکی علیہ الرحمہ، نعمانی علیہ الرحمہ، مرحوم صفار علیہ الرحمہ، سعد بن عبد اللہ علیہ الرحمہ، ابن قولویہ علیہ الرحمہ، ابن

https://downloadshiabooks.com/

طوسی علیہ الرحمہ اور ان کے بیٹے، فرات بن ابراہیم علیہ الرحمہ، امین الاسلام ابو الفضل طبرسی علیہ الرحمہ، ابو طالب طبرسی علیہ الرحمہ، مرحوم برقی علیہ الرحمہ، ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ، قطب راوندی علیہ الرحمہ، علامہ فضل بن شاذان علیہ الرحمہ، شہید اول علیہ الرحمہ اور دوسرے علمائے متقدمین کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اور ثبوت رجعت میں رسالہ، کتابیں، بھی تالیف ہوئی ہیں۔ جیسے احمد بن داود بن سعید جرجانی، شیخ طوسی اپنی کتاب "فہرست" میں لکھتے ہیں: ان کی ایک کتاب جس کا نام "المتعۃ والرجعت" ہے۔ اور حسن بن علی ابن ابی حمزہ بطائنی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کے بارے میں نجاشی نے لکھا ہے کہ ان کی منجملہ کتابوں میں کتاب رجعت بھی ہے۔ اور شیخ طوسی نے اپنی کتاب "فہرست" میں اور نجاشی نے بھی لکھا ہے کہ "فضل بن شاذان" نے اثبات رجعت کے بارے میں بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ اور شیخ طوسی و نجاشی نے محمد بن مسعود عیاشی کے بارے میں بھی بتایا ہے کہ رجعت کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، اس کے علاوہ دوسروں نے بھی اس پر تحقیق کی ہے۔

منجملہ روایتوں کے ایک روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کتاب اختصاص میں نقل ہوئی ہے: جس وقت زمین اپنا منھ کھول دے گی تو جو سب سے پہلے دنیا میں واپس آیگا وہ امام حسین علیہ السلام ہوں گے، ہاں یہ رجعت تمام لوگوں کے لئے نہیں ہے، بلکہ مخصوص لوگوں کے لئے ہے۔ اس لئے کہ جو خالص مومن ہو گا یا پورے طور سے مشرک ہو گا وہی دوبارہ دنیا میں واپس آیگا"[۱۰۱]۔

---

[۱۰۱] بحار الانوار، ج۵۳، باب ۲۹، رقم ۱، ص ۳۹، روایت منتخب البصائر سے نقل ہوئی ہے جبکہ کتاب اختصاص کا حوالہ مؤلف نے دیا

https://downloadshiabooks.com/

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: بیشک پیغمبر اسلام اور حضرت علی علیہما السلام دنیا میں واپس آئیں گے[111]۔

آیت "وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا" (نمل - ۸۳/) کی تفسیر کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو صاحبان ایمان قتل ہوئے ہیں وہ بہت جلد دنیا میں واپس آکر اپنی معمول کی زندگی بسر کریں گے تاکہ اپنی طبیعی موت دنیا سے جائیں اور جو صاحبان ایمان طبیعی موت سے دینا سے جاتے ہیں وہ عنقریب دنیا میں ،اپس آئیں گے تاکہ قتل کئے جائیں[112]۔

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے "وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ...." (اگر راہ خدا میں قتل کر دیئے جاؤ یا موت آجائے تو اس دنیا میں رحمت خدا شامل حال ہو گی۔ آل عمران - ۱۵۷/) کی تفسیر میں سابق آیت کی تفسیر کو بیان فرمایا ہے[113]۔

امام جعفر صادق علیہ السلام آیت "وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ...." (اس وقت کو یاد کیجئے جب خداوند عالم نے انبیاء سے پیمان لیا۔ آل عمران - ۸۱/) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: انبیاء سے عہد و پیمان سے مراد یہ ہے کہ خداوند عالم نے ان سے عہد لیا ہے کہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کی نصرت کریں گے۔ اور فرمایا: خدا

ہے کہ یہ شاید دونوں کتابوں کے رمز کی بنا پر ہوا ہے اس لئے کہ بحار میں منتخب البصائر کا رمز (خص) ہے جبکہ اختصاص کا رمز (ختص) ہے اسی سے مشتبہ ہوا ہے۔

[111] بحار الانوار، ج ۵۳، باب ۲۹، رقم ۲

[112] بحار الانوار، ج ۵۳، باب ۲۹، رقم ۵

[113] بحار الانوار، ج ۵۳، باب ۲۹، رقم ۸

https://downloadshiabooks.com/

کی قسم ایسا ہی ہے۔ اس لئے کہ انبیاء آدم علیہ السلام سے خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک، جنکو خدا نے مبعوث فرمایا ہے انہیں دوبارہ دنیا میں واپس بھیجے گا تا کہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے رکاب میں جنگ کریں"[114]۔

سلیمان دیلمی کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت " ...إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا... "(موسی نے اپنی قوم سے کہا: اے قوم! اس نعمت خدا کو یاد کرو جب تمہارے درمیان انبیاء کو بھیجا اور تمہیں بادشاہی عطا کی۔ مائدہ۔ ۲۰/) کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: انبیاء سے حضرت پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کا خاندان مراد ہے۔ اور بادشاہی (ملوک) سے ائمہ علیہم السلام مقصود ہیں۔ میں نے عرض کیا: خداوند عالم نے آپ علیہم السلام کو کونسی بادشاہت عطا فرمائی ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم نے ہمیں جنت ورجعت کی بادشاہت عطا کی ہے"[115]۔

ایک اور حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو سب سے پہلے دنیا میں واپس آئیں گے وہ حسین بن علی علیہما السلام ہیں اور باوقار و شوکت کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔ یہاں تک کہ طولانی عمر کی بنا پر بھویں آنکھوں کو ڈھانپ لیں گی۔ اسی طرح امام علیہ السلام نے آیت " إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ... "(جس نے احکام خدا کو آپ پر فرض کیا ہے وہ آپ کو آپ کی جائیگاہ (مکہ یا ابدی بہشت) میں واپس پلٹا دیگا۔ قصص۔

---

[114] بحار الانوار، ج۵۳، باب۲۹، رقم۹

[115] بحار الانوار، ج۵۳، باب۲۹، رقم۱۸

https://downloadshiabooks.com/

۸۵/ر) کے بارے میں فرمایا: تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری طرف واپس آئیں گے"[۱۱۶]۔

تفسیر قمی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے: وہ سارے انبیاء جو حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں دوبارہ دنیا میں واپس آئیں گے، اور امیر المؤمنین علیہ السلام کی نصرت کریں گے۔ اور قول خدا "لَتُؤۡمِنُنَّ بِهِ" کی یہی تفسیر ہے۔ یعنی تاکہ سارے انبیاء، پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور حضرت علی علیہ السلام کی مدد کریں"[۱۱۷]۔

مفضل بن عمر کہتے ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام کے محضر مبارک میں امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اور ان کے شیعوں کے بارے میں، جو اپنے دل میں شوق دیدار کی امید لئے دنیا سے چلے گئے، گفتگو کر رہے تھے تو امام علیہ السلام نے ہم سے فرمایا: جب امام مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو قبر مومن کے پاس آکر آواز دیں گے: اے مومن تمہارے آقا نے ظہور کیا ہے۔ اگر ان کے ساتھ آنا چاہتے ہو تو آؤ، اور اگر خدا کے جوار (جوار رحمت) میں آرام کرنا چاہتے ہو تو آرام کرو"[۱۱۸]۔

واضح رہے کہ عقیدۂ رجعت پر مخالفین رجعت نے اعتراضات بھی کئے ہیں مگر وہ بڑے نچلے درجہ کے اعتراضات ہیں، منجملہ:

پہلا اعتراض: اگر رجعت کو صحیح مان لیا جائے تو پھر یزید ملعون، شمر ملعون اور ابن زیاد ملعون

[۱۱۶] بحار الانوار، ج ۵۳، باب ۲۹، رقم ۱۹

[۱۱۷] بحار الانوار، ج ۵۳، باب ۲۹، رقم ۲۳

[۱۱۸] الغیبۃ، شیخ طوسی، ص ۲۷۶۔

https://downloadshiabooks.com/

پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ جب یہ زمانۂ رجعت میں واپس آئیں گے تو انہیں توبہ کرنے سے کوئی چیز مانع نہ ہو گی لہذا کفر و گمراہی سے توبہ کر کے راہ ہدایت پر آجائیں گے تو اس وقت ان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے؟

جواب: الف: پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے پاس معتبر اور قطعی روایتیں موجود ہیں کہ ائمہ معصومین علیہم السلام نے بھی ان پر لعنت کی ہے، اس سے ہمیں یقین اور علم حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے: "وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ" (اگر ہم ان پر فرشتوں کو نازل کر دیتے اور مردے بھی ان سے کلام کرتے اور تمام چیزوں کو ان کے سامنے جمع کر دیتے تب بھی وہ ہرگز ایمان نہیں لاتے مگر یہ کہ جو خدا چاہے۔ انعام – ۱۱۱/)

یعنی وہ ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ خدا ان کو ایمان لانے پر مجبور کرے۔

ب: زمانۂ رجعت میں جو خداوند عالم کفار و منافقین کو دنیا میں دوبارہ واپس بلائیگا تو وہ ان سے انتقام لینے کر غرض سے ہو گا۔ توبہ کی مہلت دینے کے لئے تھوڑی بلائیگا کہ ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔ اور ایسے لوگ فرعون کے مانند ہوں گے جس نے ڈوبنے کے وقت کہا: "آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ" (کہ میں ایمان لایا کہ کوئی خدا نہیں ہے سواء اس خدا کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلم ہوں۔ یونس – ۹۰/)۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: "آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ" (اب کیا جب کہ اس سے پہلے معصیت کی اور فساد کرنے والوں

https://downloadshiabooks.com/

میں تھا۔ یونس۔ ۹۱)

اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے آیت "یَوْمَ یَأْتِی ۔۔۔۔خَیْرًا" (جس دن اس کی بعض نشانیاں آجائیگی، اس دن جو لوگ پہلے ایمان نہیں لائے ہیں یا کوئی نیک عمل نہیں انجام دیا ہے اس کے ایمان کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ انعام۔ ۱۵۸) کی تفسیر میں فرمایا: جو شیعہ مذہب کا مخالف رہا ہے اگر وہ ظہور امام مہدی علیہ السلام کے وقت توبہ کریگا تو اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی[119]۔

دوسرا اعتراض: رجعت پر اعتراض کرنے والوں کا ایک اشکال یہ بھی ہے کہ کفار و منافقین نے جب موت کے بعد اپنی آنکھوں سے خدا کے عذاب کو مشاہدہ کر لیا اور رجعت الٰہی سے سر فراز ہو چکے تو کیونکر وہ زمانۂ رجعت میں بھی مخالفت اور سرکشی پر آمادہ ہوں گے۔ (یعنی مرنے کے بعد حق آشکار ہو جایگا اور رجعت میں پھر وہ کوئی سرکشی کریں گے ہی نہیں۔)

جواب: اس اعتراض کا جواب بھی گذشتہ جواب کی طرح ہی ہے۔ ہم کہتے ہیں: کفار و منافقین ان لوگوں کے زمرے میں داخل ہیں جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے: " فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا" (جب انہوں نے ہمارے عذاب، سختی اور عقاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو کہنے لگے: ہم خدائے واحد پر ایمان لائے۔ غافر۔ ۸۴) یا ایسے لوگوں کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جن کے بارے میں خدائے سبحان نے فرمایا ہے: " ۔۔۔یَا لَیْتَنَا ۔۔۔الْمُؤْمِنِینَ" (اے کاش دوبارہ دنیا میں پلٹ کر جائے اور اپنے خدا کی نشانیوں کو نہ جھٹلائے اور ایمان لانے والوں سے ہوتا۔ ۲۷/ انعام۔) اور اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں میں

[119] کمال الدین، ج ۲، باب ۳۳، رقم ۵۴، ص ۳۵۷۔

https://downloadshiabooks.com/

فرماتا ہے: " بَلْ بَدَا لَهُمْ ۔۔۔ عَنْهُ ۔۔۔ "(بلکہ جن اعمال و نیتوں کو پہلے چھپا کے رکھا تھا اب ان کے سامنے آشکار ہو گئی ہیں اور اگر یہ دوبارہ دنیا میں واپس جائیں گے تو انہیں اعمال کو پھر انجام دیں گے جنسے روکا گیا تھا۔ انعام – ۲۸ر)۔ یعنی اگر دوبارہ زمین پر واپس آئیں گے تو پھر سے سرکشی اور مخالفت کریں گے۔

سید ابن طاؤس کتاب طرائف میں کہتے ہیں کہ مسلم نے اپنی کتاب صحیح میں جلد اول کی ابتداء میں جراح بن ملیح سے روایت کیا ہے کہ میں نے جابر سے سنا کہ: میرے پاس ستر ہزار حدیثیں امام محمد باقر علیہ السلام سے موجود ہیں جن کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ مگر دشمنوں نے ان ساری حدیثوں کو نظر انداز کر دیا، اعتنا نہیں کیا۔ پھر مسلم اپنی صحیح مسلم میں محمد بن عمر رازی کی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے حریز سے سنا ہے کہ وہ کہہ رہے تھے، جابر بن یزید جعفی سے ملاقات کی ہے مگر روایت ان سے یاد نہیں رکھی، اس لئے کہ وہ رجعت کے قائل تھے۔

ذرا ملاحظہ کیجئے۔

ان لوگوں نے کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام محمد باقر علیہ السلام جو اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برجستہ ترین عالم و باقر ہیں ان کی ستر ہزار حدیثوں سے لوگوں کو بہرہ مند ہونے سے محروم کر دیا ہے۔ جبکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اپنے اہل بیت علیہم السلام سے تمسک اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ مسألہ رجعت تو وہ مسلمہ عقیدۂ قرآن ہے جس کے بارے میں اکثر بلکہ تمام مسلمان، مردوں کے زندہ کئے جانے اور قبروں میں بھی اصحاب کہف اور ان کی داستان کے بارے میں سوال کئے جانے کی حدیثوں کو نقل کیا ہے۔ قرآن کریم کو تو دنیا کا ہر

https://downloadshiabooks.com/

مسلمان قبول کرتا ہے، اس پر ایمان نہ ہونے سے مسلمان کہاں رہ جائیگا اور وہ اس طرح بیان کرتا ہے: " أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا ۔۔۔۔أَحْيَاهُمْ۔۔۔۔ " (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکل پڑے موت کے خوف سے اور خدا نے انہیں موت کا حکم دے دیا اور پھر زندہ کر دیا۔ بقرہ۔ ۲۴۳ر) اور اس کے علاوہ ان ستر بنی اسرائیل کی داستان جو حضرت موسیٰ کے ساتھ تھے جب بجلی گری تو سب لوگ مر گئے پھر زندہ ہوئے، قرآن کریم کی ان آیتوں اور بیان میں اور ائمہ علیہم السلام اور ان کے راویوں کی بیان کردہ باتوں میں کونسا فرق دکھائی دیا اور جابر نے کونسا گناہ کیا تھا کہ ان کی حدیثیں معتبر قرار نہ پائیں اور انہیں نقل کرنے سے گریز کیا۔ پایان کلام سید ابن طاؤس[120]۔

مُنْتَظِرٌ لِأَمْرِكُمْ مُرْتَقِبٌ لِدَوْلَتِكُمْ

منتظر لامرکم: حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمانۂ ظہور میں اپنے دشمنوں پر آپ علیہ السلام کے کامیاب ہونے کا انتظار کر رہا ہوں، یا آپ علیہ السلام کے ظہورِ امامت کا منتظر ہوں۔

مرتقب لدولتکم: زمانۂ رجعت میں آپ علیہ السلام کی حکومت کا انتظار کر رہا ہوں۔

آخِذٌ بِقَوْلِكُمْ عَامِلٌ بِأَمْرِكُمْ مُسْتَجِيرٌ بِكُمْ زَائِرٌ لَكُمْ لَائِذٌ عَائِذٌ بِقُبُورِكُمْ مُسْتَشْفِعٌ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِكُمْ وَمُتَقَرِّبٌ بِكُمْ إِلَيْهِ وَمُقَدِّمُكُمْ أَمَامَ طَلِبَتِي وَحَوَائِجِي وَإِرَادَتِي فِي كُلِّ أَحْوَالِي وَأُمُورِي

آخذ بقولکم عامل بامرکم: میں آپ علیہم السلام کے اقول و فرمودات کو پورے طور سے

---

[120] الطرائف، جزء اول، ص ۱۹۰-۱۹۱۔

https://downloadshiabooks.com/

قبول کرتا ہوں اور ان پر عمل کرتا ہوں اور اسی کی پابندی کرتا ہوں۔ یا یہ کہ ان کے انجام دینے پر مصمم ارادہ رکھتا ہوں۔

مستجیر بکم: آپ علیہم السلام کی ولایت و محبت اور زیارت کے سبب آپ علیہم السلام کی پناہ میں قرار پاتا ہوں۔

زائر لکم: آپ علیہم السلام کی زیارت کر کے امید رکھتا ہوں کہ خدا کے اجر و ثواب کو حاصل کر لوں اور اس کے عذاب سے نجات پا سکوں۔

لائذ عائذ بقبور کم: آپ علیہم السلام اور آپ علیہم السلام کی پاک و پاکیزہ قبر و مزار میں پناہ حاصل کرتا ہوں اور آپ سے مدد چاہتا ہوں۔

مستشفع الی اللہ عزوجل بکم: یعنی آپ ائمہ طاہرین علیہم السلام کو بارگاہ پروردگار میں اپنے لئے شفیع قرار دیتا ہوں۔

ومتقرب بکم الیہ ومقدمکم... اموری: یعنی آپ حضرات علیہم السلام کے حق کا واسطہ دے کر خدائے تعالیٰ کو پکارتا ہوں اور بارگاہ احدیت میں اپنا مدعا بیان کرنے سے قبل آپ حضرات علیہم السلام کو اپنا شفیع قرار دیتا ہوں تاکہ میری دعائیں باب استجابت سے مل کر مستجاب ہو سکیں۔ یا یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ اپنی دعائیں پیش کرنے سے پہلے آپ اہل بیت علیہم السلام پر صلوات بھیجتا ہوں تاکہ دعائیں قبول ہو جائیں۔

ہشام بن سالم امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک صحیح حدیث میں نقل کرتے ہیں: محمد و آل محمد

https://downloadshiabooks.com/

علیہم السلام پر صلوات پڑھے بغیر کسی بندہ کی دعا بارگاہ الہی میں نہیں پہونچتی ہے[121]۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا: جو شخص دعا کرے اور پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد نہ کرے تو اس کی دعا اس وقت تک اس کے سر پر معلق رہتی ہے جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد نہیں کرتا اس کے بعد ہی دعا بارگاہ الہی میں پہنچتی ہے[122]۔

راوی مرازم ناقل ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے اپنی دعاؤں سے ایک تہائی حصہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرار دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کام کیا۔ اس کے بعد عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنی دعاؤں کا آدھا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قرار دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بہت عمدہ ہے۔ پھر اس نے عرض کیا: میں نے اپنی تمام دعاؤں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قرار دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر تو خداوند عالم دنیا و آخرت سے جو کچھ چاہو گے تمہیں عنایت فرمائے گا۔ اس مقام پر ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: اپنی دعاؤں کو اس شخص نے کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قرار دیا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ شخص اپنی تمام دعاؤں کا آغاز محمد و آل محمد علیہم السلام پر صلوات کے ذریعہ کیا کرتا تھا[123]۔

---

[121] کافی، ج ۲، باب الصلاۃ علی النبی محمد و اھل بیتہ علیھم السلام، رقم ۱، ص ۴۹۱۔
[122] کافی، ج ۲، باب الصلاۃ علی النبی محمد و اھل بیتہ علیھم السلام، رقم ۲، ص ۴۹۱۔
[123] کافی، ج ۲، باب الصلاۃ علی النبی محمد و اھل بیتہ علیھم السلام، رقم ۱۲، ص ۴۹۳۔

https://downloadshiabooks.com/

مُؤْمِنٌ بِسِرِّكُمْ وَعَلَانِيَتِكُمْ وَشَاهِدِكُمْ وَغَائِبِكُمْ وَأَوَّلِكُمْ وَآخِرِكُمْ

مومن بسر کم وعلانتکم: یعنی میں آپ حضرات علیہم السلام کے حیرت انگیز اور فوق العادۃ امور پر جو زیادہ تر لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، ایمان رکھتا ہوں۔ نیز آپ حضرات علیہم السلام کے آشکار اور واضح امور و حالات پر بھی ایمان رکھتا ہوں، یا ممکن ہے اس کا یہ معنی ہو: میں آپ حضرات علیہم السلام کے ان اعتقادات پر جو پوشیدہ ہیں اور آپ حضرات علیہم السلام کے ان اعمال و گفتار پر جو آشکار و واضح ہیں ایمان رکھتا ہوں۔

وشاهد کم وغائبکم: میں آپ علیہم السلام کے حاضر اماموں یعنی گیارہ اماموں اور امام غائب حضرت امام مہدی علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہوں۔

واولکم و آخر کم: اور شیعوں کے پہلے امام علی ابن ابی طالب علیہما السلام اور اس سلسلہ کے آخری امام حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف پر ایمان و عقیدہ رکھتا ہوں۔ دوسروں کی طرح نہیں کہ وہ آپ اہل بیت علیہم السلام سے پہلے امام کو تو قبول کرتے ہیں مگر اس سلسلہ کے دوسرے اماموں کا عقیدہ نہیں رکھتے ہیں، یعنی درمیان میں کسی اور کی امامت کے قائل ہوگئے۔ اور نہ ہی واقفیہ کی طرح سے ہوں کہ جنہوں نے آپ اہل بیت علیہم السلام سے پورے بارہ اماموں کی امامت کا عقیدہ نہیں رکھا ہے۔ (واقفیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت پر آکر رک گئے (توقف کیا) اور انہیں کو قائم اہل بیت علیہم السلام جانتے ہیں۔ الملل والنحل تصحیح نائینی)

https://downloadshiabooks.com/

وَمُفَوِّضٌ فِي ذَٰلِكَ كُلِّهِ إِلَيْكُمْ وَمُسَلِّمٌ فِيهِ مَعَكُمْ وَقَلْبِي لَكُمْ سِلْمٌ وَرَأْيِي لَكُمْ تَبَعٌ وَنُصْرَتِي لَكُمْ مُعَدَّةٌ حَتَّىٰ يُحْيِيَ اللّٰهُ دِينَهُ بِكُمْ

مُفَوِّضٌ فِي ذَٰلِكَ كُلِّهِ إِلَيْكُمْ: یعنی آپ حضرات علیہم السلام کے امر امامت اور اعمال و کردار کے کسی بھی امر میں اعتراض نہیں کرتا ہوں۔ اس لئے کہ میں یقین رکھتا ہوں جو کچھ آپ حضرات علیہم السلام نے انجام دیا ہے، وہ امر پروردگار سے انجام دیا ہے۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ میں اپنے تمام امور کو آپ حضرات علیہم السلام کے سپرد کرتا ہوں تاکہ ان میں پائی جانے والی غلطیوں کی اصلاح فرمائیں۔ اس لئے کہ تمام لوگوں کے اعمال ائمہ معصومین علیہم السلام کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔

ومسلّم فیہ معکم: میں تمام امور میں امر پروردگار کے سامنے آپ حضرات علیہم السلام کی طرح اور آپ حضرات علیہم السلام کے ساتھ تسلیم ہوں۔ یعنی خداوند عالم کے اس امر اور فیصلہ پر اعتراض نہیں کرتا ہوں کہ خدا نے آپ حضرات علیہم السلام کو آپ کے دشمنوں پر (ظاہری) کامیابی کیوں عطا نہیں فرمائی ہے۔ یا کیوں امام زمانہ علیہ السلام پردۂ غیبت میں زندگی بسر کر رہے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ جس طرح آپ علیہم السلام امر خدا کے سامنے تسلیم اور اس کے فیصلہ سے راضی و خوشنود ہیں، میں بھی حکم پروردگار کے سامنے تسلیم ہوں۔ اور آپ حضرات علیہم السلام کے تمام اعمال و افعال پر عقیدہ رکھتا ہوں۔ میرے دل میں آپ حضرات علیہم السلام کے امور کے سلسلہ میں ذرہ برابر شبہہ نہیں ہے۔ بعض نسخوں میں "سِلَّمَ" آیا ہے، سین کو کسرہ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ جس کے معنی میں فرق نہیں ہے۔ یعنی میں خدا پر یہ اعتراض نہیں کرتا ہوں کہ کیوں آپ حضرات علیہم السلام نے یہ کام کیا ہے، اگرچہ میری ناقص عقل اور کوتاہ فکر

https://downloadshiabooks.com/

آپ حضرات علیہم السلام کے اعمال وافعال کی حکمت کو درک نہ کرسکے۔

ورأئی لکم تبع: میں دین و عقیدہ میں آپ علیہم السلام کی پیروی کرنے والا ہوں، اور آپ حضرات علیہم السلام کی رائے و عقیدہ کے سواء کوئی رائے و عقیدہ نہیں رکھتا ہوں، اگرچہ آپ علیہم السلام کے دشمن آپ کی رائے کے سامنے اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں: علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے یہ کہا ہے، میں یہ کہتا ہوں[124]۔

ونصرتی لکم معدۃ: میں آپ حضرات علیہم السلام کی نصرت و مدد کے لئے ہمہ وقت تیار ہوں اور آپ علیہم السلام کے قیام اور اعلان جہاد کا منتظر ہوں، تاکہ آپ علیہم السلام کی ہمراہی میں آپ کے دشمنوں سے جنگ کروں۔ یا اس کے علاوہ دوسرا معنی یہ مقصود ہو سکتا ہے کہ میں آپ علیہم السلام کے دین کی تبلیغ و ہدایت اور کلمۂ حق کی بلندی اور آپ علیہم السلام کی رائے و عقیدہ کو اپنی قدرت کے مطابق دلیل و برہان کے ساتھ انجام دینے کے لئے آمادہ ہوں، تاکہ اس طرح آپ علیہم السلام کی نصرت کر سکوں۔

حتی یحیی اللہ تعالیٰ دینہ بکم: یہاں تک کہ خداوند عالم آپ علیہم السلام کے قیام اور غلبہ عطا کرنے کے وسیلہ سے دوبارہ اپنے دین کو زندہ اور تجدید فرمائے۔

وَيَرُدَّكُمْ فِي أَيَّامِهِ وَيُظْهِرَكُمْ لِعَدْلِهِ وَيُمَكِّنَكُمْ فِي أَرْضِهِ فَمَعَكُمْ مَعَكُمْ لَا مَعَ عَدُوِّكُمْ

ویردکم فی ایامہ: یہاں تک کہ خداوند عالم اپنے دین کے روئے زمین پر پھیل جانے اور

---

[124] کافی، ج۱، کتاب فضل العلم، باب البدع و الرأی و المقاییس، رقم۹، ص۵۶۔

https://downloadshiabooks.com/

پرچم توحید کے لہرائے جانے کے دنوں میں آپ علیہم السلام کو دنیا میں دوبارہ بھیج دے۔ "ایام" سے رجعت کے ایام مراد ہیں۔ زیارت جامعہ مقدسہ کا یہ جملہ ان روایتوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو آیت "وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ" (خدا کے دنوں کو انہیں یاد دلائیں۔ ابراہیم – ۵/) کی تفسیر میں نقل ہوئی ہیں کہ ایام سے قیام امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ایام مقصود ہیں[125]۔

ويظهركم بعدله: اور آپ علیہم السلام کو زمانۂ رجعت میں خداوند عالم زندہ کرے گا تاکہ عدل کو قائم کریں۔

ويمكنكم فی ارضه: اور رجعت کے بعد خداوند عالم آپ حضرات علیہم السلام کو روئے زمین پر قدرت و سلطنت عطا فرمائے گا، جیسا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ...لَهُمْ..." (جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح انجام دئے ہیں ان سے خداوند عالم نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں روئے زمین پر ضرور خلیفہ قرار دے گا، جیسا کہ ان سے پہلے والوں کو خلیفہ قرار دیا ہے۔ نور – ۵۵/)

فمعكم معكم: یعنی میں آپ علیہم السلام کے ساتھ ہوں، آپ علیہم السلام کے دشمنوں سے بیزار ہوں۔

آمَنْتُ بِكُمْ وَتَوَلَّيْتُ آخِرَكُمْ بِمَا تَوَلَّيْتُ بِهِ أَوَّلَكُمْ وَبَرِئْتُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أَعْدَائِكُمْ وَمِنَ الْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَالشَّيَاطِينِ وَحِزْبِهِمُ الظَّالِمِينَ

---

[125] نور الثقلین، ج ۲، ص ۵۲۶، آیت کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

لَكُمْ الْجَاحِدِينَ لِحَقِّكُمْ وَ الْمَارِقِينَ مِنْ وِلَايَتِكُمْ وَ الْغَاصِبِينَ لِإِرْثِكُمْ

آمنت بکم: یعنی اس کائنات اور عالم ذر میں دل وزبان سے آپ علیہم السلام پر ایمان لایا ہوں۔

وتولیت آخر کم۔۔۔اوّلکم: جس طرح حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے محبت کرتا ہوں اور انہیں اپنا مولا تسلیم کرتا ہوں، امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف پر بھی عقیدہ رکھتا ہوں اور انہیں اپنا مولا مانتا ہوں۔ یا مقصود یہ ہو کہ آپ تمام ائمہ علیہم السلام کو حضرت علی علیہ السلام کی طرح مولا مانتا ہوں اور آپ حضرات علیہم السلام سے محبت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ ہر امام اپنے آخر سے قبل کی نسبت رکھتا ہے یعنی ہر ایک ولایت کی نسبت سے جڑا ہوا ہے۔

وبرئت الی اللہ۔۔۔من اعدائکم: اور خدا کی بارگاہ میں پناہ لینے کے ساتھ آپ علیہم السلام کے دشمنوں یعنی گمراہوں، ناصبیوں، آپ علیہم السلام کے مخالفین اور منکرین امامت سے برائت و بیزاری اختیار کرتا ہوں اور جبت (لغت میں سحر اور ساحر کا معنی ہے اور دوران جاہلیت کے ایک بت کا نام ہے۔ المنجد) و طاغوت اور شیطان صفت انسانوں جنہوں نے آپ علیہم السلام پر ظلم ڈھایا اور آپ علیہم السلام کے حق کا انکار کیا، اور جن لوگوں نے منصب امامت، فئ، اور فدک، عوالی، خمس، انفال، اور مخصوص مال وغیرہ میں آپ علیہم السلام کی وراثت و حق بنتا تھا انہیں غصب کیا۔ ان تمام لوگوں سے بیزاری اختیار کرتا ہوں۔ (فئ: جنگی غنائم کو کہتے ہیں، فدک: مدینہ کے قریب حجاز میں ایک قریہ ہے جس کے بارے میں شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں اور تمام معتبر کتب، تواریخ و حدیث میں ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فاطمہ سلام اللہ علیہا کو میراث میں دے دیا تھا۔ (ملل و نحل)، عوالی: مدینہ سے باہر کی زمینیں جن کا مدینہ سے قریب ترین فاصلہ ۴ر میل ہے۔ لسان العرب، انفال: عمومی اموال جو خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ

https://downloadshiabooks.com/

معصومین علیہم السلام سے مخصوص ہیں۔)

الشَّاكِّينَ فِيكُمْ الْمُنْحَرِفِينَ عَنْكُمْ وَمِنْ كُلِّ وَلِيجَةٍ دُونَكُمْ

الشَّاكِّينَ فِيكُمْ: اور اسی طرح وہ لوگ جو آپ علیہم السلام کی امامت و ولایت میں شک رکھتے ہیں یعنی اگرچہ وہ آپ علیہم السلام کی امامت کے قائل نہیں ہیں، لیکن وہ اس بات کا احتمال دیتے ہیں کہ شاید آپ علیہم السلام برحق امام ہوں۔ ان سے بھی بیزار ہوں، بعض نسخوں میں "واو" بھی ہے "والشاکین" اور یہ واو کے ساتھ بہتر قرائت ہے۔

والمنحرفین عنکم: اور وہ لوگ جو آپ علیہم السلام کی اطاعت و فرماں برداری سے روگردانی کرکے دشمنوں اور سرکش منافقوں سے جاکے مل گئے، ان سے بھی برائت اختیار کرتا ہوں۔

ومن کل ولیجة دونکم: لغت میں "ولیجه" بیگانہ شخص کے معنی میں ہے جو مورد اعتماد ہو، یا اس شخص کو کہتے ہیں جو ایسے قبیلہ میں زندگی بسر کرے جو اس قوم و قبیلہ سے نہ ہو۔ زیارت کے اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ میں دین کے مسائل اور دیگر معاملات میں سوائے ائمہ طاہرین علیہم السلام کے کسی دوسرے پر اعتماد نہیں کرتا ہوں۔ اور ہر وہ شخص جو آپ اہل بیت علیہم السلام سے نہیں ہے اور اس نے منصب امامت و خلافت کو غصب کیا ہے، ان تمام لوگوں سے بیزار ہوں۔

زیارت جامعہ کا یہ مقدس فقرہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے اور اس بات پر روایتیں بھی دلالت کرتی ہیں کہ آیت "۔۔۔ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ

https://downloadshiabooks.com/

وَلِيجَةً۔۔۔" (کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ تم کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے گا، جب کہ اللہ نے ابھی یہ بھی نہیں دیکھا ہے کہ تم میں جہاد کرنے والے کون لوگ ہیں، جنہوں نے خدا، رسول ﷺ اور مومنین کو چھوڑ کر کسی اور کو دوست بنایا ہے۔ توبہ – ۱۶/) میں مومنین سے مقصود ائمہ علیہم السلام ہیں[۱۲۶]۔

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ آیت میں "ولیجه" بمعنی دخیلہ آیا ہے یعنی بیگانہ مشرکوں کی وہ فرد جس کے پاس مسلمان رفت و آمد رکھتے ہوں مراد ہے"[۱۲۷]۔

وَمِنْ كُلِّ مُطَاعٍ سِوَاكُمْ وَمِنَ الْأَئِمَّةِ الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ

و من کل مطاع ۔۔۔الی النار: اور آپ ائمہ طاہرین علیہم السلام کے علاوہ ہر امام سے بھی بیزاری رکھتا ہوں اور ان رہبروں اور پیشواؤں سے بھی جو لوگوں کو آتشِ جہنم کی طرف بلاتے ہیں، برائت کرتا ہوں۔

یہ فقرہ بھی قرآن کریم کی اس آیت کی طرف متوجہ کر رہا ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے: "وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ۔۔۔" (اور ہم نے ان پیشواؤں کو قرار دیا جو آتش جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ قصص – ۴۱/) یعنی وہ پیشوایانِ باطل اور گمراہ عقائد اور فاسد اعمال کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں جو عذابِ جہنم کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ دنیا میں جن عقائد کے پابند تھے اور اعمال انجام دیتے تھے وہ قیامت میں اجر و ثواب کے بجائے خود اعمال آگ اور شعلہ بن کر انہیں عذاب سے دوچار کریں گے۔ جیسا کہ قرآن

---

[۱۲۶] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب فیہ نمت و نتف من التنزیل فی الولایۃ، رقم ۱۵، ص ۴۱۵۔

[۱۲۷] تفسیر روح الجنان، ابو الفتوح رازی، ج ۵، ص ۴۶۷ (طبع اسلامیہ) آیت کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

میں نقل ہوا ہے: "۔۔۔اللّٰہُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَکُمْ أَعْمَالُکُمْ۔۔۔" (اللہ ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے، ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ شوریٰ – ۱۵ر)

فَثَبَّتَنِی اللّٰہُ أَبَداً مَا حَیِیتُ عَلَی مُوَالاتِکُمْ وَ مَحَبَّتِکُمْ وَ دِینِکُمْ وَ وَفَّقَنِی لِطَاعَتِکُمْ وَ رَزَقَنِی شَفَاعَتَکُمْ وَ جَعَلَنِی مِنْ خِیَارِ مَوَالِیکُمُ التَّابِعِینَ لِمَا دَعَوْتُمْ إِلَیْہِ وَ جَعَلَنِی مِمَّنْ یَقْتَصُّ آثَارَکُمْ وَ یَسْلُکُ سَبِیلَکُمْ

فثبتنی اللہ ابدا ۔۔۔۔ دینکم: پروردگار عالم سے درخواست کرتا ہوں کہ دنیا میں آپ علیہم السلام کی محبت واطاعت پر مجھے ثابت قدم فرمائے "علی موالاتکم" جار ومجرور "ثبتنی" سے متعلق ہے۔ اور موالات کے دو معنی ہیں:

ا۔ تولا کے معنی میں جو محبت کا مترادف ہے۔

۲۔ اعمال وکردار اور گفتار میں ائمہ علیہم السلام کی پیروی کرنے کے معنی میں ہے۔

یعنی میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے آپ حضرات علیہم السلام کے دین پر ثابت و پائدار رکھے۔

ووفقنی لطاعتکم ۔۔۔ شفاعتکم: نیز پروردگار سے طلب کرتا ہوں کہ دنیا میں مجھے آپ علیہم السلام کے فرمودات اور آپ علیہم السلام کے نقش قدم پر چلنے میں کامیابی سے ہمکنار اور آخرت میں مجھے آپ علیہم السلام کی شفاعت سے سرفراز فرمائے۔

وجعلنی من خیار موالیکم ۔۔۔ یسلك سبیلکم: اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ

https://downloadshiabooks.com/

دنیا میں مجھے آپ کے بہترین دوست داروں میں قرار فرمائے اور آپ علیہم السلام کے دیگر اعوان وانصار اور تابعین کی طرح مجھے بھی آپ علیہم السلام کے اقوال و فرمودات اور اعمال و کردار کی پیروی کرنے میں کامیابی عطا فرمائے۔ اور تقرب پروردگار کی خاطر اسی راستہ کو انتخاب کروں جسے آپ علیہم السلام نے طے کیا ہے۔

وَ يَهْتَدِي بِهُدَاكُمْ وَ يُحْشَرُ فِي زُمْرَتِكُمْ وَ يَكُرُّ فِي رَجْعَتِكُمْ وَ يُمَلَّكُ فِي دَوْلَتِكُمْ وَ يُشَرَّفُ فِي عَافِيَتِكُمْ وَ يُمَكَّنُ فِي أَيَّامِكُمْ وَ تَقَرُّ عَيْنُهُ غَداً بِرُؤْيَتِكُمْ

ویھتدی بھداکم و یحشر فی زمرتکم: خداوند عالم سے طلب کرتا ہوں کہ مجھے آپ علیہم السلام کی ہدایت وراستہ کی رہنمائی فرمائے جو خدا کی ہدایت اور اسی کا راستہ ہے۔ اس لئے کہ واقعی اور حقیقی ہدایت خداوند عالم کی ہدایت ہے اور خدا مجھے آپ حضرات علیہم السلام کے ساتھ محشور فرمائے۔

ویکر فی رجعتکم: کرّ یکر بروزن مدّ یمد ہے۔ اور اس کا معنی برگشت ہے۔ کرّ متعدی بنفسہ ہے۔ متعدی بالغیر نہیں ہے۔ (یہ عربی ادب کے ایک اصول کا ذکر ہے۔) یہ جملہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ زمانۂ رجعت میں خواص شیعہ دنیا میں واپس آئیں گے۔ اور اس کا معنی یوں ہے: میں خداوند عالم سے طلب کرتا ہوں کہ وہ آپ علیہم السلام کے مخصوص شیعوں میں قرار دے تاکہ زمانۂ رجعت میں آپ علیہم السلام کے ساتھ دنیا میں واپس آؤں۔

ویملك فی دولتکم: یعنی پروردگار عالم مجھے زمانۂ رجعت میں آپ ائمہ علیہم السلام کی حکومت میں ان لوگوں میں سے قرار دے جو بہترین قدرت و توانائی رکھتے ہوں گے۔ اور آپ علیہم السلام

https://downloadshiabooks.com/

کے پرچمِ دین کو پھیلانے پر قادر ہوں گے۔ اس لئے کہ زمانۂ رجعت میں روئے زمین پر ائمہ علیہم السلام کی حکومت کے امور کو انجام دینے کے لئے خواص شیعہ اہم ترین منصب پر فائز ہوں گے۔

ویشرف فی عافیتکم: یعنی خداوند عالم مجھے ان لوگوں میں قرار دے جو آپ علیہم السلام کے زمانۂ آسائش و وسعت میں دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ ہیں۔ اگر "**عاقبتکم**" پڑھیں گے تو یہ معنی ہو گا: خداوند عالم مجھے آپ علیہم السلام کے قیام کے نتیجہ میں، جو استقرار حکومت کی شکل میں ظاہر ہو گا، شرافت مند قرار دے۔

ویمکن فی ایامکم: اور چاہتا ہوں کہ پروردگار عالم مجھے ان لوگوں میں قرار دے جو آپ علیہم السلام کی حکومت میں صاحبِ قدرت اور بہترین امکانات سے بہرہ مند ہوں گے۔

وتقر عینه غدا برویتکم: اور خداوند عالم سے درخواست کرتا ہوں کہ کل جن لوگوں کی آنکھیں آپ حضرات علیہم السلام کے دیدار سے روشن ہوں گی مجھے ان لوگوں میں قرار فرمائے۔ اور زیارت میں (غدا - کل) کا لفظ اشارہ کر رہا ہے کہ ائمہ علیہم السلام کی رجعت بہت قریب ہے گویا کہ کل ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے: "**إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا وَنَرَاهُ قَرِيبًا**" (یہ کافر لوگ اس دن کو بہت دور دیکھتے ہیں اور ہم اسے بہت قریب پاتے ہیں۔ معارج - ۶-۵/)

https://downloadshiabooks.com/

بِأَبِي أَنْتُمْ وَ أُمِّي وَ نَفْسِي وَ أَهْلِي وَ مَالِي مَنْ أَرَادَ اللهَ بَدَأَ بِكُمْ وَ مَنْ وَحَّدَهُ قَبِلَ عَنْكُمْ وَ مَنْ قَصَدَهُ تَوَجَّهَ بِكُمْ

بابی انتم و ...مالی: میرے ماں، باپ، میری جان، میرا خاندان اور تمام مال آپ ائمہ علیہم السلام پر قربان ہے۔

من اراد اللہ بدء بکم: جو خدا کو پانا چاہتا ہے اسے آپ علیہم السلام کے طریقہ اور روش پر قدم اٹھانا چاہئے۔ اور جس نے آپ علیہم السلام کی پیروی نہیں کی اس نے خدا کو نہیں چاہا ہے، بلکہ شیطان کا ارادہ کیا ہے۔ اس لئے کہ معارف پروردگار اور خوشنودئ خداوند حاصل کرنے کے لئے آپ علیہم السلام کے اعمال و کردار اور اقوال و فرمودات کی پیروی کے سواء دوسرا راستہ نہیں ہے۔

و من وحدہ قبل عنکم: یعنی جو بھی عقیدۂ توحید رکھتا ہے وہ آپ علیہم السلام کے قول کو قبول کرتا ہے، اس لئے کہ جو دلیلیں وحدانیت پروردگار پر دلالت کرتی ہیں وہ آپ ائمہ علیہم السلام کی امامت و خلافت کے وجوب پر بھی دلالت کرتی ہیں اور جو آپ علیہم السلام کی باتیں قبول نہیں کرتا وہ توحید پرست نہیں بلکہ مشرک ہے، خواہ وہ اپنے کو مسلمان کیوں نہ کہے۔ اور یہ بھی معنی بعید نہیں ہو سکتا ہے کہ حقیقی اور واقعی توحید کو آپ علیہم السلام کے کلام سے ہی سمجھا جا سکتا ہے، اس لئے کہ اگر کوئی آپ علیہم السلام کی بات تسلیم نہ کرے اور آپ علیہم السلام کے علوم سے آشنائی نہ رکھتا ہو تو اسے حقیقی توحید کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔

و من قصدہ توجہ بکم: اور جو شخص بارگاہ احدیت میں مقام قرب سے شرف یاب ہونا چاہتا ہے وہ آپ اہل بیت علیہم السلام ہی کے طریقہ اور راستہ سے پہونچ سکتا ہے۔ اس لئے کہ آپ

https://downloadshiabooks.com/

حضرات علیہم السلام وجہ اللہ ہیں۔ فقط اسی وسیلہ سے خدا کی طرف توجہ کی جاسکتی ہے۔ آپ علیہم السلام باب اللہ ہیں، صرف انھیں دروازے سے بارگاہ خدا میں جایا جاسکتا ہے۔

مَوَالِيَّ لَا أُحْصِي ثَنَاءَكُمْ وَلَا أَبْلُغُ مِنَ الْمَدْحِ كُنْهَكُمْ وَمِنَ الْوَصْفِ قَدْرَكُمْ

موالی لا احصی ثنائکم: "موالی" منادی اور مولی کی جمع ہے۔ یعنی اے میرے آقا و مولا! جس طرح خدا کی حمد و ثنا ممکن نہیں اسی طرح میں آپ علیہم السلام کی تعریف و مدح بھی نہیں کر سکتا ہوں۔ جیسا کہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے: "سبحانك لَا أُحْصِي نِعْمَتَكَ وَلَا الثَّنَاءَ عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِك"[۱۲۸] (تو پاک و پاکیزہ ہے اے پروردگار! اور میں تیری حمد و ثنا پر قدرت نہیں رکھتا ہوں، تو ویسا ہی ہے جیسے تو نے اپنے کو بتایا اور تعریف کی ہے۔)

اس لئے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام خداوند کے اسماء و صفات کے مظہر ہیں۔ اور ائمہ علیہم السلام کے علاوہ خود ان کے کمالات اور فضائل و مناقب کو پہچاننا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اے علی علیہ السلام! سوائے میرے اور تمہارے کسی نے خدا کو نہیں پہچانا ہے اور سوائے خدا کے اور تمہارے کسی نے مجھے نہیں پہچانا ہے اور سوائے خدا کے اور میرے کسی نے تمہیں نہیں پہچانا ہے[۱۲۹]۔

"**أَبْلُغُ مِنَ الْمَدْحِ كُنْهَكُمْ وَمِنَ الْوَصْفِ قَدْرَكُمْ**" کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی میں آپ حضرات علیہم السلام کی مدح کی گہرائی تک نہیں پہونچ سکتا ہوں اور جو آپ کی منزلت کے

---

[۱۲۸] المحجۃ البیضاء، فیض کاشانی، ج ۷، کتاب الصبر والشکر، بیان حدّ الشکر و حقیقتہ، ص ۱۵۵۔

[۱۲۹] بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۸۴۔ مضمون حدیث

https://downloadshiabooks.com/

شایانِ شان ہے اس طرح توصیف نہیں کر سکتا ہوں۔

امام رضا عَلَیہِ السّلَام ہادیٔ برحق اور امام عادل کا یوں تعارف فرماتے ہیں: امام یگانۂ روزگار، کوئی اس کے برابر نہیں، کوئی دانشمند اس کا ہمسر نہیں، اس کا بدل ممکن نہیں، اس کی کوئی مثل و نظیر نہیں، بغیر طلب کے تمام فضیلتیں اس سے منحصر ہیں کیوں کہ فضیلت عطا کرنے والے خدا نے ساری فضیلتیں اس کی ذات کے لئے قرار دی ہیں، کون ہے جو پوری طرح امام کی معرفت حاصل کر سکتا ہے؟ کون ہے جو امام کو منتخب کر سکتا ہے؟ افسوس افسوس عقلیں گمراہ ہو گئیں، دانشمندیاں راستہ بھٹک گئیں خردمندیاں حیران ہو گئیں، بصارتیں بے قدر ہو گئیں، صاحبانِ عظمت اس کے سامنے پست، صاحبانِ حکمت حیران، صاحبانِ خرد اس کے سامنے کوتاہ فکر، صاحبانِ عقل اس کے سامنے جاہل، صاحبانِ شعر گونگے، صاحبانِ ادب عاجز، صاحبانِ بلاغت ناتواں نظر آتے ہیں۔ کس میں یہ مجال کہ اس کی ایک شان کو اجاگر کر سکے یا کوئی فضیلت بیان کر سکے؟ اس لئے کہ اس بارے میں اپنی عاجزی اور کوتاہ فکری کا اقرار کرتے ہیں۔ تو کیسے ممکن ہے کہ امام (برحق) کے اوصاف و کمالات بیان اور اس کی گہرائی کو درک کر سکیں، کیسے ممکن ہے کوئی بھی امام برحق کی جگہ آکر اس کے عظیم الشان منصب امامت پر فائز ہو جائے، اور لوگوں کو وجودِ امام سے بے نیاز کر دے۔ جب کہ امام ستارے کی طرح لوگوں کی رسائی اور صفت بیان کرنے والوں کی مدح سرائی سے بہت بلند ہے[۱۳۰]۔

(کہاں امام! کہاں انسانوں کا انتخاب!) (الی آخر)

[۱۳۰] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب نادر جامع فی فضل الامام و صفاتہ، رقم ۱، ص ۱۹۸۔

https://downloadshiabooks.com/

وَأَنْتُمْ نُورُ الْأَخْيَارِ وَهُدَاةُ الْأَبْرَارِ وَحُجَجُ الْجَبَّارِ

وانتم نور الاخیار: یعنی میں آپ علیہم السلام کی کیسے مدح سرائی اور منزلت کی توصیف بیان کر سکتا ہوں جب کہ آپ علیہم السلام منتخب افراد کے معلم اور ان کی ہدایت ور ہنمائی کرنے والے ہیں، اور انبیاء و مرسلین اور فرشتگان مقرب جیسے اخیار اور نیک افراد کی معرفت ممکن نہیں ہے (تو آپ کی معرفت تک کون پہونچ سکتا ہے)۔

یا ممکن ہے اس کا مفہوم یہ ہو کہ آپ اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے منتخب افراد کے درمیان خورشید کے مانند ہیں جس طرح آفتاب کو دیکھنے سے آنکھیں عاجز ہیں اسی طرح لوگوں کی عقل و بصیرت بھی آپ علیہم السلام کے نورانی اوصاف و کمالات کو درک کرنے سے ناتواں ہیں۔

وهداة الابرار وحجج الجبار: آپ علیہم السلام نیکوکار شیعوں کی ہدایت کرنے والے اور روئے زمین پر خدائے جبار کی حجت ہیں۔

بِكُمْ فَتَحَ اللهُ وَبِكُمْ يَخْتِمُ وَبِكُمْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَبِكُمْ يُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ

وبکم فتح الله: خداوند عالم نے آپ علیہم السلام کے بابرکت وجود سے، خود وجود، خلافت و امامت اور تمام خیرات و فیوضات کا دروازہ کھولا ہے۔ یا یہ مفہوم ہو سکتا ہے کہ آپ علیہم السلام کے وجود سے خدا نے جہانِ ہستی کو خلق فرمایا ہے۔ اس لئے کہ اگر آپ علیہم السلام نہ ہوتے تو آسمان کا شامیانہ، زمین کا فرش، آفتاب کی درخشندگی، مہتاب کی نورافشانی، ہواؤں کی حرکت اور

https://downloadshiabooks.com/

خلقت و آفرینش کے دیگر شاہکار وجود میں نہ آتے[۱۳۱]۔

"بکم "میں جو"باء" ہے،اس کے دو احتمال ہیں: (۱) سببیت کے لئے بھی ہو سکتا ہے،(۲) صلہ کے لئے بھی۔

وبکم یختم اللہ: خداوند عالم آپ علیہم السلام کی حکومت کے وسیلہ سے جو آخری حکومت ہو گی، یا آخرت میں آپ علیہم السلام کی سلطنت و اقتدار کے وسیلہ سے دوسری تمام حکومتوں کو ختم کر دے گا۔

وبکم ینزل الغیث: آپ ذریت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کے سبب سے یا آپ علیہم السلام کی دعاؤں کی وجہ سے آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے۔ روایتوں میں بھی اس مضمون کو دیکھا جا سکتا ہے[۱۳۲]۔

وبکم یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنه: آپ حضرات علیہم السلام ہی کی بنا پر آسمان ٹھہرا ہوا ہے، ورنہ لوگوں کے اعمال و گفتار اور کردار و عقائد ایسے ہیں کہ اسے زمین پر گر جانا چاہیے تھا۔ خدائے عزوجل کے لئے فرزند و ہمسر کے قائل ہونے، جھوٹے خداؤں کی عبادت و شرک کے بعد بھی کیا آسمان رکا رہنا چاہئے ؟!

خداوند عالم اس بارے میں فرماتا ہے: **"تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ ... أَنْ دَعَوْا**

---

[۱۳۱] یہ حدیث شریف کساء کی طرف اشارہ ہے جسے شیخ حسن دیلمی - از علمائے قرن ہشتم، صاحب کتاب ارشاد القلوب نے اپنی کتاب غرر الاخبار میں اور شیخ فضر الدین طریحی نے المنتخب میں حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے روایت کیا ہے۔

[۱۳۲] کمال الدین، ج ۱، باب ۲۱ فی العلة التی من اجلها یحتاج الی الامام علیه السلام، رقم ۶، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ص ۲۰۲- ۲۰۷۔

https://downloadshiabooks.com/

لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا" (قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے اور زمین شگافتہ ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں کہ ان لوگوں نے رحمان کے لئے بیٹا قرار دے دیا ہے۔ مریم۔ ۹۰-۹۱/)۔

ہاں جب قیامت کا دن آئے گا یا جب خداوند عالم چاہے گا تو آسمان زمین پر گر پڑے گا (یا اسے پلٹ دیا جائے گا)۔

وَبِكُمْ يُنَفِّسُ الْهَمَّ وَيَكْشِفُ الضُّرَّ

وبکم ینفس الھم و یکشف الضر: اور آپ لوگوں علیہم السلام کے بابرکت وجود کی بنا پر رنج و غم اور ضرر دور ہوتا ہے۔ بعض نسخوں میں "بکم یکشف الضر" نقل ہوا ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کتاب اکمال الدین میں امام رضا علیہ السلام سے سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں: ہم ائمہ علیہم السلام روئے زمین پر خدا کی حجت اور بندوں میں اس کے خلیفہ اور اس کے راز کے امانت دار ہیں۔ ہم اہل بیت علیہم السلام کلمۂ تقویٰ، مضبوط رسی، خدا کے گواہ اور اس کی مخلوق میں منتخب ہیں۔ ہماری بنا پر آسمان و زمین ٹھہری ہوئی ہے، نابود نہیں ہو رہی ہے۔ نیز ہماری بنیاد پر بارش ہوتی ہے، اور خدا کی رحمت اس کے بندوں کو شامل ہوتی ہے۔ کبھی بھی زمین ہم اہل بیت علیہم السلام سے ایک امام قائم سے خالی نہیں رہی ہے، وہ خواہ ظاہر ہو یا غائب، اگر ایک دن بھی زمین بغیر امام کے خالی رہ جائے تو زمین والے سب اس میں دھنس جائیں، جس طرح سمندر کی موج ڈوبنے والوں کو اپنے اندر سموں لیتی ہے [۱۳۳]۔

---

[۱۳۳] کمال الدین، ج۱، باب ۲۱ فی العلۃ التی من اجلھا یحتاج الی الامام علیہ السلام، رقم ۶، ص ۲۰۲۔

https://downloadshiabooks.com/

ایک اور روایت میں ہے امام جعفر صادق عَلَیہِ السَّلام فرماتے ہیں: بیشک آسمان کے ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں، اگر ستارے نہ ہوں تو اہلِ آسمان ان بلاؤں میں مبتلا ہو جائے گے جن کا انہیں وعدہ کیا گیا ہے۔ اور آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے: میرے اہل بیت علیہم السلام میری امت کے لئے امان کا سبب ہیں اگر امت میں نہ ہوں تو امت ان بلاؤں میں گرفتار ہو جائے گی جس کا وعدہ کیا گیا ہے[۱۳۴]۔

امام زین العابدین عَلَیہِ السَّلام نے بھی ارشاد فرمایا ہے: ہم اہل بیت علیہم السلام مسلمانوں کے امام، کائنات پر خدا کی حجت، مومنین کے امیر، شائستہ لوگوں کے رہبر اور مومنین کے مولا ہیں۔ اور جس طرح آسمان کے ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اسی طرح ہم زمین والوں کے لئے امان ہیں۔ ہماری بنا پر خداوند عالم آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے اور ہماری وجہ سے زمین کو روکے ہوئے ہے ورنہ اہل زمین زمین میں دھنس جائیں اور ہمارے وجود کی بنا پر آسمان سے بارش ہوتی ہے، خدا کی رحمت بندوں کے شامل حال ہوتی ہے اور زمین کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں[۱۳۵]۔

وَعِنْدَكُمْ مَا نَزَلَتْ بِهِ رُسُلُهُ وَهَبَطَتْ بِهِ مَلَائِكَتُهُ وَإِلَى جَدِّكُمْ بُعِثَ الرُّوحُ الْأَمِينُ وَإِنْ كَانَتِ الزِّيَارَةُ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَقُلْ وَإِلَى أَخِيكَ بُعِثَ الرُّوحُ الْأَمِينُ آتَاكُمُ اللهُ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَداً مِنَ الْعَالَمِينَ

وعندکم ما نزلت۔۔۔: خداوند عالم نے جن چیزوں کو اپنے رسولوں پر نازل کی تھی،

---

[۱۳۴] کمال الدین، ج۱، باب ۲۱ فی العلة التی من اجلها یحتاج الی الامام علیه السلام، رقم ۱۷، ص ۲۰۵۔

[۱۳۵] کمال الدین، ج۱، باب ۲۱ فی العلة التی من اجلها یحتاج الی الامام علیه السلام، رقم ۲۲، ص ۲۰۷۔

https://downloadshiabooks.com/

صحف، آسمانی کتابیں، علوم ربانی اور اسرار الٰہی جنہیں فرشتے زمین پر لیکر آئے تھے، وہ سب کچھ آپ علیہم السلام کے پاس موجود ہے۔ (اس سلسلہ میں گذشتہ صفحات میں تفصیل گذر چکی ہے۔)

والی جدکم بعث الروح الامین: یعنی اور آپ علیہم السلام کے جد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی کے ساتھ بھیجے گئے تا کہ ان پر نازل کریں۔ ۔۔۔اس مقام پر اگر زائر نے امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کا قصد کیا ہے تو "جدکم" کے بجائے "اخیک" کہے۔ یعنی "**والی اخیک بعث الروح الامین**" یعنی حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب قرار دیکر کہے کہ جبرئیل آپ علیہ السلام کے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجے گئے۔

اتاکم اللہ ۔۔۔احدا من العالمین: خدائے تعالیٰ نے آپ علیہم السلام کو اس قدر علم و معرفت اور اسرار اور فضائل اور ملکوتی اخلاق سے سرفراز فرمایا ہے کہ کائنات میں سوائے آپ علیہم السلام کے جد بزرگوار حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سواء کسی اور کو نہیں عطا کیا ہے۔ لیکن اگر ائمہ علیہم السلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی شامل کر لیا جائے تو استثنا لانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

یعقوب بن شعیب ناقل ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت کریمہ "**قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ**۔۔۔" (کہہ دیجئے عمل کرو کہ خدا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحبانِ ایمان تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ توبہ - ۱۰۵/) کے بارے میں

https://downloadshiabooks.com/

دریافت کیا تو امام عَلَیہِ السَّلَام نے فرمایا: صاحبانِ ایمان سے ائمہ عَلَیہِمُ السَّلَام مراد ہیں[136]۔

اسی طرح زیّات راوی امام علی رضا عَلَیہِ السَّلَام سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام عَلَیہِ السَّلَام سے عرض کیا: میرے اور میرے گھر والوں کے لئے دعا کر دیجئے۔ امام عَلَیہِ السَّلَام نے فرمایا: کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں دعا نہیں کرتا ہوں؟ خدا کی قسم تمہارے اعمال ہر شب و روز میں میرے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ راوی زیات ناقل ہیں: امام عَلَیہِ السَّلَام کی یہ بات میرے فہم و ادراک سے بالاتر تھی، اس لئے حضرت نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا ہے: "قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ..." خدا کی قسم! مومنوں سے حضرت علی عَلَیہِ السَّلَام مقصود ہیں[137]۔

بعض قراء میں سے کسی نے آیت کو "المأمونون" کی صورت میں قرائت کیا ہے[138]۔

ائمہ اہل بیت عَلَیہِمُ السَّلَام سے ایک روایت اور بھی پائی جاتی ہے فرماتے ہیں: ابراہیم عَلَیہِ السَّلَام کے صحیفہ، موسیٰ عَلَیہِ السَّلَام کی الواح، داؤد عَلَیہِ السَّلَام کی زبور اور ہر وہ کتاب جو خداوند عالم نے نازل فرمائی ہے، ہم اہل بیت عَلَیہِمُ السَّلَام کے پاس موجود ہے اور ہم ہی اہل بیت عَلَیہِمُ السَّلَام ہیں[139]۔

امام محمد باقر عَلَیہِ السَّلَام سے نقل ہوا ہے: ۷۳/ حروف پر اسم اعظم مشتمل ہے اور آصف بن برخیا کے پاس فقط ایک حرف تھا اور اس ایک حرف کی آواز سے زمین کو شگافت کر کے دور ترین

---

[136] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب عرض الاعمال علی النبی و الائمۃ علیہم السلام، رقم ۲، ص ۲۱۹۔

[137] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب عرض الاعمال علی النبی و الائمۃ علیہم السلام، رقم ۴، ص ۲۱۹۔

[138] تفسیر برہان، ج ۲، ص ۱۵۷، رقم ۷۔

[139] بحار الانوار، ج ۲۶، باب ۱۳، رقم ۱۲ و ۱۵، ص ۱۸۰۔

https://downloadshiabooks.com/

مسافت سے تخت بلقیس کو جناب سلیمان کے سامنے حاضر کر دیا۔ اور زمین دوبارہ اسی طرح اپنی حالت میں واپس آگئی اور ان تمام امور کو چشم زدن سے پہلے انجام دیا تھا، جب کہ ہمارے پاس ۷۲/ اسم اعظم کے حروف موجود ہیں اور ایک حرف کو خداوند عالم نے اپنے علم غیب کے خزانہ میں محفوظ رکھا ہے اور ساری قدرت و طاقت اور جو بھی توانائی ہے وہ سب ذات پروردگار کی طرف سے ہے"[140]۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسم اعظم کے دو حروف عطا کئے گئے تھے، اور انہوں نے اس پر عمل کیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چار حروف، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آٹھ حروف، حضرت نوح علیہ السلام کو پندرہ حروف اور حضرت آدم علیہ السلام کو پچیس حروف عطا کئے گئے تھے۔ لیکن خداوند عالم نے ایک حرف کے علاوہ یہ تمام حروف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا کہ ۷۳/ حروف اسم آعظم ہیں، ۷۲/ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا مگر ایک حرف نہیں عطا کیا[141]۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے: اگر تمہیں اپنی زبان پر کنٹرول ہوتا (یعنی ہر بات ہر ایک سے نہ بیان کر دیتے) تو میں ہر شخص کو اس کے فائدہ و نقصان کی باتوں سے آگاہ کرتا[142]۔

---

[140] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ما اعطی الائمۃ علیہم السلام من اسم اللہ الأعظم، رقم ۱، ص ۲۳۰۔

[141] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ما اعطی الائمۃ علیہم السلام من اسم اللہ الأعظم، رقم ۲، ص ۲۳۰۔

[142] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ علیہم السلام لو ستر علیہم لأخبروا کل امرئ بمالہ و علیہ، رقم ۱، ص ۲۶۴۔

https://downloadshiabooks.com/

ابن جبل ناقل ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام کے آستانۂ مقدس میں خدمت امام میں شرف یاب ہوا تو دیکھا قوم زُطّ (سیاہ فام قبیلہ سندیا طائفہ ہند بھی کہتے ہیں) سے شباہت رکھنے والے کچھ لوگ اپنے مخصوص لباس میں گھر سے باہر نکل رہے ہیں، میں نے امام علیہ السلام سے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ تمہارے بھائی قوم جن سے تھے[۱۴۳]۔

دوسری روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے کہ: قوم جن ہمارے پاس آتی ہے اور اپنے امور سے متعلق حلال وحرام کے بارے میں دریافت کرتی ہے[۱۴۴]۔

راوی خیثمہ جعفی ناقل ہیں: امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے: ہم اہل بیت علیہم السلام مقربان بارگاہ خدا، اس کے برگزیدہ، اور انبیاء کی میراث کے امانت دار، حجت خدا اور اس کے امین، ارکانِ ایمان، ستونِ اسلام اور اس کی مخلوق پر رحمان کی رحمت ہیں۔ ہم وہ ذات ہیں جن کے سبب سے خدا بابِ وجود کو کھولتا ہے۔ ہماری حکومت وسلطنت کو قائم کر کے دوسری حکومتوں کا خاتمہ کر دے گا۔ ہم ائمہ علیہم السلام سعادت وہدایت کے روشن چراغ، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور روئے زمین پر خدا کی آخری حکومت وسلطنت ہیں۔ ہم مخلوق کی رہنمائی کے لئے بلند اور لہراتے ہوئے پرچم ہیں۔ جو ہم سے توسل کر کے ہماری پیروی کرے گا، وہ ہدایت یافتہ ہے، جو ہماری پیروی نہ کرے وہ ہلاک ہو گا۔ ہم عظیم اور بلند ترین پیشوا اور برگزیدہ ہیں، ہم خدا کی طرف جانے والا راہِ روشن اور صراط مستقیم اور اس کی نعمت ہیں۔ معدن نبوت،

---

[۱۴۳] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انّ الجن یأتیھم فیسألونھم عن معالم دینھم و یتوجھون فی امورھم، رقم ۲، ص ۳۹۴۔

[۱۴۴] کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ، باب انّ الجن یأتیھم فیسألونھم عن معالم دینھم و یتوجھون فی امورھم، رقم ۳، ص ۳۹۵۔

https://downloadshiabooks.com/

جایگاہ رسالت اور فرشتہ کی رفت وآمد کی جگہ ہیں۔ تو جو ہمارے وسیلہ سے راستہ تلاش کرے گا اس کے لئے ہم روشن چراغ ہیں اور جو ہم سے ہدایت کا طالب ہو گا اس کے لئے راہِ ہدایت ہیں۔ لوگوں کو جنت کی طرف ہم رہنمائی کرتے ہیں، ہم اسلام کی مضبوط رسی اور بلند و باعظمت ہستی ہیں۔ خداوند عالم نے ہمارے وجود کے سبب سے اپنی رحمتوں کو لوگوں پر نازل کیا ہے اور تشنہ لبوں کو اپنی بارانِ رحمت سے سیر اب فرمایا، ہماری بنا پر خدائے قہار نے اپنے عذاب کو تم سے اٹھالیا ہے۔ پس جو شخص ہمارے حق کی شناخت کے ساتھ ہماری صحیح معرفت رکھے گا اور ہماری ہی پیروی کرے گا، تو وہ ہم سے ہو گا اور ہم اہل بیت علیہم السلام ہی سے ملحق ہو گا[۱۴۵]۔

طَأْطَأَ كُلُّ شَرِيفٍ لِشَرَفِكُمْ وَبَخَعَ كُلُّ مُتَكَبِّرٍ لِطَاعَتِكُمْ وَخَضَعَ كُلُّ جَبَّارٍ لِفَضْلِكُمْ وَذَلَّ كُلُّ شَيْءٍ لَكُمْ

طاطا کل شریف لشرفکم: آپ علیہم السلام کی شرافت وبلندی کے سامنے دنیا کا ہر شریف سر نگوں ہے، اس لئے کہ وہ آپ علیہم السلام کی شرافت وعظمت کو پا نہیں سکتا ہے۔

وبخع کل متکبر لطاعتکم: دنیا کا ہر متکبر آپ حضرات علیہم السلام کی فرماں برداری یا آپ علیہم السلام کی اطاعت گذار زندگی کو مشاہدہ کرکے سر تسلیم خم کرکے آپ علیہم السلام کی امامت وولایت کا اقرار کر سکتا ہے۔ زیارت کے بعض نسخوں میں "نخع" ذکر ہوا ہے اور کہا جاتا ہے: "نخع لی بحقی" یعنی میرے حق کا اقرار کرے گا۔

---

[۱۴۵] بصائر الدرجات، جزء ۲، باب ۳، رقم ۱، ص ۶۲۔

https://downloadshiabooks.com/

وخضع کل جبار لفضلکم: اور آپ علیہم السلام کے فضل و شرف اور برتری کے آگے ہر ظالم و ستمگر خاضع ہے۔

وذل کل شئ لکم: اور خدا کی قدرت اور اس کے حکم سے آپ علیہم السلام کے سامنے ہر شئ ذلیل ہو کر اپنا سر جھکائے ہے۔ اس بارے میں ائمہ علیہم السلام کے آگے ظالم و غاصب خلفا کا خاضع ہو کر ادب بجالانے اور شیروں اور دوسرے جانوروں کا اطاعت گذار بن کر سر جھکا دینے جیسے واقعات گواہ بھی ہیں، جو تاریخ و روایتوں کی اہم و قدیم کتابوں میں درج ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب "جلاء العیون" جو ائمہ علیہم السلام کے حالات پر مشتمل ہے، اس میں بعض واقعات کو درج کیا ہے۔ ان میں سے ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

جب امام کاظم علیہ السلام کو ہارون رشید ملعون نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے کارندوں کو شہر کے گرد و نواح میں بھیجا اور کہا: جو خدا کو نہیں پہچانتے ایسے لوگوں کو ڈھونڈھ کر لائیں تا کہ میں اپنے اہم ترین مقصد میں ان سے مدد حاصل کر سکوں۔ اس کے کارندوں نے تلاش کر کے "عبدہ" نامی گروہ کو ہارون ملعون کے پاس روانہ کر دیا۔ ان کی تعداد پچاس لوگوں پر مشتمل تھی۔ ہارون نے انہیں باورچی خانہ سے ملحق ایک کمرہ میں ٹھہرایا اور ان کے لباس اور کھانے پینے نیز خدمت گزاروں اور مال متاع جواہر وغیرہ کا خوب اہتمام کیا، کچھ دنوں کے بعد انہیں اپنے پاس بلا کر پوچھا: تمہارا پروردگار کون ہے؟ کہنے لگے: ہم خدا کو نہیں جانتے اور پہلی بار ایسی بات سن رہے ہیں۔ ہارون ملعون نے انہیں خلعت اور مال و متاع سے خوش کیا۔ اس کے بعد مترجم سے کہا: ان سے کہو، فلاں کمرے میں میرا ایک دشمن قید ہے وہاں جا کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ امام کاظم علیہ السلام جس کمرے میں تشریف فرما تھے وہ لوگ اپنے اسلحوں

https://downloadshiabooks.com/

کے ساتھ داخل ہوئے اور ہارون اپنی نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہا ہے کہ وہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے جیسے ہی امام علیہ السلام کو دیکھا اپنے اپنے اسلحوں کو دور پھینک کر امام کے آگے سر نگوں ہو گئے۔ امام علیہ السلام ان کے سروں پر دست شفقت پھیر رہے تھے اور وہ سب مسلسل اپنے سروں کو جھکائے رہے۔ امام علیہ السلام انہیں کی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ ہارون ملعون یہ کیفیت دیکھ کر بے ہوش ہو گیا پھر مترجم کو آواز دی، انہیں باہر کرو، باہر کرو، وہ لوگ امام علیہ السلام کے ادب و احترام میں الٹے پیر حضرت علیہ السلام کی طرف رخ کئے ہوئے کمرے سے باہر آئے اور اپنا اپنا مال لے کر گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے گئے[۱۴۶]۔

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِكُمْ وَفَازَ الْفَائِزُونَ بِوِلَايَتِكُمْ

واشرقت الارض بنورکم: یعنی زمین آپ حضرات علیہم السلام کے نور سے روشن ہے، اس لئے کہ اگر آپ علیہم السلام نہ ہوتے تو زمین اور دوسری موجودات کو نہ خلق کیا گیا ہوتا۔ یا یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ زمین والوں کے دل آپ علیہم السلام کے نور ہدایت سے روشن ہیں۔ اور "بنورکم" میں نور مفرد کی شکل میں لایا گیا ہے جب کہ زیارت میں تمام ائمہ علیہم السلام مقصود ہیں تو مناسب تو یہ تھا کہ جمع کی شکل میں لایا جاتا، مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ علیہم السلام ایک ہی نور ہیں، جس کے بارے میں بحث گذر چکی ہے[۱۴۷]۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قرآن مجید کی آیت کی طرف اشارہ ہو "**وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا**" (اس دن زمین اپنے پروردگار کے نور سے روشن ہو گی۔ زمر – ۶۹/) اس لئے کہ اہل بیت علیہم السلام نور خداوند عالم ہیں، اس

---

[۱۴۶] جلاء العیون، سید عبد اللہ شبر، ج ۳، باب ۹، فصل ۲، ص ۱۷۔

[۱۴۷] رجوع کیجئے شرح فقرۂ وأنتجبکم بنورہ کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

کی بھی بحث گذر چکی ہے۔

وفاز الفائزون بولایتکم: آپ علیہم السلام کی محبت و اطاعت اور عقیدۂ امامت کے ذریعہ کامیاب ہونے والے کامیاب ہوتے ہیں۔

بِكُمْ يُسْلَكُ إِلَى الرِّضْوَانِ وَعَلَى مَنْ جَحَدَ وِلَايَتَكُمْ غَضَبُ الرَّحْمَنِ

بکم یسلك الی الرضوان: آپ علیہم السلام کی اطاعت و پیروی کے ذریعہ رضائے الٰہی حاصل کی جاتی ہے، جو سب سے بلند مرتبہ درجہ ہے۔ خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: " وَرِضْ

https://downloadshiabooks.com/

وَانٌ مِنَ اللّٰہِ أَكْبَرُ" (رضائے الٰہی سب سے بزرگ وبرتر ہے۔ توبہ - ۷۲)

و علی من جحد ولایتکم غضب الرحمٰن: آپ حضرات علیہم السلام کی ولایت کے منکر پر غضبِ پروردگار ہے، جو آپ علیہم السلام کی امامت و خلافت اور وجوب اطاعت کو نہ مانے اس کے لئے یہ بہت بڑا عذاب ہے۔

بِأَبِي أَنْتُمْ وَأُمِّي وَنَفْسِي وَأَهْلِي وَمَالِي

بابی انتم و ...ومالی: میرے ماں باپ، نفس، اہل اور مال آپ علیہم السلام پر قربان ہوں۔

ذِكْرُكُمْ فِي الذَّاكِرِينَ وَأَسْمَاؤُكُمْ فِي الْأَسْمَاءِ وَأَجْسَادُكُمْ فِي الْأَجْسَادِ وَأَرْوَاحُكُمْ فِي الْأَرْوَاحِ وَأَنْفُسُكُمْ فِي النُّفُوسِ وَآثَارُكُمْ فِي الْآثَارِ وَقُبُورُكُمْ فِي الْقُبُورِ فَمَا أَحْلَى أَسْمَاءَكُمْ وَأَكْرَمَ أَنْفُسَكُمْ وَأَعْظَمَ شَأْنَكُمْ وَأَجَلَّ خَطَرَكُمْ وَأَوْفَى عَهْدَكُمْ

ذکر کم فی الذاکرین...واصدق وعدکم: زیارت جامعہ کے ان جملوں کا مجموعی طور سے چند طریقوں سے معنی بیان کیا جا سکتا ہے۔

اول: متکلم یعنی زائر اگرچہ ظاہر میں آپ ائمہ اہل بیت علیہم السلام اور دوسرں کو باہم یاد کرتا ہے اور بظاہر ایک ساتھ تذکرہ کرتا ہے، آپ علیہم السلام کے نام کو دوسروں کے ساتھ، آپ علیہم السلام کے جسم وروح اور اثر کو دوسروں کے زمرے میں قرار دیتا ہے مگر در حقیقت آپ علیہم السلام کے نام اور دوسروں کے نام یا آپ علیہم السلام کے اجسام وارواح اور دوسروں کے اجسام وارواح سے کوئی نسبت ہی نہیں پائی جاتی ہے بلکہ آپ علیہم السلام کا ذکر اور نام دوسرں کے ذکر ونام سے کہیں زیادہ بلند وبالاتر ہے۔ اور اس لئے زیارت کا اگلا فقرہ ہے "**فما احلی اسمائکم**" (آپ حضرات

https://downloadshiabooks.com/

علیہم السلام کے اسماء کتنے شیریں ہیں یا کتنے آراستہ ہیں) یا" اصدق وعدکم "(آپ حضرات علیہم السلام کا وعدہ کتنا سچا ہے) یعنی آپ علیہم السلام کے اسمائے گرامی، آپ علیہم السلام کے نفوس و ارواح کس قدر بالاتر ہیں۔ آپ علیہم السلام کی قدر و منزلت عظیم الشان، کیا باوفا آپ علیہم السلام کا عہد ہے اور کتنا سچا آپ علیہم السلام کا وعدہ ہے۔

ممکن ہے جملہ" فما احلی۔۔۔وعدکم "کو پہلے والے جملوں (ذکرکم فی الذا کرین) کے ساتھ تھوڑی زحمت و تکیف کے ساتھ مطابق قرار دیں۔ مگر اس تطبیق کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ جملاتِ دوم مجموعی طور پر جملاتِ اول کے مقابلہ میں آتے ہیں۔ اور معنی کا خلاصہ یہ ہے: جو چیزیں زبان پر آئی ہیں یا نام قرار دے کر متکلم اس کے ذریعہ سلام کرتا ہے وہ یا تو خالق کے بارے میں ہے یا مخلوق کے بارے میں ہیں، مگر آپ ائمہ علیہم السلام کے اسماء، ارواح و اجسام، اخلاق و کردار اور دیگر حالات اگرچہ مخلوقات کے مانند یا ان کے زمرے میں ہیں مگر آپ حضرات علیہم السلام کا مرتبہ اور مقام و منزلت اور فضل و شرف اتنا بلند ہے کہ اس کا دوسروں سے کوئی مقایسہ و موازنہ ہو ہی نہیں سکتا ہے، ان میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اگر آپ علیہم السلام کا تذکرہ یا آپ علیہم السلام کا نام دوسروں کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے تو اس کا ہرگز یہ معنی نہیں ہے کہ آپ علیہم السلام کی قدر و منزلت بھی دوسروں کے برابر ہے۔

دوم: جب کوئی متکلم خدا کی حمد و ثنا بجالاتا ہے تو آپ حضرات علیہم السلام بھی جملہ مدح و ثنا کرنے والوں میں ہیں اس لئے کہ آپ حضرات علیہم السلام ان سے کہیں زیادہ باعظمت و بزرگ ہیں۔ اسی طرح جب جب اسماء شریفہ، بلند و بالا اوصاف، پاک و پاکیزہ اجسام و ارواح اور بلند نفوس اور کامل عقلوں کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ علیہم السلام کے اسماء و ارواح بھی ان میں شامل ہوتی ہیں، اس

https://downloadshiabooks.com/

لئے کہ سب سے بلند درجہ رکھنے والے اور عظیم الشان رہبر وپیشوا ہیں۔

سوم: آپ حضرات علیہم السلام کے اسماء وارواح اور آثار وحالات اس لائق ہیں کہ ہر متکلم اور مدح وثنا کرنے والوں کی زبان پر جاری ہوں۔ یعنی اگر کوئی کسی بھی مخلوق کی تعریف اور اس کی اچھائی وبھلائی بیان کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے سزاوار ہے کہ صرف آپ علیہم السلام کی تعریف کرے، اگر کوئی کسی نام یا روح ونفس کو یاد کرنا چاہتا ہے تو آپ علیہم السلام کو نظر انداز کرکے دوسروں کی حمد وستائش سزاوار نہیں ہے۔۔۔ یہ تیسرا معنی یقیناً ایک شریف اور مقدس معنی ہے مگر جملوں سے بآسانی نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔

چہارم: چوتھا معنی یہ ہے کہ آپ علیہم السلام کے اسماء وارواح اور تذکرہ بمنزلۂ مظروف کے ہے اور جو کچھ دوسروں کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے وہ بمنزلۂ ظرف کے ہے اور جس طرح ظرف مظروف سے کسبِ فیض کرتا ہے اسی طرح لوگوں نے بھی آپ حضرات علیہم السلام کی شرافت وقداست سے کسب کیا ہے۔ جملوں سے ان معنی کا ادراک بھی آسان نہیں ہے۔

پنجم: "**اسمائکم و ارواحکم**" بصورت مجرور پڑھا جائے اور "**ذکرکم**" میں ضمیر "**کم**" پر عطف قرار دیا جائے کہ **ذکر** از باب اضافہ مصدر کے مفعول اسماء ومسمٰی ہے۔ اور اس کا معنی ہے کہ جب لوگ ذکر کرنے والوں کی مدح کرتے ہیں تو خداوند عالم ان کے ساتھ آپ حضرات علیہم السلام کے نفوس وارواح اور آپ علیہم السلام کے اسماء کی تعریف فرماتا ہے۔ اور ان دونوں میں کتنا فرق ہے کہ خدا اپنے بندہ کا ذکر کرے اور بندہ خدا کا ذکر کرے، یقیناً خدا کا بندوں کا تذکرہ کرنا برتر وگراں قدر ہے، جیسا کہ آیت "**وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ**" (خدا کا ذکر

https://downloadshiabooks.com/

برتر ہے۔ عنکبوت – ۴۵/۲۹) کی تفسیر میں وارد ہوا ہے[148]۔ اس لئے کہ بلند ہے اور خداوند عالم اپنے اولیاء اور برگزیدہ افراد کے کلام کی حقیقت کو جاننے والا ہے۔ اور ائمہ علیہم السلام بھی اسی طرح ہیں (یعنی وہ بھی اپنے چاہنے والوں کے دلوں کے راز سے واقف ہیں۔)

كَلَامُكُمْ نُورٌ وَأَمْرُكُمْ رُشْدٌ وَوَصِيَّتُكُمُ التَّقْوَىٰ

کلامکم نور: یعنی آپ علیہم السلام کی باتیں خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم و ہدایت ہیں یا یہ معنی ہو کہ آپ حضرات علیہم السلام کا کلام خالق کے بعد اور مخلوق کے کلام سے اوپر ہے۔۔۔ اب اس مقام پر ایک سوال پیش آتا ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی روایتوں میں ملتا ہے کہ بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو ایک روش یا ایک نہج پر نہیں ہیں، جن کے معانی سمجھنا مشکل اور دشوار ہوتا ہے اور الفاظ کی تکرار بلاوجہ معلوم ہوتی ہے۔ تو اس کی چند وجہ ہیں:

۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ روایتیں راویوں کے وسیلہ سے بجائے الفاظ، معانی نقل کئے گئے ہیں، یعنی امام علیہ السلام کی عین عبارت نقل نہیں کی گئ ہیں۔

۲) یا اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام نے لوگوں کی عقل و فہم کے مطابق کلام کرنا چاہا ہے۔ جس کی بنا پر عام فہم لوگوں کے سامنے جب گفتگو فرماتے تھے تو ادب اور فصاحت و بلاغت اور صناعت کے آسان اسلوب میں گفتگو فرماتے تھے۔

وامرکم رشد: لوگوں کو حق اور فلاح و کامیابی کی طرف ہدایت و رہنمائی کرنا آپ علیہم السلام کا

[148] تفسیر علی بن ابراہیم قمی، ج ۲، ص ۱۵۰، آیت کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

وظیفہ ہے۔

ووصیتکم التقویٰ: اپنے قریبی رشہ داروں اور ہر ایک کے لئے آپ کی وصیت اور سفارش تقواہے۔ جیسا کہ روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ جب ائمہ علیہم السلام کی وفات اور شہادت کا وقت قریب آجاتا تو گھر کے تمام افراد کو جمع کر کے تقوی و پرہیز گاری اور خوفِ خدا کی تاکید فرماتے اور اس انداز سے تاکید فرماتے: " **اوصیکم بتقویٰ اللہ**" (میں تمہیں تقوۓ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں۔)

وَفِعۡلُکُمُ الۡخَیۡرُ وَ عَادَتُکُمُ الۡاِحۡسَانُ وَ سَجِیَّتُکُمُ الۡکَرَمُ وَ شَأۡنُکُمُ الۡحَقُّ وَ الصِّدۡقُ وَ الرِّفۡقُ وَ قَوۡلُکُمۡ حُکۡمٌ وَ حَتۡمٌ وَ رَأۡیُکُمۡ عِلۡمٌ وَ حِلۡمٌ وَ حَزۡمٌ

وفعلکم الخیر: یعنی آپ حضرات علیہم السلام کے سارے اعمال و افعال، خیر و نیکی کے مرحلہ میں ہیں کہ ذرہ برابر کسی بھی طرح کا شر آپ علیہم السلام کے وجود سے سرزد نہیں ہوتا ہے۔

وعادتکم الاحسان: اور ہر نیک وبد اور دوست و دشمن کے ساتھ احسان کرنا آپ علیہم السلام کی عادت ہے۔

وسجیتکم الکرم: آپ علیہم السلام کی طبیعت و سرشت اور طینت کرم، بخشش ہے۔ اس لئے کہ اہل بیت علیہم السلام لوگوں میں سب سے زیادہ عطا کرنے والے ہیں کہ عطاء و بخشش ان کی طبیعت کا حصہ بن گئی ہے۔

و شانکم الحق والصدق والرفق: اسلامی معارف وحقائق میں آپ علیہم السلام کی روش بیانِ حق اور قول و فعل میں صداقت اور لوگوں کے ساتھ بہترین مدارات و مروت سے پیش آنا

https://downloadshiabooks.com/

ہے۔

وقولکم حکم وحتم: آپ حضرات علیہم السلام کی باتیں حکمت ہیں، اس لئے کہ آپ علیہم السلام ہی تو اہل علم وحکمت ہیں بلکہ علم وحکمت کا سرچشمہ آپ علیہم السلام ہیں، اور اسی لئے آپ علیہم السلام کے چاہنے والوں پر واجب ہے کہ آپ علیہم السلام کے نقش قدم پر چلیں اور آپ حضرات علیہم السلام ہی کی پیروی کریں۔

ورأیکم علم وحلم وحزم: آپ حضرات علیہم السلام کی رائے اور نظریہ، وہم وگمان پر مشتمل نہیں ہوتا ہے بلکہ علم الٰہی کے سرچشمے سے نکلنے والا علم کا سمندر رہے، ان لوگوں کے برخلاف جو اہل رائے کہے جاتے ہیں جو زیادہ تر گمان و قیاس، استحسان، اندازہ اور مصالح مرسلہ پر عمل کرتے ہیں، جیسے ابو حنیفہ وغیرہ، اور اسی طرح آپ علیہم السلام کی رائے اور نظریہ علم وعقل سے اخذ ہوا ہے۔ جہل ونادانی کی بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ ذوالاحلام یعنی ذوالعقول (صاحبانِ عقل) اور اس مقام پر یہ معنی ہوگا: آپ علیہم السلام کی رائے گویا صاحبانِ علم وعقل کی رائے ہے اور آپ کی رائے یقینی، قطعی اور مسلّم ہے۔

إِنْ ذُكِرَ الْخَيْرُ كُنْتُمْ أَوَّلَهُ وَأَصْلَهُ وَفَرْعَهُ وَمَعْدِنَهُ وَمَأْوَاهُ وَمُنْتَهَاهُ

ان ذکر الخیر کنتم اوّله: اگر کسی نیکی یا نیک کام کا ذکر آئے گا تو آپ حضرات علیہم السلام کا نام سب سے مقدم ہوگا۔ اس لئے کہ نیکی اور خیر کا آغاز آپ علیہم السلام سے اور آپ علیہم السلام کے وسیلہ سے ہوا ہے۔

واصله وفرعه: آپ علیہم السلام خیر کی اصل ہیں۔ اس لئے کہ ساری نیکیوں کا وجود آپ علیہم السلام کے اصل وجود کی برکت سے ہے، کیونکہ اگر آپ حضرات علیہم السلام نہ ہوتے تو موجوداتِ عالم

https://downloadshiabooks.com/

وجود میں نہ ہوتے۔ اسی طرح آپ اہل بیت علیہم السلام ہر نیکی کی فرع ہیں، اس لئے کہ بندگانِ خدا پر اس کا لطف و کرم اور فضل و نیکی کا منشاء آپ حضرات علیہم السلام ہی کا وجود مبارک ہے۔ اس بنا پر آپ علیہم السلام اس نیکی کی جو ارادۂ الٰہی کی شکل میں ہے، فرع ہیں، اور اسی طرح آپ علیہم السلام کے بلند اور عظیم الشان کمالات اور پسندیدہ اعمال آپ علیہم السلام کے وجود کی فرع ہیں، اس لئے کہ وجود، اصل ہے تو آپ ائمہ علیہم السلام ہر نیکی کی اصل بھی ہیں، فرع بھی ہیں۔

و معدنه وما واه ومنتهاه: یعنی آپ علیہم السلام خیر و نیکی کے معدن ہیں، اس لئے کہ آپ علیہم السلام کے پاس سوائے خیر کے کسی دوسری چیز کا وجود ہی نہیں ہے۔ ساری نیکیوں کے مصدر و سرچشمہ صرف آپ لوگ علیہم السلام ہیں اور اسی طرح آپ لوگ علیہم السلام ہی ہر خیر کی انتہاء ہیں۔ اس لئے کہ تمام نیکیوں کی بازگشت آپ علیہم السلام کی طرف ہوتی ہے کیوں کہ اس کا سبب و منشاء آپ حضرات علیہم السلام ہیں اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ مکمل اور تمام خیرات جو خداوند عالم کی جانب سے نازل ہوتی ہیں وہ پہلے آپ حضرات علیہم السلام پر نازل ہوتی ہیں۔

بِأَبِي أَنْتُمْ وَأُمِّي وَنَفْسِي كَيْفَ أَصِفُ حُسْنَ ثَنَائِكُمْ وَأُحْصِي جَمِيلَ بَلَائِكُمْ وَبِكُمْ أَخْرَجَنَا اللهُ مِنَ الذُّلِّ وَفَرَّجَ عَنَّا غَمَرَاتِ الْكُرُوبِ

بابی انتم ۔۔۔ ثنائکم: یعنی میرے ماں باپ اور میری جان آپ حضرات علیہم السلام پر قربان ہو! میں کیسے آپ علیہم السلام کی نیک ثنا بجالاؤں۔ یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ "حسن" کا اضافہ "ثنا" کی طرف کیا جائے گا اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ میں کیسے آپ علیہم السلام کی نیک تعریف و ثنا، پروردگار عالم کی نسبت سے بیان کروں۔

واحصی جمیل بلائکم وبکم ۔۔۔: اور آپ علیہم السلام کے وجود کے احسانات اور عظیم نعمت

https://downloadshiabooks.com/

کا جو تحفہ خداوند عالم نے عطا فرمایا ہے کیسے بیان کروں کہ خداوند عالم نے آپ علیہم السلام کے وجود اور امامت و خلافت کے سبب سے ہمیں ذلت و خواری، کفر و جہالت یا دنیا و آخرت کے خوف ناک عذاب سے نجات دی ہے، اور اسلام کی عزت و سربلندی اور علم و ایمان سے سرفراز کیا ہے۔

عنا غمرات الکروب: خداوند عالم نے آپ حضرات علیہم السلام کے مقدس وجود کے سبب سے ضلالت و گمراہی، کفر و شرک اور ظلم و جہل ہر طرح کی مشکلوں اور سختیوں کو بر طرف فرمایا اور ہمیں کامیابی اور سعادت مندی کی منزل سے ہم کنار کیا ہے۔

وَ أَنْقَذَنَا مِنْ شَفَا جُرُفِ الْهَلَكَاتِ وَ مِنَ النَّارِ بِأَبِي أَنْتُمْ وَ أُمِّي وَ نَفْسِي

وانقذنا من شفا جرف الھلکات: اور پروردگار عالم نے آپ علیہم السلام کے مقدس وجود کے وسیلہ سے ہمیں ہلاکت کے خوف ناک گڑھے اور دلدل نیز آتشِ جہنم سے نجات دی ہے۔ میرے ماں باپ، اور میری جان آپ حضرات علیہم السلام پر قربان!۔

"**شفا**" بروزن "نویٰ" شین اور الف مقصورہ کے ساتھ ہے۔ طرف، کنارہ اور ایک جانب کے معنی میں ہے۔

"**ھلکات**" جائے ہلاکت یعنی ہلاکت و نابودی و ضلالت اور فسق و فجور کے جو گڑھے میں ڈوبے ہوئے تھے، خدائے سبحان نے ہمیں آپ حضرات علیہم السلام کے مبارک وجود کے وسیلہ سے نجات دے کر کامیاب و سعادت مندی کی راہ پر گامزن کر دیا اور ان ہلاکتوں کے گڑھے اور خوف ناک سختیوں سے آزاد کر دیا۔

https://downloadshiabooks.com/

بِمُوَالاتِكُمْ عَلَّمَنَا اللهُ مَعَالِمَ دِينِنَا وَأَصْلَحَ مَا كَانَ فَسَدَ مِنْ دُنْيَانَا

بموالاتكم علمنا الله معالم دیننا: آپ علیہم السلام کی محبت وولایت کے سبب خداوند عالم نے احکامِ دین بتائے ہیں، یعنی ہم شیعوں کے لئے آپ علیہم السلام کے اقوال وفرمودات، افعال و کردار اور آثار، دینی علوم کا وہ عظیم ذخیرہ ہے جس کی طرف رجوع کر کے احکامِ شریعت سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اور یہ سب آپ علیہم السلام سے محبت اور آپ حضرات علیہم السلام کی اطاعت و پیروی کے بغیر ممکن نہ تھا۔ اور جو علم اور حکم آپ اہل بیت علیہم السلام کے دروازہ سے ہٹ کر ہو وہ باطل اور بے ہودہ ہے۔

واصلح ما کان فسد من دنیانا: اور آپ حضرات علیہم السلام کی اطاعت وفرماں برداری کے سبب خدا نے ہماری فاسد دنیا کی اصلاح فرمائی ہے۔ اس لئے کہ احکام شریعت جو معاملات اور معاشرتی کاروبار کے لئے وضع ہوئے ہیں ایک مسلمان انسان کے دنیوی امور، وہ خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، ان کی شناخت ومعرفت کے بعد ہی سنورتے ہیں ورنہ بغیر آگاہی ہرگز صحیح لین دین نہیں کر سکتا ہے اور اس طرح آخرت میں بھی نیک کردار اور صالحین کی فہرست میں شمار ہونے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔

وَبِمُوَالاتِكُمْ تَمَّتِ الْكَلِمَةُ وَعَظُمَتِ النِّعْمَةُ وَائْتَلَفَتِ الْفُرْقَةُ

وبموالاتکم تمت الکلمة: آپ علیہم السلام کی محبت واطاعت سے دینِ خدا کامل ہوا ہے۔ کلمہ سے مراد کلمۂ توحید ہے جیسا کہ امام علی رضا علیہ السلام سے نقل ہے[149]۔ "من قال لا الہ الا

[149] عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۲، باب ۳۷، رقم ۴۔

https://downloadshiabooks.com/

اللہ دخل الجنة بشرطھا وشروطھا وانا من شروطھا" (جو کلمہ لا الہ الا اللہ کہے گا وہ جنت میں داخل ہو گا مگر اس کے شرائط کے ساتھ کہ میری امامت وولایت کو تسلیم کرنا، اس کی ایک شرط ہے) یا کلمۃ سے کلمہ ٔ ایمان مقصود ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "....الیوم اکملت لکم دینکم"

وعظمت النعمة علینا: اور آپ حضرات علیہم السلام کی پیروی کی وجہ سے ہم پر خدا کی نعمت فراوان اور کامل ہوتی ہے۔ اور یہ جملہ اس مطلب کی طرف اشارہ کرتا ہے جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الہی کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے لئے جانشین کا انتخاب فرمایا "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ..." (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو کچھ آپ کے خدا نے آپ پر نازل فرمایا ہے اسے لوگوں تک پہونچا دیجئے، اگر ایسا نہ کیا تو گویا رسالت نہیں پہنچائی ہے۔ مائدہ۔ ۶۷) اور دوسری آیت کی طرف بھی اشارہ ہے: "الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا" (آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام سے راضی ہو گیا۔ مائدہ۔ ۳)

وائتلفت الفرقة: دوسرے باطل وبے ہودہ مذاہب کو ماننے سے جو اختلاف وجدائی پیدا ہوتی ہے، وہ آپ علیہم السلام کی اطاعت وفرماں برداری کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر تمام مذاہب والے محمد وآل محمد علیہم السلام کے اقول وافعال اور کردار کو اختیار کرلیں اور ان کے حکم کے سامنے تسلیم ہو جائیں تو امتوں کا تفرقہ ختم ہو کر اتحاد ویکجہتی میں تبدیل ہو جائے۔

https://downloadshiabooks.com/

وَبِمُوَالاتِكُمْ تُقْبَلُ الطَّاعَةُ الْمُفْتَرَضَةُ

وبموالاتكم تقبل الطاعة المفترضة: آپ علیہم السلام کی محبت وولایت کی وجہ سے واجب اعمال شرفِ قبولیت حاصل کرتے ہیں۔ "مفترضة" بشکل اسم مفعول اور واجب کے معنی میں ہے۔ (افترضه الله) یعنی خداوند عالم نے اسے واجب قرار دیا ہے۔ اور چونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی اطاعت و پیروی یعنی عقیدۂ ولایت و امامت اصول دین سے ہے اور اعمال و دیگر واجبات فروع دین ہیں تو کسی بھی فروع دین کی انجام دہی اصل دین، امامت کو تسلیم کئے بغیر بارگاہ پروردگار میں قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں تو فراوان روایتیں موجود ہیں جو اس بات کی تصریح کر رہی ہیں کہ ولایت ائمہ معصومین علیہم السلام کے بغیر کسی بھی شخص کا عمل قابلِ قبول نہ ہوگا۔ جن میں سے بعض روایتوں کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے[۱۵۰]۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص بڑی زحمتوں اور مشقتوں کے ساتھ عبادت بجا لائے لیکن اس امام کی ولایت و امامت تسلیم نہ کرتا ہو جسے خداوند متعال نے معین فرمایا ہے تو اس کی ساری محنت و مشقت بیکار ہے اور کوئی عمل بارگاہ خدا میں قبول نہیں ہوگا۔ وہ گمراہ و سرگرداں ہے، خداوند عالم اس کے عمل کو ناپسند کرتا ہے، تا آخرِ حدیث[۱۵۱]۔

وَلَكُمُ الْمَوَدَّةُ الْوَاجِبَةُ وَالدَّرَجَاتُ الرَّفِيعَةُ وَالْمَقَامُ الْمَحْمُودُ

ولكم المودة الواجبة: یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ آل محمد علیہم السلام کی محبت کو لوگوں پر

---

[۱۵۰] رجوع کیجئے فقرۂ ودعائم الاخیار کے ذیل میں۔

[۱۵۱] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب معرفۃ الامام والردّ الیہ، رقم۸، ص۱۸۳-۱۸۴۔

https://downloadshiabooks.com/

واجب قرار دی ہے۔ یہ فقرہ قرآن کریم کی آیت مودۃ کی طرف اشارہ کر رہا ہے: "قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ" (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں کوئی اجر رسالت نہیں چاہتا ہوں سوائے یہ کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔ شوریٰ – ۲۳/)۔ اور اس آیت کی طرف بھی اشارہ ہے: "إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا" (جو ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیا ہے، خداوند عالم ان کی محبت کو دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ مریم – ۹۶/)

امام محمد باقر علیہ السلام نے آیت مودت کی تفسیر میں فرمایا: آیت میں "قربیٰ" سے ائمہ علیہم السلام مقصود ہیں[۱۵۲]۔

اسی طرح ائمہ علیہم السلام سے نقل ہوا ہے کہ یہ آیت جس میں صاحبانِ ایمان کی محبت دلوں میں ڈال دیتا ہے، ائمہ اطہار علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے[۱۵۳]۔

والدرجات الرفیعة: اور آخرت میں آپ علیہم السلام بلند ترین درجہ اور عظیم الشان مرتبہ پر فائز ہیں۔

والمقام المحمود: خداوند عالم نے آپ حضرات علیہم السلام کو قیامت میں پسندیدہ مقام (شفاعت کبریٰ) سپرد کیا ہے۔ اور زیارت کا یہ فقرہ بھی قول خداوند کی طرف اشارہ ہے

[۱۵۲] کافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی الولایۃ، رقم ۷، ص ۴۱۳۔

[۱۵۳] تفسیر برہان، ج ۳، ص ۲۶، آیت کے ذیل میں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

:"أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا" (یہ آپ کے لئے ایک الگ اور اضافی وظیفہ ہے تاکہ آپ کا پروردگار آپ کو پسندیدہ اور مقام محمود پر فائز فرمائے۔ اسراء- ۷۹/)۔ آیت میں مقام محمود سے شفاعتِ کبریٰ مراد ہے۔ اور اس بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے: روزِ قیامت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظمت پروردگار کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے اور جب تک خدا کی مرضی ہو گی اسی عالم میں ہوں گے۔ اس کے بعد خدا خطاب کرے گا۔ اے میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے اور اپنے چاہنے والوں کی شفاعت کیجئے، وہ قبول کی جائے گی اور مجھ سے طلب کیجئے آپ کو عطا کروں گا اور "عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ" کی تفسیر یہی ہے[۱۵۴]۔

وَالْمَقَامُ الْمَعْلُومُ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالْجَاهُ الْعَظِيمُ وَالشَّأْنُ الْكَبِيرُ وَ الشَّفَاعَةُ الْمَقْبُولَةُ

والمقام المعلوم: زیارت کے بعض نسخوں میں "**المکان المعلوم**" ذکر ہوا ہے۔ یعنی آپ حضرات علیہم السلام کو وہ مقام و منزلت حاصل ہے جو خداوند عالم کے نزدیک مشخص اور معلوم ہے۔ اور یہ آیت قرآن کی طرف اشارہ ہے کہ "**وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ**" (ہم میں سے ہر ایک شخص معلوم مقام رکھتا ہے۔ صافات- ۱۶۴/)

والجاه العظیم والشان الکبیر والشفاعة المقبولة: یعنی عظیم مرتبہ، شان کبیر اور مقبول شفاعت بھی آپ حضرات علیہم السلام کے لئے ہے۔

---

[۱۵۴] تفسیر قمی، ج۲، ص۲۵، آیت کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

ابن عباس حضور اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں: فرشتۂ الٰہی جناب جبرئیل خوشی و شادمانی کے ساتھ میرے پاس آئے تو میں نے کہا: اے میرے دوست! اس خوشحالی و مسرت کا واسطہ! ذرا یہ تو بتاؤ کہ میرے بھائی اور ابن عم علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی خدا کے نزدیک کیا مقام و منزلت ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور نبوت کے لئے منتخب فرمایا، اس وقت صرف علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے بارے میں بشارت دینے کے لئے ہی خدا کی طرف سے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا ہوں، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدائے بزرگ و برتر نے آپ دونوں کو سلام کہا ہے اور فرمایا: محمد ﷺ میرے پیغمبرِ رحمت ہیں اور علی علیہ السلام میری حجت قائم کرنے والے ہیں۔ اگر کوئی علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے محبت کرتا ہے تو میں اسے عذاب میں مبتلا نہیں کروں گا، اگرچہ میری نافرمانی کیوں نہ کرے اور اس شخص پر رحم نہیں کرونگا جو علی علیہ السلام سے دشمنی رکھے اگرچہ وہ میری اطاعت ہی کیوں نہ کرتا ہو۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جبرئیل پرچم حمد اٹھائے میرے پاس آئیں گے جس میں ستّر قطعہ ہوں گے اور اس کا ہر قطعہ چاند و سورج سے بڑا ہے، میں کرسئ رضوان میں سے ایک کرسی پر مقدس منبر کی ایک بلندی پر بیٹھا ہوں گا۔ میں اس پرچم حمد کو جبرئیل علیہ السلام سے لے کر علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو عطا کروں گا۔ اتنے میں عمر کو عجیب لگا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ پرچم جس میں ستّر قطعہ ہوں گے اور ہر قطعہ چاند و سورج سے بڑا ہو گا اسے علی علیہ السلام کیسے حمل کر سکیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس دن خداوند عالم علی علیہ السلام کو جبرئیل جیسی طاقت، آدم علیہ السلام کے نور کے مانند نور، رضوان کے حلم کے مانند حلم، حسن یوسف علیہ السلام کے مانند حسن، اور داؤد علیہ السلام کی آواز سے ملتی جلتی آواز عطا فرمائے گا۔ اور اگر

https://downloadshiabooks.com/

یہ مقدر نہ ہوتا کہ جنت میں جناب داؤد علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام کے ترجمان ہوں گے تو خدا علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو داؤد کی آواز کے مانند آواز عنایت فرماتا۔ بیشک علی علیہ السلام وہ پہلے فرد ہوں گے جو دونہر سلسبیل وزنجبیل سے آب نوش فرمائیں گے اور صراط پر ایک قدم نہیں رکھیں گے مگر دوسرا قدم اس جگہ پر قرار پائے گا۔ بیشک قیامت کے دن علی علیہ السلام اور ان کے چاہنے والوں کو وہ منزلت ومقام حاصل ہو گا جسے دیکھ کر لوگ غبطہ کریں گے[۱۵۵]۔

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ

ربنا آمنا بما انزلت .... الشاهدین: پروردگارا! جو کچھ تو نے علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے بارے میں نازل فرمایا ہے (ولایت و امامت سے متعلق) میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ "**ما انزلت**" سے اگر ولایت وامامت مراد لیں گے تو زیارت کا یہ جملہ آیت کی طرف اشارہ کررہا ہوگا جس میں خدا نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: "**بلّغ ما انزل الیك...**" (کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا جاچکا ہے اسے پہونچا دیجئے۔) اور ممکن ہے اس سے صرف ولایت وامامت مقصود نہ ہو بلکہ تمام چیزیں جو لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے مراد ہوں۔ اور اے پروردگار! تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ارشادات کی پیروی کرتا ہوں۔ زیارت کے بعض نسخوں میں "**الرسول**" بھی اضافہ ہوا ہے، یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام کی بھی پیروی کرتا ہوں۔

فاکتبنا مع الشاهدین: پس اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں قرار دے جن لوگوں نے

---

[۱۵۵] بحار الانوار، ج۸، باب ۱۸، رقم ۳، ص ۳۔

https://downloadshiabooks.com/

تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشاہدہ کیا ہے اور ان پر اور ان کی باتوں پر ایمان لائے ہیں۔ یا ہمیں ائمہ علیہم السلام کے ساتھ قرار فرما اس لئے کہ وہ لوگوں پر خدا کے گواہ ہیں، اس سلسلہ میں پہلے بحث گذر چکی ہے[156]۔

رَبَّنا لا تُزِغْ قُلُوبَنا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنا وَهَبْ لَنا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ

ربنا لا تزغ قلوبنا۔۔۔الوھاب: پروردگارا! ہمارے دلوں کو ہدایت و کامیابی کی طرف رہنمائی کرنے کے بعد باطل کی طرف نہ موڑ دینا اور دنیا و آخرت میں اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا کرنا اگرچہ دنیا و آخرت میں تیری نعمتوں کا حق دار نہیں ہوں، اس لئے کہ تو نے بندوں کو بے حساب نعمتوں سے نوازا ہے جن کے وہ سزاوار نہیں تھے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا: اے ہشام! خداوند عالم ایک پسندیدہ اور لائق قوم کے بارے میں فرماتا ہے، جنہوں نے بارگاہِ خدا میں عرض کیا تھا: "**ربنا لا تزغ قلوبنا۔۔۔**" اس لئے کہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ ہدایت و کامیابی کے بعد بھی گمراہی و پستی کی طرف دوبارہ دل کا جھکاؤ ہو سکتا ہے[157]۔

سُبْحانَ رَبِّنا إِنْ كانَ وَعْدُ رَبِّنا لَمَفْعُولًا

سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا: ہمارا پروردگار ان تمام چیزوں سے پاک و پاکیزہ ہے جو اس کی شان کبریائی کے خلاف ہے۔ "**سبحان**" فعل مقدر "**سبحت**" کے لئے مفعول

---

[156] رجوع کیجئے فقرہ "وشھداء علی خلقه" کے ذیل میں۔

[157] نور الثقلین، ج۱، ص۳۱۹، رقم ۷۴، آیت کے ذیل میں۔

https://downloadshiabooks.com/

مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ "ان کان" یقیناً ہمارے خدا کا وعدہ انجام پا چکا ہے۔ "ان" مخففہ ہے۔ مثقلہ "ان" کا۔ یعنی پروردگار نے جن چیزوں کا وعدہ کیا ہے- کی تمہاری دعاؤں کو مستجاب کروں گا، تمہارے اجر و ثواب کو دو گنا کروں گا- اسے یقیناً پورا کریں گا۔ اور خدا کا وعدہ برحق ہے اس لئے کہ خدا وعدہ خلاف نہیں ہے[158]۔

يَا وَلِيَّ اللهِ إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ذُنُوباً لَا يَأْتِي عَلَيْهَا إِلَّا رِضَاكُمْ

یا ولی اللہ: اے ولی خدا! اس جملہ میں مخاطب امام حاضر اور زمانہ کے امام علیہ اسلام ہیں جنہیں زائر زیارت کے وقت اپنی نیت میں ملحوظ خاطر رکھ کر، زیارت کرتا ہے۔ اور ممکن ہے اس سے تمام ائمہ علیہم السلام مراد ہوں۔ وہ اس طرح کہ "ولی" اسم جنس ہے جس میں تمام ائمہ علیہم السلام شامل ہیں اور چونکہ بعد والے جملہ میں جمع مخاطب کی ضمیر استعمال ہوئی ہے اس لئے دوسرے معنی کا زیادہ احتمال ہوتا ہے۔

ان بینی و بین اللہ عزوجل ذنوبا لا یاتی علیھا الا رضاکم: یعنی اے ولی خدا! میں نے بعض گناہوں کا ارتکاب کیا ہے اور ان گناہوں نے میرے اور خدا کے درمیان جدائی ڈال دی ہے اور خداوند عالم کے ساتھ میری اطاعت و بندگی کے رابطہ کو توڑ دیا ہے اور ہم شیعوں کے لئے سوائے آپ حضرات علیہم السلام کی شفاعت و خوشنودی کے دوسری کوئی چیز ان گناہوں کو برطرف نہیں کر سکتی ہے۔ کہا جاتا ہے: "اتی علیہ الدھر" یعنی زمانہ نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔

---

[158] دوسرے سورہ کی آیت ۶ کی طرف اشارہ ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

فَبِحَقِّ مَنِ ائْتَمَنَكُمْ عَلَى سِرِّهِ وَ اسْتَرْعَاكُمْ أَمْرَ خَلْقِهِ وَ قَرَنَ طَاعَتَكُمْ بِطَاعَتِهِ لَمَّا اسْتَوْهَبْتُمْ ذُنُوبِي وَ كُنْتُمْ شُفَعَائِي

فبحق من ائتمنكم۔۔۔: میں آپ حضرات علیہم السلام کو اس ذات کے حق کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ علیہم السلام کو اپنے راز کا امانت دار بنایا ہے۔ سِر اور راز سے علوم پروردگار، معارف الٰہی اور حقائق و واقعیات سے آگاہی اور غیبی مکاشفات مراد ہیں۔

و استرعاکم امر خلقه: اور آپ علیہم السلام کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے اپنی مخلوقات کے امر کو آپ علیہم السلام کے سپرد فرمایا ہے۔ یعنی آپ حضرات علیہم السلام کو خلق کا امام و رہنما قرار دیا ہے تاکہ معارف و حقائق اور صحیح اعمال کی طرف ان کی رہنمائی کریں، خداوند متعال نے لوگوں کو آپ علیہم السلام کے حکم کا تابع قرار دیا ہے۔

و قرن طاعتکم بطاعته: اور آپ علیہم السلام کو اس عظیم ذات کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے آپ علیہم السلام کی اطاعت کو لوگوں پر واجب قرار دیا ہے۔ اور اس نے آپ علیہم السلام کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: "**أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ**" (خدا کی اطاعت کرو اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اولی الامر علیہم السلام کی اطاعت کرو۔ نساء – ۵۹/) اور فرمایا: "**مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ**" (جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ہے۔ نساء – ۸۰/)

آیت اول "**أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ**" میں جو ایک قابلِ توجہ نکتہ پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ: فعل اطیعوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مستقل اور جداگانہ ذکر ہوا ہے مگر اولی الامر کے بارے میں جداگانہ طور سے ذکر نہیں ہوا اور اس کی

https://downloadshiabooks.com/

تکرار نہیں ہوئی ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ خداوند عالم اور پیغمبر اسلام ﷺ کے درمیان جداگانہ سنخیت پائی جاتی ہے، دونوں میں انتہائی درجہ کی مباینت (دوری) ہے، وہ خالق ہے، پیغمبر ﷺ مخلوق، اس لئے ضروری تھا کہ دونوں کے حکمِ اطاعت میں فعل اطیعوا کے ذریعہ فاصلہ قرار دیا جائے لیکن چونکہ پیغمبر اسلام ﷺ اور اولی الامر میں مناسبت اور سنخیت میں اتحاد ہے اور کمالات میں ایک مناسبت پائی جاتی ہے اس لئے دونوں کے درمیان فعل اطیعوا سے فاصلہ ہونا ضروری نہیں ہے۔

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اولی الامر سے مراد صرف ائمہ معصومین علیہم السلام ہی ہیں یا دوسرا کوئی مراد ہے؟ اس کی دلیل کیا ہو سکتی ہے؟ تو عرض کردوں کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ خداوند عالم حکیم ہے اور صاحبِ علم ہے وہ صاحبانِ ایمان و تقویٰ کو ہر حاکم و صاحب امر کی اطاعت کا حکم نہیں دے گا۔ اس لئے کہ حاکموں میں ظالم و ستمگر، لوگوں کو خدا کی نافرمانی کرنے کا حکم دینے والے اور اطاعت سے روکنے والے بھی موجود ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اولی الامر سے وہی امام مراد ہو اور اسی کی اطاعت لوگوں پر واجب قرار دی جائے جو ہر طرح کے گناہوں، لغزشوں اور خطاؤں سے محفوظ ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ اولی الامر پیغمبر ﷺ کے مانند ہو، اور پیغمبر ﷺ جیسی شخصیت کے انتخاب کو جو معصوم اور ہر خطا سے محفوظ ہو جز پروردگار جو ظاہر و باطن ہر چیز کا علم رکھتا ہے ممکن نہیں ہے۔ اور یہ انتخاب سوائے ائمہ علیہم السلام کے کسی اور کے لئے انجام نہیں پایا ہے۔ جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق اور اجماع ہے۔

لما استوجبتم ذنوبی و کنتم شفعائی: "لما" میں دو احتمال ہو سکتے ہیں:

https://downloadshiabooks.com/

۱) "لمّا" تشدید کے ساتھ ہے جس کا معنی ایجاب و مثبت کے ہو گا مثل "الا" یعنی آپ ائمہ علیہم السلام سے درخواست کرتا ہوں اور تمام حالات میں آپ حضرات علیہم السلام کو خدا کی قسم دیتا ہوں سوائے گناہوں کے بخشے جانے کی حالت میں کہ اس وقت اپنے مقصد کو حاصل کر لیا ہے۔

۲) "لما" بغیر تشدید کے ہو اور "لام" قسم کی تاکید کے لئے اور "ما" زائدہ تسلیم کر لیا جائے تاکیدی معنی کے لئے، تو اس صورت میں جملہ کا معنی ہو گا: آپ حضرات علیہم السلام کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے گناہوں کے لئے طلبِ مغفرت کریں۔

"و کنتم شفعائی" اور آپ علیہم السلام سے دنیا و آخرت میں شفاعت کا خواہاں ہوں۔

فَإِنِّي لَكُمْ مُطِيعٌ مَنْ أَطَاعَكُمْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَاكُمْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ

فانی لکم مطیع: پس بے شک مکمل طور سے آپ علیہم السلام کا مطیع و فرماں بردار ہوں یا میں آپ لوگوں علیہم السلام کی اطاعت کے واجب ہونے کا اعتقاد اور اعتراف کرتا ہوں، اگرچہ بسا اوقات مجھ سے نافرمانی سرزد ہو جاتی ہے۔

من اطاعکم فقد اطاع اللّٰہ: جس نے آپ علیہم السلام کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ہے۔ اس لئے کہ خود پروردگار عالم نے ہمیں آپ حضرات علیہم السلام کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ علیہم السلام کی پیروی واجب قرار دی ہے۔ تو جو آپ علیہم السلام کی اطاعت و فرماں برداری کرے اس نے خدا کی اطاعت کی ہے، جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے: "مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ" (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

نساء۸۰/)۔ اور اس کے بعد والے جملہ کا معنی بھی اسی طرح ہو گا یعنی: جس نے آپ علیہم السلام کی مخالفت کی اس نے خدا کی مخالفت کی ہے۔

وَمَنْ أَحَبَّكُمْ فَقَدْ أَحَبَّ اللّٰهَ وَمَنْ أَبْغَضَكُمْ فَقَدْ أَبْغَضَ اللّٰهَ

من احبکم فقد احب اللہ ومن ابغضکم فقد ابغض اللہ: جس نے آپ علیہم السلام سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے آپ علیہم السلام سے نفرت کی اس نے خدا سے نفرت کی ہے۔

اللّٰهُمَّ إِنِّي لَوْ وَجَدْتُ شُفَعَاءَ أَقْرَبَ إِلَيْكَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَأَهْلِ بَيْتِهِ الْأَخْيَارِ الْأَئِمَّةِ الْأَبْرَارِ لَجَعَلْتُهُمْ شُفَعَائِي

اللهم انی لو وجدت شفعاء... شفعائی: خدایا! اگر محمد وآل محمد علیہم السلام سے زیادہ نیک کردار، بزرگ ترین اور تجھ سے قریب ترین کسی کو پاتا جو ان کی طرح نیکوکار اور برگزیدہ ہوتا تو یقیناً اسی کو تیری بارگاہ میں اپنا شفیع قرار دیتا، مگر میں کائنات میں کسی فرد کو- خواہ فرشتۂ مقرب ہو یا نبی مرسل- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پاک و پاکیزہ ذریت اور اہل بیت علیہم السلام سے قریب ترین اور نیک کردار نہیں پایا، اس لئے اپنی حاجتوں کی قبولیت کے لئے انہیں کو تیری عظیم بارگاہ میں شفیع قرار دیتا ہوں۔۔۔ (اس مقام پر چند روایتیں قابلِ غور ہیں۔)

ائمہ علیہم السلام سے روایت نقل ہوئی ہے کہ: ہمیں اللہ سبحانہ تعالیٰ کے مقام و منزلت سے دور رکھنا اور انسانی بہرہ مندی کے اسباب اور صفات سے بھی ہمیں دور رکھنا جنہیں تم اپنے لئے روا رکھتے ہو۔ ہمارا کسی بھی فرد کے مقابلہ میں لاکر مقایسہ و موازنہ نہ کرنا، اس لئے کہ ہم اسرار الٰہی ہیں جو انسانی شکل و صورت میں قرار دیئے گئے ہیں اور ہم خدا کا کلمۂ ناطق ہیں جو خاکی

https://downloadshiabooks.com/

اجسام میں قرار پائے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے بارے میں جو کچھ بیان کرنا چاہتے ہو بیان کرو، اس لئے کہ نہ سمندر کے پانی کو (ڈول) سے کھینچا جا سکتا ہے اور نہ عظمت پروردگار کی پہچان ممکن ہے[159]۔

ابن عباس کا بیان ہے: میں نے جابر بن عبد اللہ کو ہاتھ میں عصا لئے دیکھا کہ وہ انصار کے مجمع میں گردش کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں: اے گروہ انصار! اپنی اولاد کو محبت علی علیہ السلام کی تعلیم دو، جو اس سے روگردانی کرے گا اسے اس کی ماں کے حال کی تحقیق کرنی چاہئے[160]۔

دوسری روایت میں ابن عباس کہتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی علیہ السلام! جس نے تم سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی ہے، جس نے تم کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا ہے۔ اے علی علیہ السلام! تم مجھ سے ہو میں تم سے ہوں۔ تمہاری روح میری روح ہے اور تمہاری طینت میری طینت ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے مجھے اور تمہیں دونوں کو پیدا کر کے تمام لوگوں سے ممتاز قرار دیا۔ مجھے نبوت اور تمہیں امامت کے لئے منتخب فرمایا۔ پس جس نے تمہاری امامت کا انکار کیا اس نے میری نبوت کا بھی انکار کیا ہے۔ اے علی علیہ السلام! تم میرے وصی اور جانشین ہو۔ تمہارا حکم میرا حکم ہے، تمہاری نہی میری نہی ہے۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا اور بہترین خلائق قرار دیا کہ تم لوگوں پر خدا کی حجت اور وحی خدا کے امین ہو۔ تم خلق خدا پر اس کے جانشین ہو۔ ہر مسلمان کے مولا، ہر مومن کے امام اور ہر متقی و پرہیز گار کے قائد و رہبر ہو۔ تمہاری ولایت قبول

---

[159] مشارق الانوار، حافظ برسی، ص۶۹۔

[160] بحار الانوار، ج۳۹، باب ۸۷، رقم ۱۰۸، ص ۳۰۰۔

https://downloadshiabooks.com/

کرنے سے میری امت خدا کی رحمت کی مستحق قرار پائی اور دشمن تم سے نفرت و دشمنی کی بنا پر خدا کی لعنت کے حق دار قرار پائے ہیں۔ میرے بعد بارہ جانشین ہیں اور تم ان کے اول ہو اور اس کی آخری فرد حضرت قائم عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہوں گے۔ خداوند عالم ان کے وسیلہ سے پوری کائنات میں پرچم اسلام کو پھیلائے گا۔ اے علی علیہ السلام! گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ قیامت کے دن تم پشتِ دوزخ پر کھڑے ہو اور جہنم کا شعلہ لپک رہا ہے، شدت کی گرمی ہے، تمہارے ہاتھوں میں زمامِ جہنم ہے، اور جہنم تم سے کہہ رہی ہے: اے علی علیہ السلام! مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے اس لئے کہ آپ علیہ السلام کا نور آتشِ جہنم کو سرد کئے دے رہا ہے اور تم دوزخ سے کہہ رہے ہو: اے جہنم! ذرا ٹھہرو! پہلے اس دشمن کو اپنی لپیٹ میں لے لو اور اس چاہنے والے کو چھوڑ دو"[161]۔

اسی طرح کی ایک اور روایت ابن عباس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ علی علیہ السلام جو تمام مومنوں میں سے برتر ہیں انہیں تم پر حاکم، امام، اپنا جانشین قرار دوں، اور انہیں اپنا بھائی، وزیر و ساتھی بناؤں۔ علی علیہ السلام کا امر میرا امر اور علی علیہ السلام کا حکم میرا حکم ہے۔ علی علیہ السلام کی اطاعت میری اطاعت ہے، خوشا بحال کہ علی علیہ السلام کے اطاعت گذار قرار پاؤ اور ان کی مخالفت سے باز رہو۔ اس لئے کہ وہ اس امت کے صدیق، فاروق، محدث، ہارون، یوشع، آصف، شمعون، باب حطہ، کشتیٔ نجات، طالوت اور ذو القرنین ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! علی علیہ السلام لوگوں کے امتحان و آزمائش کا ذریعہ ہیں۔ وہ عظیم حجت، خدائے بزرگ کی مضبوط رسی اور دنیا والوں کے امام ہیں۔ علی علیہ السلام حق کے ساتھ اور حق

---

[161] مشارق الانوار، ص۵۷۔

https://downloadshiabooks.com/

علی علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ اہل جنت کو اہلِ جہنم سے الگ کرنے والے وہی ہیں، اس لئے کہ ان کا کوئی چاہنے والا جہنم میں نہیں جائے گا، ان کی ابدی جائے گاہ جنت ہے۔ اور ان کا کوئی دشمن جنت میں نہیں جائے گا۔ ان کا دائمی ٹھکانا جہنم ہو گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی ولایت خدا کی ولایت ہے، ان کی محبت خدا کی محبت ہے۔ علی علیہ السلام کی اطاعت و پیروی خدا کے واجبات میں ہے جو لوگوں پر فرض کی گئی ہے۔ علی علیہ السلام کے چاہنے والے خدا کے چاہنے والے ہیں اور علی علیہ السلام کے دشمن خدا کے دشمن۔ علی علیہ السلام کی جنگ خدا کی جنگ اور علی علیہ السلام کی صلح خدا کی صلح ہے"[۱۶۲]۔

ایک دن حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ کیا خیال کرتے ہیں جس وقت ابراہیم علیہ السلام و آل ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہوتا ہے تو خوش حال ہوتے ہیں لیکن جس وقت آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے تو دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور بے چین ہو جاتے ہیں! پس اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے! اگر تم میں سے ہر ایک ستّر انبیاء کی تعداد کے مطابق نیک اعمال انجام دے مگر ولایت اہل بیت علیہم السلام نہ مانتا ہو تو گھاٹا اٹھانے والا ہو گا اور قیامت میں ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اے لوگو! ہم اہل بیت علیہم السلام کی ولایت قبول کرنے سے ایمان کامل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے اولین و آخرین کی مخلوقات سے ہمارے بارے میں تاکید کی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ جب قسم کا ذکر کرتا ہے تو وہ ہمارے بارے میں قسم یاد کرتا ہے اور فرماتا ہے: "وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِينِينَ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ" (تین و زیتون کی قسم (ائمہ علیہم

---

[۱۶۲] مشارق الانوار، ص ۵۶

https://downloadshiabooks.com/

السلام) طور کی قسم (سینا) اس شہر اس امن و امان کی قسم (مکہ معظمہ)۔ تین۔ ۱-۳/) اگر ہم اہل بیت علیہم السلام نہ ہوتے تو خداوند عالم کسی مخلوق کو خلق نہ کرتا، اور جنت و جہنم کو بھی پیدا نہ کرتا[۱۶۳]۔

فَبِحَقِّهِمُ الَّذِي أَوْجَبْتَ لَهُمْ عَلَيْكَ أَسْأَلُكَ أَنْ تُدْخِلَنِي فِي جُمْلَةِ الْعَارِفِينَ بِهِمْ وَبِحَقِّهِمْ وَفِي زُمْرَةِ الْمَرْحُومِينَ بِشَفَاعَتِهِمْ إِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

فبحقهم الذی اوجبت لهم علیك ....: پروردگارا! تجھے ائمہ اطہار علیہم السلام کے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو نے اپنے لئے لازم قرار دیا ہے کہ ان کی شفاعت قبول اور دعاؤں کو مستجاب کرے گا۔ تو جو لوگ ان سے متوسل ہو کر دعائیں کرتے ہیں اور انہیں اپنے لئے شفاعت کرنے والا پیش کرتے ہیں تو ان کی دعائیں اور درخواست شفاعت کو بھی قبول فرما۔ خدایا! قسم دیتا ہوں کہ جن لوگوں نے اپنی فہم و ادراک کے مطابق اہل بیت علیہم السلام کی امامت وولایت اور ان کی محبت و اطاعت سے کامل معرفت اور مکمل شناخت حاصل کی ہے، ان کے ساتھ شامل کر دے اور وہ لوگ جو اہل بیت علیہم السلام کی شفاعت کے ذریعہ تیری بارگاہ میں لطف و مہربانی سے سرفراز ہوئے ہیں ان میں داخل کر دے کہ تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔

زیارت جامعہ کبیرہ کا یہ فقرہ اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کے لطف و کرم اور رحمت کے حق دار نہیں ہیں بلکہ خدا اپنی بزرگی اور اپنے فضل و کرم کی بنا پر اپنے دامنِ لطف و عنایت میں جگہ دے کر احسان فرماتا ہے۔

---

[۱۶۳] بحار الانوار، ج ۲۷، باب ۷، رقم ۱۵، ص ۱۹۲۔

https://downloadshiabooks.com/

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيماً كَثِيراً وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطاھرین وسلم تسلیما کثیرا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل: اور اللہ تعالیٰ پیغمبر ﷺ اور ان کی ذریت پاک علیہم السلام پر صلوات اور درود کثیر نازل فرما۔ ہمارے لئے بس اللہ کی سرپرستی کافی ہے اور وہی بہترین ذمہ دار ہے۔

پروردگار عالم کی حمد و ثنا اور محمد و آل محمد علیہم السلام (جو برگزیدۂ خدا ہیں) پر درود و سلام کے ساتھ کلام تمام کرتا ہوں، اس اعتراف کے ساتھ کہ جو اس مقدس زیارت کا حق تھا اس کے شایان شان حق ادا نہ کر سکا۔ میں نے ان صفحوں کو فکری انتشار، حالات کی تبدیلی، بدن کے ضعف و ناتوانی، تحقیق و جستجو میں کمی، تھوڑی قدرت اور بے شمار مسائل کے ہجوم میں تحریر کیا ہے۔ خداوند عالم کو محمد و آل محمد علیہم السلام کے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری لغزشوں کو معاف کرے، خطاؤں کو درگزر فرمائے، گناہوں کو بخش دے اور عیبوں کو پوشیدہ کر کے ائمہ اطہار علیہم السلام کے ساتھ محشور فرمائے اور اے اللہ! دنیا و آخرت میں میرے اور ان کے درمیان ایک لمحہ بھی جدائی نہ پیدا ہونے پائے۔

والسلام علیٰ من تبع الہدیٰ

ختم ترجمہ

۱/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ

روز ولادت امام محمد باقر علیہ السلام

نیرول، نوی ممبئی

https://downloadshiabooks.com/